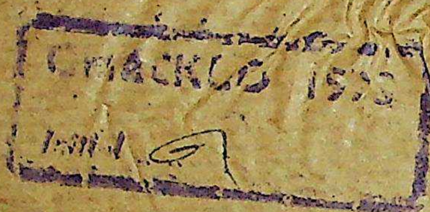
लेखक- मुन्शी नन्द किशोर









دیوان ذوق

کوچہ میں تن لاغر ترے رنجور کا
رہوین مضمون جو اپنی شوربختی کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نتیجہ

طبع لطیف اُستادِ دوران خاقانی زمان

ملک الشعرا شیخ ابراہیم ذوق

باضافۂ غزلیات مزید

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہوا

۱۹۲۳ء



...کوچہ مین تن لاغر ترے رنجور کا
...رھو مین مضمون جو اپنی شوربختی کا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



# ردیف الالف

[illegible]

...مین دل جو مصروفِ رقم میرا — الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

...م محمد لب پہ یا رب اول و آخر — اٹک جائے بوقتِ نزع جب سینہ مین دم میرا

...بیت مصطفےٰ کی نور پر حق ہے — کہ روشن ہوگیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

...مجکو راہِ شرعِ اصحاب پیمبر نے — چراغ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرم میرا

...و نجف کے عشق مین دل میرا ڈوبا تھا — کہ ہے دُرِ نجف ہو کر چمکتا دُرِّ یتیم میرا

...افشان فرعِ امید بخشش مین — غمِ آلِ نبیؐ سے دانہٴ اشک نم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہون
نہ کیون دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

...سینہ یکسر خار زارِ دشتِ غم میرا — کہ آیا یا بجون آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا

...شق پر ازبسکہ ہے ثابت قدم میرا — دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خون جاتا ہے جم میرا

...ی کے رتبہ کا کمال اوج تو دیکھو — کہ ہے چرخِ زحل بھی سایہٴ بختِ دژم میرا

وہ ہون مین آتشین گل تازہ نخل شمع الفت کا
نشان بے نشانی گر دکھائے زور بٹ جائے
روان ریگِ روان ہے جائے آب اشک مژگان
وہ ہون مین آہوے وحشی رمیدہ دام ہستی سے
جھپکتی آنکھ شب جون حلقۂ زنجیر کیا میری
کہون مین سو دہن سے حرف قطع آرزوے دل
مری افسردہ حالی گرچہ جنس آراے دل سردی
پھپولا کام آتی مین ہے وان تک جہان ٹپکا
ہوا روشن چراغ کعبہ زاہد جس کے شعلہ سے
نہو بے وقر ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
وہ ہون مین گیسوے موج محیطِ اعظم وحشت
مری صورت کے معنی ہین نفخت فیہ من روحی
وہ ہون مین رہ نوردِ شوق میرے ساتھ جاتا ہے

[illegible]

جھپک
الدورت بار سے دیا
کہ ہے ایک کوچۂ رم
طلسم خواب بندی تھا زلف
سب ہر زخم پر
عجب کیا
قضا کے جام سے
اسی آتش کا رکھتا ہے سر
عدو کی سرکشی سے رتبہ کب ہوتا
کہ ہے گھیرے ہوئے روے زمین کو
حدوثِ بے ثبات اثبات کرتا ہے
برنگ سایۂ مرغ ہوا نقش و

تخیل نے مرے باندھا طلسم تازہ کیفیت
نہ کیون ہو کاسۂ سر ذوق رشکِ جام جم میرا

شوق نظارہ ہے جب سے اس رخ پر نور کا
اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا
گر لکھون مضمون اپنے نالۂ پر شور کا
لطف جاتا ہے سرود نالۂ پر شور کا
باغ مین بھی دھیان تھا اس نرگسِ مخمور کا
وادیِ ظلمت مین اپنی دخل کب ہے نور کا

ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع
دل نہ اٹکائے کہین اللہ سے
لون صریرِ خامہ سے مین کام بانگ
خون دل پینا ہے یہ کھانا مجھے سد
مجھ کو شربت مین مزا آیا نہ
مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغِ

…اد کوچہ مین تن لاغر ترے رنجور کا
اک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا

…ہر ہوئین مضمون جو اپنی شوربختی کا کوئی
ہو زمین شعر مین عالم زمین شور کا

…ہون وہ نخچیر جسکو دیکھتا ہے وقت ذبح
دیدہ حسرت سے حلقہ جوہر ساطور کا

…نزاکت سے تنفر کرتا ہے وہ رشک پری
بال بھی باندھے جو مستہ پر تو زلف حور کا

…ل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مست ناز
جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

…تہ دل وہ ہون کہ میرے داغ سوزان کیلئے
گرمی مرہم سے اڑجائے اثر کافور کا

… نامہ پیچیدہ دون
لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

… عجب غماز ہے
قصہ پہونچایا زبان دار پر منصور کا

…ین ہو فرہاد سے تیز دہن
تیشہ بن جائے اگر تعویذ میری گور کا

…خم سرا ہے وہ ایذا دوست خون رونے لگے
منہ سے گر جراح کے سن پائے نام انگور کا

…ا نکلتے تھے وہ ہین جس روزن دیوار سے
وائے قسمت ہوا اسی روزن مین گھر زنبور کا

…ن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہری کا تری
بیشتر ہوتا ہے پیدا وان شجر کافور کا

…ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر
استخوان سے ہو مرے دستہ ترے ساطور کا

…ق نے ڈالی تھی جب قصر محبت کی بنا
لکھدیا تھا کوہکن بھی نام اک مزدور کا

…ہے وحشت ابتلک بھی شاخ آہو کیطرح
پیچ کھاتا ہے دھوان میرے چراغ گور کا

…بھتا ہر اک پیکان محبت کا اثر
چشم افعی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا

…کھینچے مانی اس پری کی کیونکہ تصویر کفک
جمع ہو جب تک نہ رنگ سرخ روئے حور کا

…برسے قامت سے جو ہو برپا قیامت سر و پر
کام لے منقار سے فریاد قمری صور کا

ذوق راہ عشق وہ کوچہ ہے جسکی خاک مین
ہے در تاج سلیمان بیضہ مور کا

لکھیے اُسے خط مین کہ ستم اٹھ نہین سکتا
پر ضعف سے ہاتھون مین قلم اٹھ نہین سکتا

بیمار ترا صورت تصویر نہالی
کیا اُٹھے سرِ بستر غم اُٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صداے جرس ناقۂ لیلیٰ
صد حیف کہ مجنون کا قدم اُٹھ نہیں سکتا

جون دانۂ روئیدہ تہِ سنگ ہمارا
سر زیرِ گران بارِ الم اُٹھ نہیں سکتا

ہر داغ معاصی مرا اس دامن تر سے
جون حرف سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہیں سکتا

اتنا ہون تری تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

پردہ درِ کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آسان
پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

کیون اتنا گرانبار ہے جو رختِ سفر سے
اے راہ روِ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا

واہ کیا مرہمِ جسمِ دلِ بیتاب بنا
آب سے نشترِ تیز کے تیزاب بنا

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

ڈوبے مجھے اشک کے دریا سے مری سوزشِ دل
گرچہ دے شعلۂ جوالہ کو گرداب بنا

دلِ بیتاب کو ہم سینے مین ٹھہرا نہ سکے
شعلہ خود دیکھتے ہی تجھ کو وہ سیماب بنا

پوچھیں گر مجھے مے عیش ہوئی کیسے تلخ
کہوں جس دن سے فلک کاسۂ زہراب بنا

چشمِ مخمور کا ہون کس کی مین کشتہ یارب
کہ مری خاک سے بھی جام مئے ناب بنا

تیرہ روزی نے مری مہرِ جہانتاب کا نور
دیا جس وقت اُڑا کر مگسِ شب تاب بنا

ہلے بچتا ہون کیون اُس سے کیا جی نے لگاؤ
کہ حباب پھرتا ہون اس طرح سے بیتاب بنا

سرمۂ چشمِ عزیزان نہ بنا مین اے چرخ
کیا بنا خاک غبارِ دلِ احباب بنا

آیتِ سجدہ ہے حق مین مرے ہر جوہرِ تیغ
ہے خمِ تیغ فقط کیا خمِ محراب بنا

خالِ عارض جو ہے ہندوے خدا ترس تو کیا
تیرہ بختوں کے لیے زیچ کو تقصاب بنا

اپنے جلوون مین جلاتے ہین مجھے سر سے حبیب
مین ہون اک شمع پئے محفلِ احباب بنا

ہے اگر اپنے کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ ۔ اپنا آئینہ مرا دیدۂ پُرآب بنا

آہ کے ساتھ جو نکلا شررِ آتشِ دل ۔ چرخ پر جا کے وہ خورشیدِ جہانتاب بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم اے ذوق ۔ تو کہیں موج بنی اور کہیں گرداب بنا

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈھا نہ پایا ۔ اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

جس انسان کو سگِ دنیا نہ پایا ۔ فرشتہ اُسکا ہمپایا نہ پایا

مقدر ہی پہ گر سود و زیاں ہے ۔ تو ہمنے یاں نہ کچھ کھویا نہ پایا

لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام ۔ خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا

کیا تھا یا نہ تھا سب ہیچ گذرا ۔ فلک تو نے کیا اپنا نہ پایا

سراغِ عمرِ رفتہ ہاتھ کیا آئے ۔ کہیں جسکا نشاں پایا نہ پایا

کرے کیا سیرِ دل ملکِ فنا کی ۔ کہ اِس بازار میں سودا نہ پایا

رہِ گم گشتگی میں ہمنے اپنا ۔ غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا

رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم ۔ کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

جو خنجر ترے بسمل نے ہے پیے ۔ ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا

اُٹھاتے سے فلک کے ہم تو کب کے ۔ نکل جاتے مگر رستا نہ پایا

جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا ۔ کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

چراغِ داغ لیکر دل میں ڈھونڈھا ۔ نشاں پر صبر و طاقت کا نہ پایا

وہ از خود رفتہ ہوں جسکو خودی نے ۔ خدائی میں اگر ڈھونڈھا نہ پایا

مرے مجنوں کی تربت پر جنوں نے ۔ بگولے کے سوا سایا نہ پایا

کیا ہمنے سلام اے عشق تجھکو ۔ کہ اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا

کہے کیا ہائے زخمِ دل ہمارا ۔ دہن پایا لبِ گویا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

سوا تیرے خطِ مشکین کے کوئی
مجرب نسخۂ سودا نہ پایا

وہ بولے دیکھکر تصویرِ یوسف
سنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم مین بھی تجھے پورا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

نظیر اُس کا کہان عالم مین اے ذوق
کہین ایسا نہ پاے گا نہ پایا

نام یون پستی مین بالاتر ہمارا ہوگیا
جسطرح پانی کنوین کی تہ مین تارا ہوگیا

میرے نالون سے جو پانی سنگِ خارا ہوگیا
وہ کے چشمون کا آنسو ہر شرارا ہوگیا

ذکر دنیا نفسِ مردہ کو ہوا آبِ حیات
مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہوگیا

دانت یون چمکے ہنسی مین رات اُس مہ پارہ کے
مین نے جانا ماہِ تابان پارہ پارا ہوگیا

ہر حبابِ بحر کی کھلجاے گی تارا سی آنکھ
عکس افگن گر رخِ روشن تمھارا ہوگیا

شیخ نے افطاریون کے تر نوالے کھائے خوب
ہے مگر روزون کی گرمی سے چھوارا ہوگیا

ایکدم بھی ہمکو جینا ہجر مین تھا ناگوار
پر اُمیدِ وصل مین برسون گوارا ہوگیا

ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیرِ مرگ
ہوگیا جسطرح کوئی دم گذارا ہوگیا

رشک سے اُس زلف کے کیا مشک ہی کے سر ہے خون
بلکہ جلکر سوختہ عنبر بھی سارا ہوگیا

دل پہ زخمون کی ترقی سے ہوئی اور اک بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہوگیا

ظلمتِ عصیان سے میرے بنگیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دُم دار تارا ہوگیا

دی شہادت نشہ کی سرخی سے چشمِ یار نے
خون رہا اپنا نہ پنہان آشکارا ہوگیا

نہ دیا ان آنکھوں کی [illegible] مین دل رو [illegible] ہارا ہوگیا
[illegible] بہار

ذوق اس بحرِ جہا مین کشتیِ عمرِ روان
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہوگیا

مین ہجر مین مرنے کے قرین ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آ پہونچے نہین ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارت دل و دین ہو ہی چکا تھا

برہم اُسے کیون تو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف
اے دل وہ ابھی چین جبین ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوند زمین تیری گلی مین
آسودہ یہ دل زیر زمین ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہین ہو ہی چکا تھا

جو خط مین لکھا اُس سے وہ اس لکھنے سے پہلے
مکتوب سر لوح جبین ہو ہی چکا تھا

بے بدرقۂ مرگ توقف رہا ورنہ
عزم سفر جان حزین ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اُسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشین ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم یوسف کنعان کو کہ اپنا
منظور نظر ایک حسین ہو ہی چکا تھا

کیا گرم تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے
مین سر دہ خنجر کین ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو وان کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہین ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کسطرح نہ ہوتا
حکم ازلی ذوق یوہین ہو ہی چکا تھا

ہم ہین اور سایہ ترے کوچہ کی دیوارونکا
کام جنت مین ہے کیا ہمسے گنہگارونکا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخوارونکا
دیجئے اک جام تو ہے یار ابھی یارونکا

اتنا تو سوز فغان ہو کہ چمن مین بلبل
خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہو انگارونکا

چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عیسےٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیمارونکا

ہون رگین حلق بریدہ کی ہمارے خونبار
گر تماشہ تجھے منظور ہو فوارونکا

ہین کماندار ترے تیر مژہ تشنۂ خون
منہ کھلا رہتا ہے اسواسطے سوفارونکا

کیون نہ ہر تار مین سو دل ہون گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتارونکا

دینگے جان بوسۂ لعل نمکین پر ہم بھی
جان نثاری ہے اگر شیوہ نمکخوارونکا

بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
رو سیاہی سر دستار ہے سید کا رونکا

نالہ اس زور سے کیوں میرا دہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے درد جدائی دیتا

دے دعا وادیٔ پرخار جنوں کو ہر گام
داد یہ تیری ہے اے آبلہ پائی دیتا

پنجۂ مہر کو خون شفق میں ہر صبح
غوطے کیا کیا ہے ترا دست حنائی دیتا

دوش اشک گرا دیں گے نظر سے اک دن
ہے ان آنکھوں سے یہی مجھ کو سجھائی دیتا

میں وہ ہوں صید کہ پھر دام میں پھنستا جا کر
گر قفس سے مجھے صیاد رہائی دیتا

کون گھر آئینہ کے آتا اگر وہ دل میں
خاکساری سے نہ جاروب صفائی دیتا

خو گر ناز ہوں کس کا کہ مجھے ساغر مے
بوسۂ لب نہیں بے چشم نمائی دیتا

منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشیں
دیدۂ روزن دل سے ہے دکھائی دیتا

ہونا عاشق سوچ کر اس دشمن ایمان کا
دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

جھوٹ ہی جانوں کلام اس رہزن ایمان کا
میں کروں جامہ بھی وہ لے آئے گر قرآن کا

تو ہماری زندگی پر زندگی کی کیا امید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

جو دل پر آرزو سے نکلا نالۂ عشق میں
ایک پتلا تھا سراپا حسرت و حرمان کا

بن گیا جوش محبت سے ہمارے سینہ میں
ماہیٔ دریائے خوں جوہر ترے پیکان کا

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا

ہے تپ غم کی یہ شدت اس ترے بیمار کو
یوم راحت بھی ہے حق میں اسکے دن بحران کا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کرے گی آنکر
ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا

ہو سکے آلودہ دامن پاکدامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسف کنعان کا

نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر سامان اس فرعون بے سامان کا

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج پھر لاکھوں کے خون
پھر جمایا اُس نے لعل لب پہ لاکھا پان کا

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اُسنے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگ لعل غرق خون
جو غوطہ آب میں تونے گہر مارا تو کیا مارا

جگر زخمی ہے اور دل ٹوٹتا ہے تجھے کیا جانے
ادھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا

دل سنگین خسرو پر بھی ضرب کوہکن پہونچی
اگر تیشہ سر کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

میں جو شہید ہوں لب خندان یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیان نہ ہو دل کے غبار کا

آتا ہے گر تو آؤ کہ سینے سے چلکے اب
آنکھون مین آ کے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

ہو پاکدامنون کو خلش گر ہے کیا خطر
کھٹکا نہین نگاہ کو مژگان کے خار کا

پوچھے ہے کیا حلاوت تلخابۂ سرشک
شربت ہے باغ خلد برین کے انار کا

پہونچے گا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوب شوق اُڑ کے ترے بیقرار کا

ہے عین وصل مین بھی مری آنکھ سوے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

قاصد لکھون لفافہ کو خط غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

دیکھ اپنے دُر گوش کو عارض کے متصل
دیکھا نہو ستارہ جو صبح بہار کا

ہے دلکی داؤگھات مین مژگان لنے چشم یار
کرتی ہے قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

بجھنے کی دلکی آگ نہین زیر خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

اُس روے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبح بہار کا

اے ذوق گر ہین ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس میکدے مین کام نہین ہوشیار کا

حذر ہے خون سے دل پائمال کے کیسا
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کے کیسا

نہین ہے چوکی اگر چشم یار گرد اُس کے
ہجوم کرتے ہین مژگان کے بانکے کیسا

نمود خال کی دیکھو تو زیر ابروے یار
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیون ہے اے قاتل
اُٹھا ہے قصہ یہ بعد انفصال کے کیسا

شب فراق مین اُس مہ جبین کے انجم چرخ
مجھے ڈراتے ہین آنکھین نکال کے کیسا

ہزار دم ہین اُسے یاد تو نے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر مجھ کو ٹال کے کیسا

مین کہان سنگ در یار سے ٹل جاؤنگا
نہ وہ پتھر ہے پھسلنا کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤنگا
بلکہ مین توڑکے اُسکو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤنگا
کوچۂ یار مین مین سر ہی کے بل جاؤنگا

کہتا وحشت سے ہے یہ جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہون پرانا ابھی چل جاؤنگا

عقل سے کہدو کہ لائے نہ یہان اپنی کتاب
مین ہون دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

اے صنم در پہ نہین دیر مین جا بیٹھون گا
کچھ مین بچہ تو نہین ہون کہ مچل جاؤنگا

کہتا پیراہن گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھ کو نہ لگانا کہ نکل جاؤنگا

سنتے ہو زاہد و ناصح جو ہین سمجھاتے مجھے
کیا بدل دیوینگے یہ اور مین بدل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لیچل مجھکو
جا کے مین وان ترے قابو سے نکل جاؤنگا

مدرسہ مین بھی اگر جاؤنگا تو جاے کتاب
شیشۂ بادہ لئے زیرِ بغل جاؤنگا

کوچۂ یار مین جاؤنگا تو مثلِ خورشید
پاسِ آداب سے مین سر ہی کے بل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خون ہو کے مین آنکھونسے نکل جاؤنگا

سرد مہرونسے فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ
نخلِ سرمازدہ کی طرحسے جل جاؤنگا

آنکھ سے اشک صفت مجکو گرا کر نہ سنبھال
مین نہین وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا

قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ
ابکی مین گر طرفِ دشت و جبل جاؤنگا

گر پڑا آگ مین پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤنگا

ہون وہ مشتاقِ شہادت کہ ترے ہاتھ سے مین
پاے کوبان تہِ شمشیرِ اجل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہان مین اے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئے تو مین ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ وہ بیدرد ہو گیا
اب آہ آتشین سے بھی دل سرد ہو گیا

سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی مُنھ زرد ہو گیا

سو بار دم کے عاشقِ جان باختہ ترا
لڑنے کو پھر کھڑا روشِ نرد ہو گیا

مجنون بھی دشت گرد تھا مانندِ گردباد
جب خاک اُڑائی ہمنے تو وہ گرد ہو گیا

اُس صیدِ تیر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یوہین سرد ہو گیا

وان رخ شگفتگی سے گل ورد بن گیا
یان غم سے روے زرد گل زرد ہو گیا

پیرِ مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد مردِ جوان مرد ہو گیا

یانی طبیب دے ہے ہمین کیا بجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے ہیں آفتابِ قیامت جسے سو وہ
نکلا چراغِ داغِ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے
ایک تیغ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

پھر دل مین آہِ سرد ہوئی میرے شعلہ زن
لو پھر بھڑک اُٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے
پر تھا مرے نصیب مین توڑا بجھا ہوا

جلکر اگر بجھا بھی دل سوختہ مگر
تو پھر جلے گا جیسے کہ کولا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دلکی آگ کو
سینے مین ہمنے ذوق جو پایا بجھا ہوا

جدا ہون یار سے ہم اور نہون رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا
رہے ہے کیونکہ گلستان سے عندلیب جدا

دکھادے جلوہ جو مسجد مین وہ بتِ کافر
تو چیخ اُٹھے موذن جدا خطیب جدا

جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا
حروفِ درد کی صورت ہون بے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب مکتبِ محبت مین
کہ ہے وہان کا معلم جدا ادیب جدا

ہجوم اشک کے ہمراہ کیون نہو نالہ
کہ فوج سے نہین رہتا کبھی نقیب جدا

فراق خلد سے گندم ہے سینہ چاک ابتک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھسے جدا فلک نے اگر
نہ کرسکا مرے دل سے غم حبیب جدا

کرین جدائی کا کس کس کے رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

شکر پردے ہی میں اُس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

رہا پامال رہِ عشق میں تربت کا نشان
اُس پہ تعویذ جو نقشِ کفِ پا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعد فنا بھی یہ اثر
استخوان کو مرے باقی نہ ہما نے رکھا

آشیان باغ میں ڈھونڈھا جو قفس سے جا کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیون کسکو
پا بہ زنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھین دیدار طلب گور سے آئی ہین نکل
دستۂ نرگس کا نہین میرے سرہانے رکھا

پئے ناواقفِ رہ پہلے سے دلبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھو عصا نے رکھا

ناتوان مین نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے مین اُسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئنہ وار
گھر مین مہمان جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنون مرا اُس ہوش ربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
ایک ناکام اُسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اُس مصحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور مین قرآن سرہانے رکھا

بے نشان پہلے فنا سے ہو تو ہو تجکو بقا
ورنہ ہے کسکا نشان ذوق فنا نے رکھا

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اُس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا

چڑھ گیا جبکہ زمین توسنِ وحشت اپنا
دینگے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

مین نے دیکھا مہِ نو کو تو اُس ابرو کا خیال
لیکے خنجر مری چھاتی پہ وہین آن چڑھا

دیکھئے ملت و دین کسنے کرے گا برباد
بادِ کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مصحف رخ پہ ترے سنگ سنہرا ایترا
واہ کیا خوب ہے سونا سرِ قرآن چڑھا

کشتۂ دستِ حنا بستہ ہوں ان ہاتھوں نے
کبھی دو پھول تو لا کر تو مری جان چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مرے دل کے سوا
فوجِ مژگان کے نہ منھ پر سرِ میدان چڑھا

بوالہوس جاتے ہیں گر دام میں آہو کیطرح
چلّہ جلد اپنی کمان پر ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُسنے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا

سنگ سرمہ کو سیہ تاب تھی وہ تیغِ نگاہ
گردشِ چشم نے پر دی ہے غضب سان چڑھا

غمزۂ یار کو دی سونپ متاعِ دل و جان
چور تھا پر نظر اپنی یہ نگہبان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگان پہ کہ یارو لئے ابھی
پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ مین آکر اے ذوق
دل و دین دیتے ہین سب گبر و مسلمان چڑھا

نیمچہ جب مول وہ بانکا جوان لینے لگا
موت کے جی مین مرے یہ نیمجان لینے لگا

تیر چٹکی مین لیا اُس نے پئے جانِ عدو
رشک میرے دلمین کیا کیا چٹکیاں لینے لگا

نام میرا سُن کے مجنون کو جمائی آ گئی
بیدِ مجنون دیکھکر انگڑائیاں لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جون روزِ حشر
مجھسے یہ کسدن کے بدلے آسمان لینے لگا

ہے جو غنچونکا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک
یہ بلائین کسکی باغ اے باغبان لینے لگا

جسنے کی اس میکدہ مین بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغان لینے لگا

لیکے آئینہ جو دیکھی حُسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پر تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کارِ فسان لینے لگا

حُسن سے ہوتا دلِ آہن بھی گرمِ اختلاط
شمع کی گلگیر جو منھ مین زبان لینے لگا

موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یون ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا

ڈرا لگوا اے ذوق اُسکی نوکِ مژگانکا خیال
تن پہ ہر موسے مرے کارِ سنان لینے لگا

پہونچا آب تیغ قاتل تا بسر اچھا ہوا — اے دل مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایکدن بالکل نہ ہین اے چارہ گر اچھا ہوا — داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم اُدھر اچھا ہوا

کم ہوا اُس آب خنجر کی اتھی آبرو — آج مدت مین ہمارا حلق تر اچھا ہوا

آرہیگا دشت مین لیلے ترے ناقے کے کام — ہو گیا مجنون جو کانٹا سوکھکر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزا مجکو چکھا دے عشق کا — بھر دیا نون اُسنے دلکو چیر کر اچھا ہوا

سنکے مجنون نے مرے شور جنون کو یون کہا — واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بندھ گیا اُس مو کمر کا جب کہ مضمون کمر — ہو گئی مضمون مین دقت شعر پر اچھا ہوا

مجکو صدقے کر اگر ہے بدمزہ تیرا مزاج — یہ اِدھر صدقہ دیا تونے اُدھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا — زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سے اور اُس دلبر کا دل — واہ وا جذب محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کہتا کہ تو — ابتو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جان حزین — دیر مت کر ساتھ تیرے ہم سفر اچھا ہوا

آئنہ خانے مین عالم کے سمجھ لے یہ مثال — تا تجھے جانین کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا — تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رُک گئے
پھر کہا تو یہ کہا منھ پھیر کر اچھا ہوا

خلاف وعدہ سے مین تیرے کل تو جان بلب آیا — نہ آیا آج بھی گر تو تو اے ظالم غضب آیا

چمن مین کہتے ہین پھر موسم عیش و طرب آیا — بہارین خوب لوٹین گے اگر وہ غنچہ لب آیا

عجب حیرت مین ہون جب سے نظر وہ خال لب آیا — دہن اُسکا عدم ہے اور دہن مین نکتہ کب آیا

وہ مست ناز لے کر مجھ سے میرے شیشۂ دلکو — ہوا خوش اسقدر گویا کہ اُسکے گھر حلب آیا

نوید اے تشنہ کامی بارے آب خنجر قاتل — گلو تک میرے اور زخم گلو کے تا بلب آیا

نال کیجیو ذوق تپیدن دیکھئے کب یا ہو
کہ ابتک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

عبث جان منتظر ہونٹوں پہ ہے وہ شوخ لب آیا
اگر حلم کو بھی آیا تو ہم جانیں کہ تاب آیا

نوشتے سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم
جو پیشانی میں تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا

برنگ غنچہ خونی دل ہے کیا اس گلستان میں
بھر آیا خون منہ میں گر تبسم زیر لب آیا

وہ آئین یاد آئین ہم نہیں رنجیدہ دل اُنسے
مگر یہ رنج ہے کیون رنج ہم سے بے سبب آیا

لگائی زلف کو شانے نے جو اُنگلی بگاڑا دل
یہ گستاخی بھلا دہ تو سہی او بے ادب آیا

ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیچا نون کے
مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین بہشت کی
بلایا کس نے اسکو جب آیا بے طلب آیا

مرے طالع میں ہے کیا کام اے گردون ستاریکا
چمک جاتا ہے کافی آتش غم کے شراریکا

اُتارا تونے تو سر تن سے اس شامت کے ماریکا
ارے احسان ہاتھون سر سے مین سکا اُتاریکا

ستارے دیکھکر ہوتی تمھارے گوشواریکا
کہین ہلکو طالع یہ نور صدقہ اس ستاریکا

جسے کہتے ہین بحر عشق اُسکے دو کنارے ہین
ازل نام اُس کناریکا ابد نام اس کناریکا

ملے اکسیر گر اس کشت دوران مین نہ لون ہرگز
مرے مذہب مین خون کرنا ہے کشتہ کرنا پاریکا

نہ پکڑین دامن الیاس گرداب بلا مین ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہاریکا

مری منزل مین ہے ماہ سریع السیر وہ مہوش
خواص اسکا ہے گھر مین دشمنونکے قطب تاریکا

سر راہ فنا مین ہون مہیا سفر لیکن
برنگ اشک مژگان منتظر ہون اک اشاریکا

خریدار اُسکی رحمت جنس عصیانکی ہے گر ہے
چھڑک کر بیچتا ہون لطف پر سودا اُدھاریکا

ڈھلکتا ہے مثال دانۂ تسبیح کیون ہر گام
کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سے کیا کام استخاریکا

نفس ہے جادۂ عمر رواں جسطرح سے گذرے
یہان پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذاریکا

تراجو موئے مژگان دلکو انگشت اشارت ہے
سمجھنے والا سمجھا چاہئے پر اس اشارے کا

سفید پھول دل ہون چاندنی کے پھول کیا مجکو
دکھا دو خندۂ دندان نما اس ماہ پارے کا

فقط تارِ نفس کا ذوق خط جادہ کافی ہے
پئے عمرِ روان کیا چاہئے رستا گذارے کا

کا لسہ اُسنے بیان درد جدائی کرتا
کام قاصد کا ہے یہ تیر ہوائی کرتا

پنجۂ شانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن
جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا

دیکھتا اُس بت مغرور کا گر جاہ و جلال
کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا

خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن
روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا

نہین گوش شنوا باغ جہان مین غافل
ورنہ ہر برگ ہے یان نغمہ سرائی کرتا

بند آنکھین کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے
ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

سوزِ دل کون بجھائے کہ نہین چشم مین اشک
پر ہے کچھ خونِ جگر کار روائی کرتا

بیٹھ رہیئے تو قفس ہے عجب آرام کی جائے
پر ہے بیچین ہمین شوق رہائی کرتا

ذوق اُس پائے نگارین کا جو ہے وصف نگار
اشکِ خونین سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

نہ کرتا ضبط مین نالہ تو پھر ایسا دھوان ہوتا
کہ نیچے آسمان کے اک نیا اور آسمان ہوتا

ابھی کیا سرد قاتل یہ شہید تفتہ جان ہوتا
کوئی دم شمعِ مردہ مین بھی ہے باقی دھوان ہوتا

کہے ہے مرغِ دل اے کاش مین زاغِ کمان ہوتا
کہ تا شاخِ کمان پر اُسکے میرا آشیان ہوتا

عزاداری مین ہے اُسکی یہ چرخ ماتمی جامہ
کہ جیبِ چاک کی صورت ہے خط کہکشان ہوتا

خوشی دلمین گرہ کاوش کسی کے نوکِ مژگان کی
تو کیون حق مین مرے ہر موے تن مثلِ سنان ہوتا

نہ رکھتا منہ پہ دانہ یہ مریضِ غم کبھی ہرگز
اگر تیرا اسیرِ بوسۂ خالِ دہان ہوتا

جو روتا کھولکر جی تنگنائے دہر مین عاشق
تو جوئے کہکشان مین بھی فلک پر خون روان ہوتا

بگولا گر نہوتا وادیٔ وحشت مین اے مجنون — تو گنبد ہم سے سر گشتون کی تربت پر کہان ہوتا

ترے خونی جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ — تو ہر مژگان کیطرح سے اُسکے دائم خون چکان ہوتا

رکاوٹ دلکی اس قاتل کے وقت ذبح ظاہر ہے — کہ خنجر سے مری گردن پہ رک رک کے روان ہوتا

نہ کرتا ضبط مین گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر مین — کٹورے کیطرح گھڑیال کے غرقِ آسمان ہوتا

آنکھین مری تلوون سے وہ ملجائے تو اچھا — ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر — جو دل کہ ہو بے داغ وہ جلجائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا — لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تم سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے — لینے کو خبر اُسکی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دلِ انسان کو نہ وہ زلفِ سیہ فام — اژدر کوئی انسان کو نگل جائے تو اچھا

اے گریہ نہ رکھ میرے تنِ خشک کو غرقاب — لکڑی کیطرح پانی مین گل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے — لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے تری تارِ نفس سینے مین میرے — کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

ہان کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت — یہ سینہ پھپھولونسے جو پھل جائے تو اچھا

دل گرکے نظر سے ترے اُٹھنے کا نہین پھر — یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

ق

وہ صبح کو آئے تو کرون باتین مین دوپہر — اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھلجائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام — اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کیطرح سے — گر آجکا دن بھی یونہین ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہین چاہتا مین جائے یہان سے — دل اُسکا یہین گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطعِ رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط — جون شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

لگے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ پہونچا گردنِ جاناں تلک اور ٹوٹ گئے ہائے — پڑا گلے میں مرے دستِ آرزو میرا

مقامِ وجد میں آئیں ابھی ملائکِ عرش — جو میکدے میں سنیں شورِ ہائے ہو میرا

عجب نہیں ہے مرے سوزشِ محبت سے — کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا

برنگِ آئینہ چشمِ پُرآب سے میرے — گرا نہ اشک کیا پاسِ آبرو میرا

نہ آئی اے نگہِ یار تجکو کچھ غیرت — کہ آگے تیغِ اجل کے ہے سرفرو میرا

کروں میں کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند — نہیں ہے چاکِ جگر قابلِ رفو میرا

مجھے وہ پردہ نشیں سامنے کب آنے دے — جو ذکر آنے نہ دے اپنے روبرو میرا

فلک کا رنگ جو اب تک سیاہ ہے ہمدم — پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا

ہمیشہ میں ہوں اسی داؤ گھات میں اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا — مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

جل کے میں خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر — یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا

بے چراغ اسکو نہ رکھ داغِ الم سے اے عشق — خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی ترے کوچے سے آیا کہ میں — جوں حبابِ لبِ جو جامہ سے باہر نہ ہوا

خونِ رگہائے گلو لاشۂ بے سر سے مرے — آگے کب جوش میں فوارے سے بہتر نہ ہوا

عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے — ہوئے سر حلق سے پیدا ہوئے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمارِ محبت سے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبر نہ ہوا

جان کے جی میں سدا جینے کا ارماں ہی رہا — دلکو بھی دیکھا کئے یہ بھی پریشاں ہی رہا

بعد مردن بھی خیالِ چشمِ فتاں ہی رہا — سبزۂ تربت مرا وقفِ گلستاں ہی رہا

میں ہمیشہ عاشق پیچیدہ مو ہاں ہی رہا — خاک پر روئیدہ میرے عشق پیچاں ہی رہا

پستہ قندی ہے کام غیر میں وہ لعل لب — پر مرے حق میں تو سنگ زیر دنداں ہی رہا

بندھ سکا مضموں نہ ہم سے اس دہان تنگ کا — ہاتھ اپنا فکر میں زیر زنخداں ہی رہا

جاہل منکر نہ آئے راہ پر معجز سے بھی — جہل سے بوجہل اپنی نامسلماں ہی رہا

پاؤں کب نکلے رکاب حلقہ زنجیر سے — توسن وحشت ہمارا گرم جولاں ہی رہا

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر — خانہ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا — دیدہ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا

حلقہ گیسو میں دیکھی کس کے رخسار کی تاب — شب مہ ہالہ نشیں سر در گریباں ہی رہا

تا توں دل اور پیکاں دونوں سینہ میں رہے — آخرش دل بہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

اسکو دیکھا اس سے اور اسکو نہ دیکھا جوں نظر — وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے زلفیں دل میں بستی تھیں اور اب آنکھیں تری — ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

مجھ میں اس میں ربط ہے گویا برنگ بو سے گل — وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت میں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردماں باندھا — کہ ہے اک اک گرہ میں حاصل صد بحر و کاں باندھا

ترے جوڑے کے کھلنے نے مرا دل دلستاں باندھا — عجب تقدیر نے عقدہ وہاں کھولا یہاں باندھا

یہ بہتاں کس نے افشائے محبت کا یہاں باندھا — جو بعد از مرگ میرے تجھ کو اوس نے بدگماں باندھا

ہوئی تشہیر لاش اس ناتواں کی جبکہ یاں تو نہیں — کوئی تار نگاہ مور جائے ریسماں باندھا

کیا مجنوں تجھے آشفتگی زلف نے کس کی — کہ میرے سر تو مرغ شانہ سر نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا برنگ قہقہہ مینا — تو میں نے تار اک رونے کا لے کے ہچکیاں باندھا

تڑپ کر دامن زیں کو نہ آلودہ کرے خوں سے
سر فتراک سے کیوں تو نے صید نیم جاں باندھا

نہ جھاڑا عنبر کو ہرگز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا
مجھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے بزرباں باندھا

وہ ہوں ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی
مرے مرقد پہ چلہ اس نے آکر دوستاں باندھا

اڑا دینگے دھوئیں اک آہ میں اس چرخ گرداں کے
اگر چھپر دھوئیں نے دکے زیر آسماں باندھا

فلک وارستہ پھرنے دے ہے کوئی پر خروشوں کو
گیا ہے آخرش زنجیر سے پیل دماں باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی اسی سے برق نے دکم
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوالہ ساں باندھا

مرا دل آگے ہی سینے میں اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیال خط سبز یار نے کیوں برگ پاں باندھا

دل مجروح پر میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پر طاؤس اس زخمی نے ہے آ دوستاں باندھا

کہاں دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخل قامت نے
عجب اک گرد نامہ خط نے اے سرو رواں باندھا

تپ سوز محبت کے لئے چارہ نہیں قمری
یہ گنڈا اپنا گلوں گرد نیہ کیوں اے تفتہ جاں باندھا

سمجھکر موج دریائے فنا کو خنجر ہر آن
کفن مثل حباب اے ذوق ہم نے سر سے یاں باندھا

بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے آتش غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہاں میں عرصۂ عشرت سے سوا دہ چند ہے غم کا
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو ہے یوں خوشگوار آب دم خنجر
مسلماں کو لگے جسطرح شیریں آب زمزم کا

برنگ طوق قمری کوئی مشکل ہے نکالے سے
کمند گردن دل ہے جو حلقہ زلف پرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارض گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سیے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغ تبسم کے
کہاں رکھتا ہے بخیہ سوزن عیسی مریم کا

دلیران محبت کو خلش سے اسکی مژگاں کے
پس مردن لحد میں بھی ہے عالم چاہ رستم کا

خراش سینہ میں اک رہ گیا ہے ٹوٹکر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکسار و نیز
تعجب کیا کہ ابلیس لعین دشمن ہے آدم کا

خط اُسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام اپنا
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیر اعظم کا

شہید اے ذوق سینے مین ہوئی ہین حسرتین لاکھون
مری جو آہ ہے گویا ہے وہ اک نخل ماتم کا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین ملگیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین ملگیا

لذت کو تیغ عشق کی سن سن کے بوالہوس
اکر مثل سا حلق بریدون مین ملگیا

کیا جانے تیغ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو ہون مثل وہ حلق بریدون مین ملگیا

گر بعد فقر کے سگِ دنیا ہوا فقیر
کمبخت پاک ہو کے پلیدون مین ملگیا

دکھلا کے کہکشان سے فلک چاک سینہ کو
اُس ناہوش کے سینہ دریدون مین ملگیا

اس شکل سے ہوا وہ طلبگارِ دیدِ یار
صاف آئنہ کا دیدہ ندیدون مین ملگیا

حب حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حر
تھا گرچہ اشقیا مین سعیدون مین ملگیا

وہ کون ہے جو مجھپہ تاسف نہین کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُنکے
اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا

تا صاف کرے دل نہ مے صاف سے صوفی
کچھ سود و صفا علم تصوف نہین کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ مین تُف نہین کرتا

پڑھتا نہین خط غیر مرا وان کسی عنوان
جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا

کچھ اور گمان گذرے نہ دلمین ترے کافر
یاد اس لیئے مین سورۂ یوسف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

محفل مین شورِ قلقلِ مینائے مُل ہوا
لا ساقیا خراب کہ توبہ کا قُل ہوا

دریائے غم سے میرے گذرنے کیواسطے
تیغِ خمیدہ یار کی لوہے کا پُل ہوا

پروانہ بھی تھا گرم طپش پر کھلا نہ راز — بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا
آئی تھی درد دل کی نہ ہرگز سمجھ میں بات — آوازہ گو بلند مثال دہل ہوا
جسکی نظر چڑھا ترا رخسارہ آتشین — اسکا چراغ گور نہ تا حشر گل ہوا
بندہ نواز یان تو یہ دیکھو کہ آدمی — جز و ضعیف محرم اسرار کل ہوا

اُس بن رہا چمن میں بھی اے ذوق دلخراش
ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگ گل ہوا

اس طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا — کاش میں عشق میں سرتا بقدم دل ہوتا
آسمان درد محبت کے جو قابل ہوتا — تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا
چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسمل شوق — دامن برق اگر دامن قاتل ہوتا
چین پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر — نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا
کرتا بیمار محبت کا مسیحا جو علاج — اتنا دق ہوتا کہ جینا اُسے مشکل ہوتا
ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم — رکھ کے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا
گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبوں میں مرے — زلف ہوتا ترے رخسار کا یا تل ہوتا
آتا کیون مصر میں کنعان سے نکل کر یوسف — جذبۂ شوق زلیخا جو نہ کامل ہوتا
موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان — ہے وہ خودبین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا
آپ آئینۂ ہستی میں ہے تو اپنا حریف — ورنہ یان کون تھا جو تیرا مقابل ہوتا
دل گرفتوں کی اگر خاک چمن میں ہوتی — تو جہان دیکھتے ہو غنچۂ دہان دل ہوتا
سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر تو ہے تو کیا — ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ ید اللہ کے ہاتھ
ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

جو نہ رنگ رخ ماتم کا یہان نمود ہوتا — تو زمین نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اسکو سود ہوتا
دل سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا

تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا
تو نہ پھر ظہور ہوتا نہ کہ یہ شہود ہوتا

تری بزم مین تو جلتا کہ تجھے بھی پہونچتی
جو یہ تخمین تھا وہ لکو جلنا تو بلا سے عود ہوتا

لب نازک اسکا کیونکر کبھو بار حرف اٹھاتے
کہ جو صدمہ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا

یہ حیات چند روزہ جو نہ سد راہ ہوتی
تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پہ ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا

نہ خاک ہوتا ظاہر جو سلگتا اپنے دل کا
تو شرار سنگ تربت مین بھی اپنے دود ہوتا

جو ہین سرگذشتہ انکو نہین دیتا سر کا مشکل
کہ وہ سر بکف نہ ہوتا جو نہ دست جود ہوتا

جو رقیب زر بکف ہین کبھی ہوتے سر بکف بھی
ترے جان نثار کا سا نہین دست جود ہوتا

ترے در کی جبہہ سائی اگر اشک اپنے کرتے
ہر قطرہ قطرہ پر اک اثر سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھسا نہین ذوق پہونچا ورنہ
شجر زقوم دوزخ مین بھی خشک دود ہوتا

اس نے جب ہاتھ بہت رد و بدل مین مارا
ہم نے دل اپنا اٹھا اپنی بغل مین مارا

آنکھ سے آنکھ لڑی پہ مجھے ڈر ہے دل کا
کہین یہ جائے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

دل کو اس کاکل پیچان سے نہ بل کرنا تھا
یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل مین مارا

چرخ بد بین کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشم زحل مین مارا

اس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی
کہ کبھی دم مین جلایا کبھی پل مین مارا

کون سنتا ہے تری زلف مین دلکی فریاد
کہ مسلمان کو ہے کافر کے عمل مین مارا

عرس کی شب بھی مری گور پہ دو پھول آئے
پتھر اک گنبد تربت کے کنول مین مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا

مذکور تری بزم مین کس کا نہین آتا — پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

جینا ہمین اصلا نظر اپنا نہین آتا — گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہین آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے — جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

بیجا ہے دلا اُسکے نہ آنے کی شکایت — کیا کیجیے گا فرمایئے اچھا نہین آتا

کس دن نہین ہوتا قلق ہجر سے مجھ کو — کس وقت مرا منھ کو کلیجا نہین آتا

ہم رونے پہ آجائین تو دریا ہی بہائین — شبنم کیطرح سے ہمین رونا نہین آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت — پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہین آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم مین — جو جاتا ہے یان سے وہ دوبارا نہین آتا

ساتھ اُنکے ہین ہم سایہ کے مانند ولیکن — اسپر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا

غافل ہے بہار چمن عمر جوانی — کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہین آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اُسپہ تقاضا — کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہین آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اُسکے — آجاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا

جاتی رہی زلفون کی لٹک دل سے ہمارے — افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا

جو کوچۂ قاتل مین گیا پھر وہ نہ آیا — کیا جانے مزا کیا ہے کہ جینا نہین آتا

آئے تو کہان جائے نہ تا جی سے کوئی جائے — جبتک نہین آتا اُسے غصا نہین آتا

دیتا دل مضطر کو ترے کچھ تو نشانی — پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہین آتا

آیا ہے دم آنکھون مین دم حسرت دیدار — پر لب پہ کبھی حرف تمنا نہین آتا

مین جاتا جہانسے ہون تو آتا نہین ما نیتک — کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہین آتا

قسمت ہی سے ناچار ہون اے ذوق وگرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکان نکل آیا — تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا

شب ہمنے تہیہ جو کیا توبہ کا ساقی
مغرب سے سحر مہر درخشاں نکل آیا

عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسف کنعان
در ہائے مقفل سے عزیزان نکل آیا

تنگ آکے جو دم تن سے نکلجائے تو جانون
زندان سے کوئی قیدی زندان نکل آیا

ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہر مقصود
دریا سے تہی پنجۂ مرجان نکل آیا

رات آہ مین یون سینے سے اک شعلہ سا چمکا
مین نے تو یہ جانا دلِ سوزان نکل آیا

ناقوس پہ کس دلسے کیا نالہ جان سوز
یان دلکا دھوان آہ سے بیجان نکل آیا

تھا کوچۂ قاتل مین شہادت کا دفینہ
کھودا جو کنوان گنجِ شہیدان نکل آیا

دل رکھکے کہین ذوق کا ہم بھول گئے تھے
تھا گم وہ کئی دن سے مگر ہان نکل آیا

[illegible]

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

بناتا ہے آئین الفت مین تجھکو
یہ شیوہ تری بیوفائی کا جھوٹا

نہ منھ ڈال خار آبلے مین کہ ہوگا
یہ ساغر ہے کہربائی کا جھوٹا

نہ کیون تیرے دانتون سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعوے کیا تھا صفائی کا جھوٹا

مجھے نعمتِ خلد سے بھی ہے بہتر
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

ترا قول ہاتھون مین چمکا رہا ہے
نگین خاتم دلربائی کا جھوٹا

رسائی ہوئی جب کہ دامن تک اُسکی
ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا

مرے لنگے ہوے اگر موت پاوے
یہ پانی مریضِ جدائی کا جھوٹا

اڑا کر کیا رنگ الفت کو رخ نے
یہ ساغر مئے دلربائی کا جھوٹا

گئے طاق ابرو مین تھے حضرت دل
تو دعوے ہوا پارسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
مگر وہ نہین آشنائی کا جھوٹا

یان تنگ عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا
چھلسے ہین سخت شکار کئے پر بھی شیر کا

جس گھر مین ہو لڑائی وہان آدمی نہین
کانٹا سمجھئے سِیہ کا یا گل کنیر کا

مجنون کی روح دشت مین مانند گردباد
کرتی طواف تھی ترے مجنون کے ڈھیر کا

ہین اُس صنم کے ملنے کے رستے تو سینکڑون
پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھیر کا

دم آچکا لبون پہ ہے آنکھون مین انتظار
بے دید جلد آ کہ نہین وقت دیر کا

چھوڑا نہ ایک دانۂ اختر سحر تلک
گردون کو لگ گیا جو مزا شب ٹھنگیر کا

کوٹھے پہ اُن کے خوب نچے آج رات کو
تھا ہاتھ آ گیا جو سہارا منڈیر کا

ہوتے زبان حال سے مضمون ہین وہ ادا
جس مین نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے ذوق خرقۂ درویش مرد کو
برقع کبھی نہ پائے گا نام و شیر کا

دریاے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا

بل بے گدازِ عشق کہ خون ہو کے دل کے ساتھ
سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون
کیا ڈیڑھ چُلو پانی مین ایمان بہ گیا

ہے موج بحرِ عشق وہ طوفان کہ الحفیظ
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا

دریاے اشک سے دمِ تحریر حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پانون کے آبلے
نالہ سا ایک سوے بیابان بہ گیا

تھا تو بہا مین بیش پر اس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعل بدخشان بہ گیا

کشتی سوار عمر ہین بحرِ فنا مین ہم
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

تھا ذوق پہلے دلی مین پنجاب کا سا حُسن
پر اب وہ پانی کہتے ہین ملتان بہ گیا

سرو عاشق ہو گیا اُس غیرتِ شمشاد کا
غل مچایا قمریون نے ہے مبارکباد کا

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا

روز مرگ عاشق ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شور ماتم غل مبارکباد کا

آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہیں یہ سخت جان
کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

کچھ گداز عشق میں ہوتا اثر تو دیکھتے
کوہ کے چشموں سے ہوتا خون رواں فرہاد کا

ہے سبق آموز شوخی گر پری کو چشم شوخ
کام لے موج نگہ سے سیلی استاد کا

سوزش غم سے ہزار دن داغ جل جلکر پڑے
ہو گیا سیر الکفن جامہ مگر حداد کا

سرو موج آب جو سے پاے در زنجیر ہے
دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا

آبداری ہے تری تلوار میں یا ہو گیا
آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقت قتل عام
کیوں نہ میں کشتہ ہوں اے قاتل تری اس یاد کا

میں ہوں جل کر میں لگی جس دن سے دنیا کی ہوا
حال میرا ہے بعینہ آسیاے باد کا

سر ترے کشتہ کا دیکھے گا نہ ہرگز روے خاک
لے اڑے گا شوق پابوسی اسے جلاد کا

سلسلہ میں لفظ و معنی کی نہ آیا دل کبھی
ابجد عالم میں گویا تھا الف آزاد کا

یوں تو ہے استاد شیطان پر کہوں کیا تجھکو دل
تو تو شاگردی میں بھی استاد ہے استاد کا

ذوق حیران ہے بہت فکر کشاد کار میں
یا علی مشکل کشا یہ وقت ہے امداد کا

---

مرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہان زخم سے خون ہو کے حرف آرزو نکلا

مرا گھر تیری منزلگاہ ہو ایسے کہاں طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا

پھرا گر آسمان تو شوق میں تیرے ہے سرگرداں
اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مئے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دوشیں
کہ تھا لبریز غم اس میکدہ سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

نہ تجھکو پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں تو نکلا

خجل اپنے گناہون سے ہون مین یانتک کہ جب رویا
تو جو آنسو مری آنکھون سے نکلا سر فرو نکلا

گھسے جب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی سرِ سوزن
مگر تھا دل مین جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جسکو
جسے یان دوست اپنا ہمنے جانا وہ عدو نکلا

جب بیجان ہون کوچۂ قاتل مین لوٹتا
قاتل ہے لوٹنے پہ مرے دل مین لوٹتا

لیلی کے شوقِ وصل مین مجنون کو دیکھنا
کیا کیا ہے راہِ ناقۂ محمل مین لوٹتا

غیرون سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیان
مین آگ پر ہون رشک سے محفل مین لوٹتا

دی لب نے تیرے غنچہ کو اکسیر مسکراہت
گل ہو کے ہے جو پارۂ عنادل مین لوٹتا

کعبہ کا رخ ہے اور ترے دردِ فراق سے
مین اے صنم ہون پہلی ہی منزل مین لوٹتا

دل کا سا ہوتا گر دُرِ غلطان کو اضطراب
پھرتا تمام دامنِ ساحل مین لوٹتا

سودائیون کے دل پہ تری یادِ زلف مین
اک سانپ سا ہے قیدِ سلاسل مین لوٹتا

کس کس مزے سے لوٹتے ہین میکدہ مین مست
ہے ایک کے جو ایک مقابل مین لوٹتا

بے آب تیغ ماہیِ بے آب کی طرح
اے ذوق دل ہے سینۂ بسمل مین لوٹتا

عالم ہے زندگی مین زمانہ شباب کا
گلشن مین برگ برگ ہے پھول آفتاب کا

جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تابِ عتاب کا
جلتا نہین ہے برق سے دامن سحاب کا

اے گلرخو نہ چھیڑنا دامن سحاب کا
دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا

اُس گل بغیر طوطیِ بسمل سے کم نہین
سبزہ مزارِ عاشق پہ اضطراب کا

صد پارہ دل ہے گنجفۂ عشق ہو گیا
اور ہر ورق پہ نقش ہے حکم آفتاب کا

ہے دل جلون کے واسطے نامہ بر تو خوب
اڑنا مگر محال ہے مرغ کباب کا

ٹپکے اگر عرق گل رخسار سے ترے
دریا مین ہر حباب ہو شیشہ گلاب کا

اے آفتاب تیرے رخ تابناک سے
کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہین ذوق ضبط آہ
موجِ دخان سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

نالہ جب دل سے چلا سینہ مین پھوڑا اٹکا
چلتی گاڑی مین دیا عشق نے روڑا اٹکا

جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف
کب تک اٹکا رہے دم آنکھون مین تھوڑا اٹکا

توسنِ عمرِ روان ہر نفس اڑتا ہی رہا
کبھی میدانِ فنا مین نہ یہ گھوڑا اٹکا

بھاگا مجنون مری وحشت سے بگولے کیطرح
سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا اٹکا

لے گئے مرکے بھی اے ذوق رکاوٹ دل مین
ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

ہر گام پہ رکھے ہے وہ یہ ہوشِ نقشِ پا
ہو خاکِ عاشقان نہ ہم آغوشِ نقشِ پا

افتادگان کو بے سر و سامان نہ جانیو
دامانِ خاک ہوتا ہے روپوشِ نقشِ پا

اعجازِ پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ مین
بول اُٹھے منہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا

اس رہگذر مین کس کو ہوئی فرصتِ مقام
بیٹھے ہے نقشِ پا بسر دوشِ نقشِ پا

جسمِ نزارِ خاک نشینانِ کوے عشق
یون ہے زمین پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا

فیضِ برہنہ پائی مجنون سے دشت مین
ہر آبلہ بنے ہے درِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق اُسکے ہم آغوشِ نقشِ پا

جل اُٹھا شمع نمط تارِ رگِ جان میرا
آہ روشن نہ ہوا کلبۂ احزان میرا

ملتے دیکھا جو لبِ زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمکدان میرا

کرکے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
دیکھ تر کیجو نہ خون سے کہین دامان میرا

اے جنون دن سے سوا راتکو روشن کر دے
مہر گردون ہو جو داغِ دلِ سوزان میرا

خارِ وحشت سے کہو چھوڑ دے دامن دلکا
ہے خطِ جادہ ترا چاک گریبان میرا

دھیان مین آئینہ رخ کے گئی جان نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیران میرا

اے جنون تو بھی ہو دنیا مین یونہین خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویران میرا

نظم معنی کا بکھر جائے ابھی حرف سے حرف
باندھین گر اہل سخن حال پریشان میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبون پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لب خندان میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھے خندان ہو جو وہ دیدۂ گریان میرا

رکھتے تھے جو کشورِ کسرا و قیصر زیرِ پا
ہے اُنہی کا آج سر با تاج و افسر زیرِ پا

اے جنون ہم پا برہنہ گرم پتھر زیرِ پا
دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھا ہے چھپکر زیرِ پا

تم چلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر زیرِ پا
پل ہون بحرِ اشک پر مژگان سراسر زیرِ پا

خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیرِ عشق
اب تو پارس ہوگا جو آئیگا پتھر زیرِ پا

میری آنکھونکو ملو تم لے کے تلوون کے تلے
کیون نشہ مین توڑتے ہو رکھ کے ساغر زیرِ پا

ہے نمازِ کشتۂ قامت بجائے جانماز
اے قیامت لا بچھا دامانِ محشر زیرِ پا

زیردستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز
جب دبے گا سانپ کاٹیگا مقرر زیرِ پا

ہین ترے مجنون کے مژگان وادیِ وحشت کے خار
راہ آنکھون کے نکل آئے ہین چبھکر زیرِ پا

بو نہ گل مہندی کے گلبن رشکِ گل گملون مین تو
آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا

فاتحہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ہے ادب
اپنے کفشِ پا کو رکھ لے پاسے باہر زیرِ پا

مین ہون وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت مین صبا
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیرِ پا

قصرِ تن کو ذوق سب غارت کریگا ایکدن
چونٹیون کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیرِ پا

دشمنِ جان یک بیک سارا زمانہ ہوگیا
ہائے تاثیرِ محبت یہ ستم کیا ہو گیا

تم مین تھا یا مجھ مین تھا دل پھر کھویا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگان کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دُبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہمنے اُن سے دوستی کی وہ مین کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہمنے اور وان کیا ہو گیا

بادۂ گلگون نے رنگِ رُخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گلرنگ مکھڑا پھر بھبھوکا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شور ماتم تھا کہ اک عالم مین برپا ہو گیا

تم نے کل عزم سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام
لو سفر یان آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلوائے حضرت دل سو چکا ملنا بس اب
آج گھر مین غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا ایک جانتا ہے نگاہون پر تری
جس نظر سے آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ہو گیا

خط لکھا مجھکو تو اُس مین نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہون قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب مین نے کہا ہو شعلہ خو
اس لطیفہ سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

غیر کے گھر ہم سے تو اڑ کر اگر پہنچا تو کیا
تیرے جانے کا تو اک عالم مین چرچا ہو گیا

گرم ہو کر آتا ہے منھ پر مرے طفلِ سرشک
دیکھ کیا اے چشمِ تر اتنا یہ لڑکا ہو گیا

کر دیا تیغ نگہ نے ایک عالم کا ہے خون
نام بدنام اے صنم ناحق قضا کا ہو گیا

یادِ زلفِ عنبرین مین رات یہ آہین بھرین
گنبد گردون سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق نے ہو زلف کو چھیڑا تو لے مجھسے قسم
تو نے خود چھیڑا اُسے اور برہم اتنا ہو گیا

کوہ کے چشمون سے اشکون کو نکلتے دیکھا
اے صنم پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا

ضعف سے سینہ مین آتا ہے مرا دم جس طرح
ریگ کو شیشۂ ساعت مین نہ چلتے دیکھا

تھا مین اس باغ مین نخلِ گلِ آتشبازی
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا مہ کو فروغ
آگے کالے کے دیا لینے ہے جلتے دیکھا

اے صبا جنبشِ سبزہ کے سوا کس کو بھلا
مورچھل گورِ غریبان پہ ہے جھلتے دیکھا

جو چڑھا اوج فنا پردہ گرا سایہ نمط
پانوں اس کوٹھے پہ ہے سب کا پھسلتے دیکھا

کوے جانان مین ہے دل جلسا گیا قابو سے
ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا

زلف کہتی ہے در گوش سے دکھلاوے کوئی
گر سر بیضہ سے ناگن کو ہو ٹلتے دیکھا

کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی
شاخ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا

اشک کو لیتا نہ دامن مین تو کیا کرتا مین
گاہوارہ مین یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات مین جو آبحیات
تجکو دانتون پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا

کوے جانان سے ہم اور خلد سے آدم نکلے
اُن کو دیکھا نہین پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتش غم سے اے ذوق
سامنے آنکھون کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

برنگ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا
کہ ہے باغ جہان مین غنچۂ تصویر دل میرا

خط عارض کا تیرے رات دن جو دھیان رکھتا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآن با تفسیر دل میرا

ورق پر سینہ کے کھینچا ہے تار اشک سے سطر
کریگا شرح درد عشق کی تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ ذرا اے آسمان تکیہ اپنے دامن کو
زمین پر کھینچتا ہے نالۂ شبگیر دل میرا

بتون کی سرد مہری نے کھلادی زعفران لیکن
کرے کیا گر مجوشی ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشم فسون گر نے کہان سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ مین اے پری تسخیر دل میرا

تصور مین کسی تیغ نگہ کے کشور الفت
ہوا تسخیر کر کے صاحب شمشیر دل میرا

بتو گر حسن کی دولت ہے تم ہو بن گئے پارس
ہوا ہے کیمیاے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر اُنکو پہنے اُس نے دیکھا تھا
ہے ابتک پہنے تار اشک کی زنجیر دل میرا

نشان تو رہنے دے قاتل ذرا سا خون لگا دو نین
قیامت مین ترا تا ہو وے دامنگیر دل میرا

بتون کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی مین
کریگا شہر شہر اک دن سب مجھے تشہیر دل میرا

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہین لانا اچھا
وہ جو کچھ کہوین تو تم بھی کہے جانا اچھا

تم نے دشمن ہے جو اپنا ہمین جانا اچھا
یار نادان سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا

پھول گل مہندی کے لالا کے نہ ہاتھون ملو
خونِ عاشق نہین مرقد پہ بہانا اچھا

طائرِ جان کے سوا کوچۂ جانان کیطرف
نامہ بر کون ہے جو کیجے روانا اچھا

طاقِ ابرو کے تصوّر مین دلا کھینچ نہ آہ
سمتِ کعبہ پہ نہین تیر لگانا اچھا

بدگمان دیکھو کچھ اس مین بھی نہ ڈالین رخنہ
روزنِ در سے نہین آنکھ لڑانا اچھا

آتشِ عشق ہے سینہ مین دبی دیکھ اے چشم
اب نہین دامنِ مژگان کا ہلانا اچھا

بیٹھ رہ کر کے قناعت کہ بمشکل مہِ نو
چھوڑے آدھی تو نہین ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اُڑکر
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہین نشانا اچھا

یان تو دم مین نہین دم اور وہ لیے تیغِ دودم
کہتے ہین دیکھو نہین دم کا چُرانا اچھا

طرۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفون کو
لا دُرّہ کہ یہی اسکو ہے ستانا اچھا

ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پہ ہاتھ
کہ گھٹا مین نہین ہمت کا گھٹانا اچھا

جل کے گر قطرۂ خون دل کا ہوا اشک آلود
تو نہین نیچہ مژگان سے گرانا اچھا

گردشِ عمر ہین تسبیحِ سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہانا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

چاہے عالم مین فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ چمکے ہے شرر ہوتے ہی پتھر سے جدا

کیجو شاطہ نہ سبزہ گوشِ دلبر سے جدا
برا ہے گر رکھین مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یارب ہو زلفِ عنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے یہ سودا ہو سر سے جدا

لکھے شرح سوزشِ ہجران جو تیرا بیقرار
ہون تڑپ کر جون شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

خندق پاے نگارین کا ہون مین عود ازدہ
قطرۂ خون بھی نہ ہوگا نوکِ نشتر سے جدا

شیشۂ دل مین ہے کیا چمکا شرار عشق یار
شیشہ گر رکھو تو بھی شیشہ کو نہ اخگر سے جدا

خط شرح ناتوانی ہو گیا اُڑتے ہی آہ
جون پر کمزور بازوئے کبوتر سے جدا

حضرت آدم کو شیطان نے نکالا خلد سے
غیر نے ہمکو کیا ہے کوے دلبر سے جدا

ذوق ہے ترک وطن مین صاف نقص آبرو
بکتے پھرتے ہین گہر ہوکر سمندر سے جدا

لخت دل اور اشک تر دونون ہم دونون جدا
ہین روان و ہمسفر دونون ہم دونون جدا

ہین نہ چکوا ہون نہ وہ چکوی پھر یہ آخر کس لیے
رہتے ہین شب تا سحر دونون ہم دونون جدا

وصل کی شب نکہت و گل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہین باہم گر دونون ہم دونون جدا

شکل عکس و آئنہ تیرا خیال اور میرا دل
آسٹے ہین سیمبر دونون ہم دونون جدا

ذوق ہین سینہ مین اوراق جلاجل کی طرح
دل جگر با شور و شر دونون ہم دونون جدا

لعل لب و دندان صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
صُمٌّ بُکمٌ کہکے ہے گویا ہم نے زبان کو لال کیا

لیگا دلا اس عشق سے کیا تو جس نے ہے کوہ و صحرا مین
مجنون کا وہ حال کیا فرہاد کا ہے وہ حال کیا

پھرتا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے بسکہ شب و روز آنکھون
دل نے روشن ہو کے شب فرقت کو ہے روز وصال کیا

آتش گل ہوئی روشن وہان یہان چمکا ہمارے دلکا جنون
موسم گل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا

سادہ رخون سے کی جو محبت تیری ہی تھی یہ سادہ دلی
منھ پر چڑھکر اُس شوخ کے اپنا کالا منھ آ خال کیا

مو قلم ایسا لاؤن کہان سے جو یہ کرے تحریر آہین
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موے تن ہے وبال کیا

نامۂ یار کو رکھ دیجو تو ہمدم میرے زیر کفن
نامہ جواب نامہ ہے اپنا وہان جو کسی نے سوال کیا

شمع نمط ہر خار جنون کی اُنگلی لگلی جاتی ہے
آبلون مین تیزاب تھا گر تو ناحق کیون پامال کیا

آگ ہے دلمین درد جگر مین آنکھ مین آنسو لب پہ فغان
عشق نے اُس کے ذوق ہمارا دیکھ لو ہے یہ حال کیا

ہجر مین کیا کیا مرض ہے سنگدل پیدا ہوا / ہول دل پیدا ہوا آزار سل پیدا ہوا

تیرہ بختی بھی اُسی دن اپنی روشن ہوگئی / روے تابان پر تمھارے جب کہ تل پیدا ہوا

یا الٰہی کیا کہون تیری عنایت کے سوا / مین نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا

غیر کے چھلّے سے وان تونے جو گل کھائے تو یان / داغ تازہ داغ دل کے متصل پیدا ہوا

اُس لب لعلین پہ ہے یہ جلوہ رنگ مسی / یا کہ نافرمان ولالہ مشتمل پیدا ہوا

کر کے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا / وہم کیا دل مین یہ اے پیمان گسل پیدا ہوا

خاکساری نے اُسی دن روشنی پائی تھی ذوق / آدم خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

---

رکھ دل جلون کی خاک پہ تو با فراغ پا / سوز درون وہی ہے پہ ہونگے نہ داغ پا

تو باغ مین رکھے اگر اے رشک باغ پا / پھر آئے وان خزان تو وہین ہووین داغ پا

وہ اور میرے گھر مین رقیبون کو لے کے آئے / بلبل کے آشیان مین رکھے حیف زاغ پا

گر کوے یار مین نہین ملتا پتا تو پھر / تو کوے زلف یار مین دل کا سراغ پا

رودیگی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشم آبلہ / جوش جنون مین رکھ نہ سوے کوہ و راغ پا

ہم دل جلون کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم / اس سے تو ڈال دیکھو میان اجاغ پا

اُس گل سے گر اجازت پابوس ہو نصیب / ہو جائے جوم جوم کے دل باغ باغ پا

اُچھلے ہے شیخ وجد مین اس طرح بار بار / جس طرح بد لگام ہو گھوڑا چراغ پا

ساقی کا دور چشم ہو گر بر کنار آب / پائے حباب آب روان سے ایاغ پا

ہے جی مین آب جو منظا اے سرو خوشخرام / دھو دھو پیا کرین ترے سب بے دماغ پا

اے ذوق کیون چمن مین وہ گل جا بے جسکے ہون / رنگ حنا سے غیرت صد پائین باغ پا

---

تجھ کو یوسف سے کیا حسن مین برتر پیدا / گر کیا اُسکو پیمبر تجھے کافر پیدا

ہو جہان کشتۂ مژگان کا تمھارے مدفن
عوض سبزہ ہو وان خاک سے نشتر پیدا

عاجزی سے رہے آٹے نہ ہوا مین کمزور
موت ہے چیونٹی کی ہو وین اگر پر پیدا

قصد پرواز کرے کیون نہ مرا طائر روح
تیرے خنجر سے جو پہلو مین ہو نشتر پیدا

خط ترے شعلۂ رخسار پہ ہے معجز حسن
ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا

خاک دل سوختہ یک مشت ہو گر صرف چمن
ہو وین غنچون کی جگہ باغ مین اخگر پیدا

رخ روشن پہ عیان ہین جو عرق کے قطرے
کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا

درفشان وقت سخن ہین لب رنگین تیرے
ہوتے گویا ہین یہان لعل سے گوہر پیدا

اشک گرم ایک بھی دریا مین جو ٹپکے میرا
جاے ماہی ہو تہ آب سمندر پیدا

آسمان سخت مزاجون کو ہنر دیتا ہے
دیکھ لو ہوتے ہین فولاد مین جوہر پیدا

سر کٹانے مین مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے
سر ہر موے بدن ہووے جدا سر پیدا

بے مکین ہوتی نہین زیب مکان کی اے ذوق
خانۂ دل ہے تو کر لو رخ دلبر پیدا

[illegible]

ترے ہاتھون کوئی آوارہ اے گردون نہ ٹھہریگا
و لیکن تو بھی گر چاہے کہ مین ٹھہرون نہ ٹھہریگا

جو تھک کر ناقۂ لیلے سر ہامون نہ ٹھہریگا
اگر سو کوس ہوگا بجذ تو مجنون نہ ٹھہریگا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جاے مستغنی
اگر ہاتھ آئیگا گنجینۂ قارون نہ ٹھہریگا

گرا ہون چشم ساقی سے مری تصویر مین بھی گر
بناویگا کوئی خام مئے گلگون نہ ٹھہریگا

سر بالین ابھی سے ہمدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے
ابھی سے کیا کہون حال دل محزون نہ ٹھہریگا

بتاتے ہو علاج اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو آب نزلہ ہے کہ بے افیون نہ ٹھہریگا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ بھی قاتل
نہ ٹھہرا ہے زمین پر عاشق محزون نہ ٹھہریگا

قتل کرتی ہے نگہ شہرہ نگاہ یار کا
سچ کہا ہے باڑھ کاٹے نام ہو تلوار کا

گرد کھاؤن عالم اپنے نالہاے زار کا
کام لون ہر تار مو سے تارِ موسیقار کا

کوچۂ زلفِ بتان مین دل پڑا ہوگا کہین
بوجھتے ہو کیا ٹھکانا اُس جدائی خوار کا

کعبہ کے دیوار و در سے نور کے جلوے اُٹھین
گر پڑے سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا

آنسوون مین شمع بالین سے برستے ہین جو پھول
ہین شہیدِ ناز ہون کس آتشین رخسار کا

استخوان اس سوختہ جان کی نہ کھانا زینہار
اے ہما یہ رزق ہے مرغانِ آتشخوار کا

نالۂ بلبل مین گر پیدا اثر ہو جائیگا
خندۂ گل خندۂ زخمِ جگر ہو جائیگا

کشتیِ بحرِ شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ
اب ادھر سے دیکھنا دم مین اُدھر ہو جائیگا

ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائیگا خبر
کیا خبر تھی جا کے وان خود بے خبر ہو جائیگا

شکل تو دیکھو مصور کھینچے گا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر اُس کو دیکھکر ہو جائیگا

آدم دوبارہ سوے بہشتِ برین گیا
دیکھو جہان خراب ہوا پھر وہین گیا

دنیا گئی کہ عشق مین ایمان و دین گیا
وہ مل گیا تو جانئے کچھ بھی نہین گیا

خورشید وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ زمین گیا

دیکھا کہین نہ اسکو جو دیکھا تو اپنے پاس
مین دور دور جون نگہِ دوربین گیا

کیا کیا مزا نہ تیرے ستم کا اُٹھا لیا
ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اُٹھا لیا

یون لائے وان سے ہم دلِ سیپارہ کر جمع
دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جو بار آسمان و زمین سے نہ اُٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا اُٹھا لیا

سر ہم نے جب سے پاے صنم پر ہے رکھدیا
دونون جہان سے دستِ تمنا اُٹھا لیا

کیا کہین اُس سے جو ہو ہم سے زیادہ جانتا — وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا
بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیون بشر مستِ غرور — گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا
کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ بالا کی سیر — ہے فلک پر کہکشان کو خطِ جادہ جانتا

آفتابِ حسن کو کیا خاکسارون کا ہو درد
پا فتادہ کا ہے دروازِ پا فتادہ جانتا

کرون دردِ آشنا کیونکر دلِ احباب اپنا سا — بلا سے جیسا مین ہون ڈھونڈھون کیون بتاب اپنا سا
ملک سجدہ کرین آدم کو کیا ذرہ نوازی ہے — دیا بندہ کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا سا

---

آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا — آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا
کیا طبع مین جودت ہے جٹ دل کی اڑا جانا — ہونٹون کا یہان ہلنا وہان بات کا پا جانا

---

اے دل نہ راہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا — یان اژدہا ہے ہر خطِ جادہ سمجھ کے جا
عیاریون سے یار کی نالان ہے کیون دلا — اُسکو نہ اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا

---

اگر رقصان نہ سر اپنا سنان یار پر دیکھا — تو سربازی کا اپنے کیا تماشا اپنا سر دیکھا
جہان باریک بین و ناتوان بین اسقدر دیکھا — ہلالِ اُنتیسوین کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

---

رہیگا تشنہ لب سیراب یہ بسمل نہ ہو ویگا — میسر جب تک آبِ خنجرِ قاتل نہ ہو ویگا
کوئی اے لالہ رو اس حسن کا قائل نہ ہو ویگا — اگر مہر گواہی میرا داغِ دل نہ ہو ویگا

---

چاندنی نے رات تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا — مجھ کو ماہتابی پر دھوپ مین بٹھایا تھا

| | |
|---|---|
| بعد فراق کوئی دن ایسا نہ وصل کا ہوا | وہ کہین تم کو کیا ہوا ہم کہین تم کو کیا ہوا |
| آدمی گر ہو مکدر کیا قصور ادراک کا | خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا |
| کیون کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا | کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا |
| وہ دیکھین کس طرح ہے روزِ فرقت دیکھکر جیتا | کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھکر جیتا |
| جب قیامت قد ترا اے رشک گلشن بن گیا | اخترِ صبحِ قیامت خالِ گردن بن گیا |
| نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا | ورنہ آدم مین دھرا کیا تھا وہی اک پردہ تھا |
| بعد قافِ عشق تھا جو درسِ مکتب خانہ تھا | کاف کن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا نہ تھا |
| مژہ پیکان کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا | مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا |
| بل بے گریہ گل زمین ہو کر قدم گڑنے لگا | اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا |
| دل کی طپش سے زخم جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا | طائر جان جو رشتہ بپا تھا فرصت پاکر چھوٹ گیا |
| ضبطِ گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا | چشم کے کوزہ مین دریا بند کر دکھلا دیا |

ہاتھ آکر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا
ہوسِ صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا
نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکان کا

دل کہان جس پر گمان ہو غنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینہ مین خون آلودہ پیکان تیر کا

چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیون کریگا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا

عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اُچھلنا کودنا

مسجد مین اُس نے ہم کو آنکھین دکھا کے مارا
کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا

ہوئے انسان ہم دردِ محبت کے لیئے پیدا
فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کے لیئے پیدا

یارب یہ اس زمانہ کے لوگون کو کیا ہوا
جس کا برا ہو اُن کو یہ کہنا بھلا ہوا

آج غصہ سے ادھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا
بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل اُٹھ گیا

آخر گلِ اپنی خاک درِ میکدہ ہوئی
پہنچی وہین یہ خاک جہان کا خمیر تھا

ہو گیا نامۂ شوق اُن کو سبب زہر میرا
کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

کچھ راز نہان دل کا بیان ہو نہین سکتا
گونگے کا سا ہے خواب بیان ہو نہین سکتا

سبزۂ خط اے خضر طریقت کہتا ہے بسم الخط ہے جلا!
خط بتان ہے خط الٰہی لکھے ہوئے پڑھے خدا

## ردیف باے موحدہ

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب
لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جام شراب

لب تمک اُسکے جو ہوئی دسترس جام شراب
بنگیا خال لب اُسکا مگس جام شراب

جھیکا مستی مین وہ صاحب ہوس جام شراب
عکس خال اپنا جو سمجھا مگس جام شراب

بازگشت اپنی ہے یون جانب قسام ازل
جیسے ساقی کی طرف بازپس جام شراب

دست بدست سے کی لوٹ کے فریاد بہت
نہ ہوا کوئی کبھی فریادرس جام شراب

جوش مستی ہے عجب قافلہ جسمین کہ نہین
بے شکست ایک صداے جرس جام شراب

محتسب شعلۂ آواز سے جل جائیگا
ٹوٹا گر ایک دل آتش نفس جام شراب

رات میخانے مین ساقی جو نشے مین بہکا
حسن شیشہ کو لگا کہنے حسن جام شراب

مرغ دل نرگس میگون کی ہے فرقت مین اسیر
تازہ مضمون ہے جو باندھون قفس جام شراب

دل شکستہ ہون وہ مین ٹوٹگئے ہون سو ٹکڑے
نام لکھدے جو کوئی میرا لبس جام شراب

ساقی اُس دور مین کب آنکھ چرا سکتا ہے
رات بھر گشت کرے ہے عسس جام شراب

نوشدارو سے بھی بہتر ہے دم رنج خمار
ساقیا شربت فریادرس جام شراب

بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زبان ہے جو وہان جرس جام شراب

اہل چشم سیہ مست کو تیرے دیکھا
ورنہ ابتک نہ سنا تھا فرس جام شراب

سمجھے میخانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سر جمشید پہ اُڑکر مگس جام شراب

نخل مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو
پہلے پہونچے ثمر پیش رس جام شراب

بادۂ صاف مین آیا ہے کہاں سے تنکا
مجکو دے بوسۂ دندان بھی پس از بوسۂ لب

عکس مژگان ترا سیکش ہے خس جام شراب
اچھے نقل نمکین چند پس جام شراب

ذوق جلدی مئے گلرنگ سے بھر ساغر گل
لب نازک کو ہے اُسکے ہوس جام شراب

ہو ہجر مدتون جو ہو وصل ایکدم نصیب
کم ہوگا کوئی مجھسا محبت مین کم نصیب

ہون میری خاک کو جو تمھارے قدم نصیب
کھایا کرین نصیب کی میرے قسم نصیب

بہتر ہین لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنے رہے نصیب کہ ہون یہ ستم نصیب

ماہی ہو یا ہو ماہ وہ دے ایک یا ہزار
بیداغ ہون نہ دست فلک سے درم نصیب

ہے خوش نصیب عشق مین اے بوالہوس وہی
جسکو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد سے نہ ہووے تو
ہر دم ہے تجکو سیر وجود و عدم نصیب

سو بار جون قلم ہو زبان شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثل زبان قلم نصیب

مجنون سیاہ خیمۂ لیلی کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجکو طواف حرم نصیب

دے جسکو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے
ساقی دئیے خدا نے اُسے مثل جم نصیب

ایمان ہے ترا شوق لقا جس کو یہ نہو
دیدار اُسے خدا کا نہو اے صنم نصیب

جاتے ہین کوے یار اب اسمین جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہین آج اپنے ہم نصیب

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منھ سے اُجرت کی طلب

حشر تک دلمین رہی اُس سرو قامت کی طلب
یہ طلب اپنی بھی یارب کس قیامت کی طلب

دل سُلگ جائے نہ جبتک اور ٹھہر کر جائے نہ جان
کم نہو قلیان کش سوز محبت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیے
اور یہان فرصت کہان جو کیجیے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آب بقا
ہے ہمین کب اے سکندر ایسی دولت کی طلب

دور رہ اور دیر ست رہ سامنے مثلِ ہلال — شہر میں تجھکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عیش میں حرص اسقدر اپنی کہ ہے — غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

ہو کے دل غمزہ کا بسمل بار پر دیتا ہے دم — کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے — تو کبھی ہرگز نہ کر تو اُس سے راحت کی طلب

بطنِ مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے — یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

گر گلستانِ جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادہ دل سے اپنے ذوقؔ وسعت کی طلب

کرے ہے شرع کا پاس نمک حرام شراب — حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

وہ ایسا ماہِ مبارک یہ ایسا کارِ سعید — شروع دیکھ کے کیجے مہِ صیام شراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوقِ عقبیٰ پر
دوام بکتی ہے اس میکدہ میں وام شراب

اُس بتِ نامہربان کو ہے پسند اپنا رقیب — ورد و اسماءِ الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

## ردیف تاے مثناۃ

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت — لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درم و دامِ محبت — مژدہ تجھے اے خواہشِ انعامِ محبت

ہر روز اُڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق — دو چار اسیرِ قفس و دامِ محبت

مانندِ کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ — دل سوز ترے بسترِ آرامِ محبت

کاسہ میں فلک کے نہ رہے نام کو زہر آب — دھر کھینچے اگر تشنہ لبِ جامِ محبت

شوقِ حرم کوچۂ قاتل میں کفن کو — ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت

کی جس سے رہ و رسمِ محبت اُسے مارا — پیغامِ قضا ہے ترا پیغامِ محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مئے جامِ محبت

ایمان کو گرو رکھے نہ یوں کفر کو لے مول
کافر ہو گرویدۂ اسلامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بل اُس زینے پہ تا بامِ محبت

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت
پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار پشت

حوروں کے گر ہو بچۂ مژگاں سے پشت خار
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بماہ ہیں دستِ فلک سے داغ
واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک نہ تجھ سا ماہوش
نہ پشت تک تو کیا کہ ہو نہ ہزار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر بشر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایکبار پشت

ہو جائے ہے زیادہ گرانباری گناہ
پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغ نگاہ کے
دکھلائے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا نہ ہو بعد مرگ بھی
لگنے نہ دے زمیں سے دلِ بیقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

## ردیف جیم تازی

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

ہے وہ آزارِ محبت سے دلِ زار کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

دیدۂ آبلہ پا کا ہے یہی تو رونا
کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج

جا بجا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو ہے جو ناکامی فرہاد کا کہسار کو رنج
کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا اور نہ ہوتا ہے سوا مرغ گرفتار کو رنج
شربتِ خضر بھی دے ہے روشِ تلخی مرگ تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج
راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونوں لیکن یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج
سخت جانی سے ہوں لاچار وگرنہ مجھے نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج
سُن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں بیدرد یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مرغ گرفتار کو رنج

ہوش کو بیچ کے لے دارو بیہوشی تو
ذوق بے ہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

## ردیف جیم فارسی

اُس پری کو تو نے حیف اے دلِ بیمار تو کھینچ اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ
یوں گلوے تشنہ میں وہ آبِ خنجر ہو فرو جیسے تفتیدہ زمیں لے ایکدم میں آب کھینچ
عاشقِ رسوا کے خط میں کیا تکلف چاہیئے چار حرف اک پرچہ پر تو یوں ہی بے القاب کھینچ
وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے لے گیا خط ذقن کو دل سوے گرداب کھینچ

## ردیف حاے حطی

فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمانِ صبح ہوگی اذان گور ہماری اذانِ صبح
پر نور ہے تراخ سیمیں لبانِ صبح آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشانِ صبح
تار شعاعِ مہر بھی رنگِ شفق میں روز ماتم میں ہے مرے مژہ خونچکانِ صبح
گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں راتدن یہ میرے نالۂ شب و آہ و فغانِ صبح

پیسے یہ دانت رات نے مجھپر کہ گھس گئے
انجم کے جتنے دانت تھے زیب دہانِ صبح

یون پہنچے اُسکی زلف مین عارض سے جان و دل
منزل پہ پہونچین رات کو جون رہروانِ صبح

اب میکدہ مین رات کو ناقوس پھونکیئے
مسجد مین مدتون رہے تسبیح خوانِ صبح

ریش سفید شیخ مین ہے ظلمت فریب
اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمانِ صبح

اے ذوق کچھ نہ پایا شب وصل کا مزا
یا آج صبح ہم نہین یا طائران صبح

ٹھہری ہے اُنکے آنے کی یان کل پہ جا صلاح
اے جان بر لب آمدہ اب تیری کیا صلاح

منظور چشم یار ہے سب عین مصلحت
پوچھے بلاکشون سے کسی کی بلا صلاح

سیدھے ہی جائین کعبہ کو بیت الصنم سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنم کج ادا صلاح

اُس چشم مست کے ہین خراباتیون مین ہم
تقوی کجا و زہد کجا و کجا صلاح

کیا جان میری جان کے درپے وہ ہو سکے
غمزہ سے تیرے پوچھے نہ جبتک قضا صلاح

اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

رہتا ہے اپنا عشق مین یون دل سے مشورہ
جسطرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتون سے تو
دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا صلاح

کرتی خراب اُسی کو ہے تیر نگاہ مست
جسکو کہ دیکھتی ہے نکوکار با صلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہین آج
چشم و نگاہ مشورہ ناز و ادا صلاح

منظور گر ہو قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاح نیک مین کیا پوچھنا صلاح

قلابے آسمان و زمین کے ملا نہ تو
اُس مہروش سے ملنے کی ناصح بتا صلاح

ہے یہ مرا رفیق یہی ہے مرا شفیق
لون کس سے وانکے جانے کی دل کے سوا صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

## ردیف خاے معجمہ

تھی زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ
قطروں سے پر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ

اُس قد کو کیونکہ کہئے نہال چمن کی شاخ
لائیگی وہ کہاں سے ادا بانکپن کی شاخ

ابرو پہ اُسکے خال ہے کیا زاغ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخ نشیمن ہرن کی شاخ

دکھلائی اُس کے سرمۂ دنبالہ دار نے
آنکھوں سے ہمکو نرگس ہاروت فن کی شاخ

تا ناف اُس صبیح کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینہ پہ ہے نسترن کی شاخ

دل باغ و عشق نخل کہ جس مین ہزار ہا
حسرت کے برگ الم کے ثمر ہین حزن کی شاخ

بے بہرہ انتفاع سے رہتے ہین پر جفا
ممکن نہین کہ لائے ثمر کرگدن کی شاخ

کہنی تھی چوب تیشہ مری طرح ایک دن
سوکھے گی نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

جب سے پڑا ہے باغ مین جھولا ترے لئے
ممنون باغ مین ہے نہایت رسن کی شاخ

لچکے ہے یون کمر تری وقت خرام ناز
جنبان ہو جون نسیم چمن سے سمن کی شاخ

حیران ہون دیکھ خال کو ابروے یار پر
گل نیلوفر کا لائی ہے کیونکر ہرن کی شاخ

ہے جوش پارہ پارۂ دل ہر مژہ پہ یون
لائے نہال کو بلین جس طرح گلبن کی شاخ

مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ بھی اُسکے اک شجر مکر و فن کی شاخ

دیتی ہے سر پہ بلبل آتش نفس کو جا
رکھی ہی کیا چمن مین ہوس سوختن کی شاخ

ہے نعش تیرے کشتۂ بیکس کی دشت مین
گویا کہ اک نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

جز شمع استخوان صفا کیش زیر خاک
دیکھی نہ ہے سنی گل صبح کفن کی شاخ

نے برگ ہے نہ غنچہ نہ گل ہے نہ ہے ثمر
ہین خشک [illegible] سے ہون گویا ہرن کی شاخ

ریشم کا لچھا ہاتھ مین اسکے نہین دلا
بیچ یاسمن کا سانپ ہے وہ یاسمن کی شاخ

بچھڑے جلانے والون سے وحشی نہ مرکے بھی
تکیہ بھی قبر کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

تشبیہ کیونکہ دون مژہ خون فشان سے مین ‌ مرجان کی شاخ کب ہے بھلا اس پھبن کی شاخ

صیاد مین چمن سے ہون مایوس چاہیئے ‌ چوب قفس بھی ہو تو نہال چمن کی شاخ

باریک بین بتاتے ہین جس کو تری کمر ‌ یا کوئی موے تن ہے و یا موے تن کی شاخ

گل نوردتن مرا دم روئیدگی ہو ‌ ہے آشیان بلبل گلشن وطن کی شاخ

دیوے خراش دل کو نہ کیونکر وہ نازنین ‌ رکھتی ہے خار سینکڑون نازک بدن کی شاخ

دکھلائے باغ مین قد رعنا جو اپنا تو ‌ قمری کے حق مین دار ہو سرو چمن کی شاخ

[illegible] ذی کو سرکشی سے میسر ہوا عتبار ‌ نکلے ہے طول عمر سے مار کہن کی شاخ

ہوتی ہے وحشیون پہ پس از مرگ بھی شکست ‌ زور آزمائیون کے لیئے ہے ہرن کی شاخ

شاخ نبات کو نئے قلیان نہ منہ لگائے ‌ ایسی مصاحبت سی لگی اُس دہن کی شاخ

ہے فیض سے وقار کہ میری نگاہ مین ‌ جس شاخ مین ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ

آخر یہ دستگیری تیشہ نے پھل دیا ‌ کی قطع نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

بدخصلتون کو کرتا ہے بالا نشین فلک ‌ اونچی ہے آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ

رہتے ہین کشمکش مین پس از مرگ پر جفا ‌ آخر کو زیر ارہ کٹی کر گدن کی شاخ

بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو ‌ شاخین بھی گر لگائین تو لیکر ہرن کی شاخ

ہر صید کی کمر سے گئی ٹوٹ جس گھڑی ‌ ٹوٹی کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ

تاثیر بیکسی سے ہو سارا درخت خشک ‌ ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ

ہے سیب باغ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی ‌ جب سے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

سوفار کا دہن جو ہوا خون دل سے سرخ ‌ تیر اس کا بن گیا ہے گل خندہ زن کی شاخ

نا یھی سیب باغ خلد کو کب پہنچی اوج قدر ‌ لیکن مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

لکھ ذوق اُس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے ‌ سرسبز تیرے گلشن باغ سخن کی شاخ

وہ کون شاہ اکبر ثانی کہ جس کو روز ‌ مجرا کرے ہے جھک کے نہال چمن کی شاخ

اُس کی دعاے حرز پڑھے جوش غنچہ سے ۔ تسبیح ایک لے کے عقیق یمن کی شاخ
کر دے جو وہ نہال تو لائے ابھی نکال ۔ پروین کا خوشہ گاو سپہر کہن کی شاخ
پھر تصدق آئے زرِ گل کو لے صبا ۔ کرنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ
پہونچائے اُس کا مژدۂ صحت جو باغبین ۔ سجدہ مین پھر شکر جھکے نارون کی شاخ
ہمسر ہے آج خضر ارم سیر سے شجر ۔ ہم قد ہے آج یوسفِ گل پیرہن کی شاخ
گرمی عدل اُس کی اگر ہو ستم گداز ۔ پگھلے برنگِ شمع ابھی کرگدن کی شاخ
مطلع وہ پر بہار لکھون اُسکی مدح مین ۔ مصرع کو جسکے سن کے کٹے نسترن کی شاخ

تیرے بہار فیض سے نخل کہن کی شاخ
سرسبز یون ہے جیسے کہ سرو چمن کی شاخ

تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہو اگر ۔ ہمسر ہو شاخ نخل ارم سے ہرن کی شاخ
شاہا یہ تیرا دستِ سخا باغِ دہر مین ۔ گویا کہ نکلی ہے کرم ذوالمنن کی شاخ
گر تیرا حفظ ہو چمن بندِ روزگار ۔ آبِ نقرہ سے سبز ہو سرو چمن کی شاخ
صرصر کا سارا خاک مین ملجائے زور و شور ۔ چھیڑے گر آشیانہ مرغِ چمن کی شاخ
دیکھے جو تیرا قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے ۔ وقتِ کشش کمانِ سپہر کہن کی شاخ
تیرے عصا کو اُس سے مین تشبیہ کیونکہ دون ۔ ہے شاخ سدرہ ایک کنار کہن کی شاخ
تاثیر تیرا زر ضعیفون کو دے اگر ۔ ٹوٹے نہ بیلتین سے بھی نازک بدن کی شاخ
بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے ۔ خرطوم سے لپٹ کے بصورت رسن کی شاخ
منظور گر خزانہ مین ہو تجھ کو شاخِ زر ۔ طیار ہو وہین زر جوز سے کرن کی شاخ
ہاتھی کو تیرے چاہیئے لکڑی تو دشت مین ۔ خرطوم سے اُکھاڑ لے وہ کرگدن کی شاخ
دانتون کو اُسکے دیکھ کے لرزان ہے مثل بید ۔ صد دیو کوہ پیکر البرز تن کی شاخ
گلگون سے تیرے بڑھ نہ سکے یک قدم صبا ۔ سو تازیانے مارے نہال چمن کی شاخ

ہو تیرا فیض گر چمن آرائے باغِ دہر
آبِ تبر سے سبز ہو نخلِ کہن کی شاخ

نالان ہین تیرے عدل سے خونریز اسقدر
مانندِ نے ہو گرم فغان کرگدن کی شاخ

برسائے جبکہ لعل و گہر تیرا دستِ جود
محتاجِ ابر ہو نہ نہالِ چمن کی شاخ

شاداب آبِ لعل یمن سے ہو مثلِ گل
سیراب ہووے آب سے دُرِّ عدن کی شاخ

یان تک ہے پاس شرع ترے عہد مین کہ اب
ساغر بکف نہ ہووے گلِ خندہ زن کی شاخ

پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر کے لیئے
نخل کدوے تاک مین صورت رسن کی شاخ

یہ ذوق کی دعا ہے کہ تا باغِ دہر مین
سرسبز شعر تر سے ہو نخلِ سخن کی شاخ

جبتک کہ ہووے گردنِ مینا کی طرح سے
نخلِ نشاطِ ساقیِ پیمان شکن کی شاخ

نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جون موسمِ بہار مین نخلِ چمن کی شاخ

## ردیف دال مہملہ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے مین ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریے کو ہمنے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤنکی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اُس لعلِ لب کے ہمنے لیئے بوسے اسقدر
سب اُڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہونچی بھی تو گھڑی دو گھڑی کے بعد

کل ہمنے اُس سے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

پہلے تو التجا مری سنتے رہے مگر
کہتا رہا کچھ اُسنے عدو دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی اُنکی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گردِ شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ
آنے مین ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد

گو دو گھڑی تک اُس نے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمین سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤن گھڑی دو گھڑی کے بعد

جھومر کا نظر سر پہ ترے ابتو پڑا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

ہے آئنہ خانہ بھی گذر گاہِ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے ورِ اہلِ صفا چاند

دم گھٹتا ہے سینے مین دمِ شدتِ گریہ
باران کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

## ردیف ذال معجمہ

مژدہ قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادی تن کا کاغذ

گور مین پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ
ہو سیاہ کو سفیدی کفن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اُس شوخِ گلستان رو کے
صفحہ آئنہ تصویرِ چمن کا کاغذ

کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعوے ملک
نام پر کس کے ہے اس مہر کہن کا کاغذ

لکھین اُس چشم کے وحشی کے لئے گر تعویذ
اہلِ تکسیر کرین پوستِ ہرن کا کاغذ

رقعہ شادی شہادت کا ہو خون سے رنگین
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

سینہ صافونکو زمانے کے ہے ہاتھو نسے شکست
ہے صفائی سے سزاوار شکن کا کاغذ

ورق چشم ہو گر نسخۂ آشوب نہو
سرمۂ چشمِ سیہ سیم بدن کا کاغذ

یون اسیرانِ قفس تک کوئی پہونچا گلبرگ
جیسے غربت مین شفیقانِ وطن کا کاغذ

ظاہرا ایسی کتابون سے ہو ڈر دوزخ سے
کرنہ آتش مین لباس اپنے بدن کا کاغذ

جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دی ہے
مہری و سادہ یہ چرخ کہن کا کاغذ

مہر وہ کرتا ہے نامے پر مجھے آئے ہے رشک
ہائے یون چوسے لعاب اُسکے دہن کا کاغذ

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا
متحمل نہین گرمی سخن کا کاغذ

ہول دل کا مجھے کیا دیتے ہولاکر تعویذ
جو تری چشم کے دیوانون کا کرتے ہین علاج
تمنے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی
ابتلک جوش مین ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق
جلتوائی نہ پڑی یار مین اور غیرون مین

اُس کا خط لاؤ کہ رکھون مین بنا کر تعویذ
لکھتے ہین پوست کا آہو کے بنا کر تعویذ
لے گیا کوئی موکل وہ اُڑا کر تعویذ
دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اُٹھا کر تعویذ
سینکڑون خاک کئے ہمنے جلا کر تعویذ

## ردیف راے مہملہ

نگہ نہین حرف دلنشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر
نکل کے رستہ سے چشم فتان کے دلمین بیٹھا خدنگ ہوکر

پھر آیا لو وہ نگار خونی ادھر کو سرگرم جنگ ہوکر
کہ جسکے ہاتھون سے اڑگئے سر ہزارون مہندی کا رنگ ہوکر

وہ چشم مخمور اک نظر سے چبھوئے لاکھون جو نشتر سے
تو ہو روان ہر رگِ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہوکر

جو رنگ الفت سے آشنا ہین وہ گر ٹرے پر بھی خوشنما ہین
کہ رنگ ہی سے گرانبہا ہین عقیق و یاقوت سنگ ہوکر

جو سمجھین حسن بتان کو ایمان اُنھین رہ کفر و دین ہے یکسان
بھو نکتے کعبے کو ہین مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہوکر

صفاے دل کی یہی ہے صورت کہ دلمین آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اس آئنہ پر یہ زنگ ہوکر

غزال رم دیدہ بنگیا ہے جو خواب آنکھون مین تو بجا ہے
کہ بھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر

ہوئے جو بیرنگ اُنکو زیبا نہین جہان مین رعونت اصلا
کہ پایا گل نے ہے نام رعنا تو اس چمن مین دو رنگ ہوکر

حلاوت و شرم پاسداری جہا مین ہے ذوق رنج و خواری
مزے سے گذری اگر گذاری کسی نے بے نام و ننگ ہوکر

خوب روئے آج ہم سنسان ہامون دیکھکر
یاد آیا ہمکو مجنون بید مجنون دیکھکر

اُڑ گئے اک آن مین جادوے بابل کے دھوئین
سرمہ آلودہ تری چشم پرافسون دیکھکر

دیکھکر غیر و نہین مہتابی پہ اُس مہوش کو رات
آہ کی اک دلسے ہمنے سوے گردون دیکھکر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہین جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلف شبگون دیکھکر

بل بے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم مین مری صورت فلاطون دیکھکر

آ گئین اُنکو لگانے انگلیو نمین فندقین
نوک مژگان پر مرے اشک جگر گون دیکھکر

قتل کو کسکے چڑھائی تیغ تونے سان پہ
اُترے ہے آنکھو نمین زخمو نکی مرے خون دیکھکر

جو ہے نالا اپنا وہ اک مصرعہ برجستہ ہے
ہم جو نالان ہین کسی کا قد موزون دیکھکر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لون
سامنے آجائے تو شاید بتادون دیکھکر

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر
عجب مزا ہے جو مریے کسی کے سر چڑھکر

مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھکر
یہ خانہ جنگ ہے آئی ہے لڑنے گھر چڑھکر

دکھانہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھکر
گئے جہا نمین دریا بہت اُتر چڑھکر

ستمگرون کی کشاکش مین آبرو ہو سوا
کہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھکر

الٰہی خیر ہو مانند شعلۂ آتش
پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھکر

هنرشناس کو دکھلا هنر که خوبی زر — اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھکر
کہین فلک پہ نہ چڑھ جائیے چاند جھومر کا — کہ دور آپکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھکر
ترا مکان تو کیا لامکان مین کود پڑین — امید وصل مین ہم بام عرش پر چڑھکر
جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر — بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھکر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنہ حشر
سمند ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھکر

جان ہوا یون ہوئی اُس خال کا بوسہ لیکر — جیسے اُڑ جائے دہن مین کوئی گٹکا لیکر
تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لیکر — چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر
شرط ہمت نہین مجرم ہو گرفتار عذاب — تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر
ذبح کرنیکو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر — تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر
کھینچتی روز قیامت سے بھی ہے آپکو دور — تیری زلفون کی بلائین شب یلدا لیکر
مجھسا مشتاق جمال ایک نیا ڈھونڈھوگے کہین — گرچہ ڈھونڈھوگے چراغ رخ زیبا لیکر
میرے قدمون ہی مین رہجائینگے جائینگے کہان — دشت مین میرے قدم آبلۂ پا لیکر
جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ مین کہین میرا پتا — پھر گیا نامہ بر یار خط اُلٹا لیکر
رہ گیا اپنا سا منھ لے کے وہ آئینہ رو — تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

وان سے یان آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یان سے تو جائین گے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجران چھوڑکر — چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑکر
طفل اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑکر — پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاک گریبان چھوڑکر
کیونکہ نکلے تیر اُسکا دلمین پیکان چھوڑکر — جائے بیضے کو کہان یہ مرغ پران چھوڑکر
کام یہ تیرا ہی تھا رحمت سے اے ابر کرم — ورنہ جائے داغ عصیان میرا دامان چھوڑکر

جس نے یہ لذت اٹھائی زخم تیغ عشق کی
کب وہ مرہم ان کو ڈھونڈھے ہے نمکدان چھوڑ کر

صید دل کو کیونکہ چھوڑے جبکہ دکھلائے ہے لو
مچھلیان دست حنائی مین مرجان چھوڑ کر

سرد مہری سے کسی کی آگ سے دل سرد ہے
یا سنے ہٹ جائے دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

دیکھیے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دلکو اے کافر تری زلف پریشان چھوڑ کر

اے دل اسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پھر پچتائیگا تو ساتھ نادان چھوڑ کر

کیون نہ رم کر جائین آہو لیسے وحشی سے ترے
شیر بھاگین جسکے نالون سے نیستان چھوڑ کر

سرخی پان دیکھ لے زاہد جو دندان پر ترے
اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیح مرجان چھوڑ کر

پیش خیمہ لیکے نکلا گرد باد دود آہ
ہے جو سرگرم سفر تن کو مری جان چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کیطرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انسان چھوڑ کر

ساغر دل بچتا آیا ہون کس مست ہاتھ سے
جو کٹا ہے کیون یہ جنبش دست گردان چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی تو اب بجا
جانب مضمون طرز تفتہ جانان چھوڑ کر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خون مین غلطان چھوڑ کر
کیا ہی پچھتاتا تھا مین قاتل کا دامان چھوڑ کر

مین وہ مجنون ہون جو نکلون کنج زندان چھوڑ کر
سیب جنت تک نہ کھاؤن سنگ طفلان چھوڑ کر

پیوے بہرا ہی لہو پانی جو لب اس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف سے خون شہیدان چھوڑ کر

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا
رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

سایۂ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سانپ سا پانی مین اے سرو خرامان چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دلمین ترازو تیر عشق
بھاگے ہین مکتب سے ہم اوراق میزان چھوڑ کر

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک
لعل کیون اس رنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر

شوق ہے اسکو بھی طرز نالۂ عشاق سے
دمبدم چھوڑے ہے منھ سے دود قلیان چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگے گا حوریان جبین سے
باغ ہستی سے چلا ہون ہائے پریان چھوڑ کر

گھر سے بھی واقف نہیں اُسکے کہ جسکے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویران چھوڑکر

وصل میں گر ہو سے مجھ کو رویت ماہِ رجب
روے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآن چھوڑکر

اندنون گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جاے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑکر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈھے دشتِ گم شدگی میں مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اُس مرغِ ناتوان پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اُڑکے پہونچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر
اُس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کمان دار تیرا تیر
پر ہے نشان داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائر دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ایما ہے یہ کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

دل سینہ میں کہاں ہے نہ تو دیکھ بھال کر
اے آہ کہہ دے تیر کا نامہ نکال کر

ہوں سرد ہو چکا نہ دوبارہ حلال کر
ہیں اور دم چرا لگا یہ تو خیال کر

عاشق کے خون سے اپنا پر تیر لال کر
دکھلا دے شاخِ خشک میں کونپل نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقل مکان کیئے
آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر

شہرگ پر اپنی زندگی و موت میں ہے لاگ
آ تیغ یار قصہ یہ تو انفصال کر

اُترے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے
خاکِ دلِ شکستہ نہ صرف اے کلال کر

لیکر بتوں نے جان جب ایمان پہ ڈالا ہاتھ
دل کیا کنارے ہو گیا سب کو سنبھال کر

سینہ ہمارا وادیٔ وحشت سے اے جنون
ہر داغ پر تصورِ چشمِ غزال کر

گر چاہتا ہے مثل مہ چاردہ فروغ
آہیر کے شہر شہر میں کسب کمال کر

پوچھو چلے ہیں کوستے کہہ کو اہل درد
ملک فنا ہے جائیں ذرا دل سنبھال کر

تصویر اُن کی حضرتِ دل کھینچ لائے گر
رکھ دینگے ہم بھی پاؤں پہ آنکھیں نکال کر

قاتل ہے کس مزے سے نمک پاشِ زخمِ دل
بسمل ذرا تڑپ کے نمک تو حلال کر

دل کو رفیق حسن مین اپنا سمجھ نہ ذوق
ٹل جائے گا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

مزا چکھایا ہے کوہکن کو جو عشق آیا ہے امتحان پر
کہ لایا تو جوئے شیر لیکن چھٹی کا دودھ آگیا زبان پر

خدنگ دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زبان پر
کہ بوسہ اُس چشم سرمہ سا کا ہے مُہر گویا مری زبان پر

لگا کے باتوں مین اُن کو لائین جو حرفِ مطلب کا کچھ زبان پر
تو ایسی کہدین کہ ٹھکانا جس کا لگے زمین پر نہ آسمان پر

تپ محبت مین سخت جانی کا یہ اثر ہے دل طپان پر
کہ مثل سوہان پڑ گئے ہین ہزارون کانٹے مری زبان پر

اُٹھائے سوز غم ہر نمط ہین یہ خون کے دعوے کوئی غلط ہین
کہ مثل قط گیر خط بہ خط ہین ہنوز باقی ہر استخوان پر

خلش یہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزہ
یقین ہے مانند برگ خرما اُگے گا نشتر لئے زبان پر

کیا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مست ترک چشم کو کر
سو آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہے بہا مژگان کی سنان پر

وہ چشم ابرو تمہارے زیبا لہ قاب قوسین جن سے اونے

یہ خال پیشانی کیون تمھارا نہ فرق لیجائے فرقدان پر

کہے ہے داغ جنون کو جگنون جو تیرے سر پہ بدشت وہان ہون

چراغ وحشت سرا سے سمجھون کروڑ روشن چراغدان پر

بنا بگولے کو برج آسا قریب ناقہ کے قیس پہنچا

پر اُترے محمل سے کیونکہ لیلیٰ کہ پردہ کھلتا ہے ساربان پر

کہان رہی مجھ مین جان ہے باقی کہ ہے دھوان ہوکے لب پہ آتی

جو ذوق آنسو کی بوند ٹپکی ہمارے داغ دل طپان پر

جب وہ پوچھے کہ ہے غش کون مری چیتون پر
مین کہون مین تو کہے مین کے چھری گردن پر

جو ترے دوست پہ تجھ بن ہے گذرتی ظالم
وہ مصیبت نہ ہو دنیا مین کسی دشمن پر

تیرے دندان مسی زیب کی دیکھی جو بہار
پڑ گئی اُوس سی گلشن مین گل سوسن پر

---

اے دل وہ سر غمزۂ پنہان عیان نہ کر
آنکھون سے دیکھ اور زبان سے بیان نہ کر

آہون مین دود دل جو نکالون تو وہ کہے
او تفتہ جان ہوا ہو یہان سے دھوان نہ کر

---

نامۂ شوق کو مرے باندھے تو جو بال و پر
کیون اُڑے مرغ نامہ بر تجکو ہوئے وبال پر

مصحف روے یار مین دیکھا ہے جو خال پر
لکھتے ہین قل ہو اللہ ہم ایک چنے کی دال پر

ہیں ہما کے سر پہ افسر ان ہوا گیرون کے پر
مل گئے جن طائرون کو ہین ترے تیرون کے پر

اُن کو ہے پر عرش اعظم پر اُڑاتے ہین امرید
کیا غضب لائین خدا جانے جو ہون پیرون کے پر

## متفرقات

شرح بخت برگشتہ گر کرون رقم پھر کر
تیر بازگشتی ہو ہاتھ مین قلم پھر کر

رکھ لیا اُس نے چمن مین گل جو سر پہ توڑ کر
مین بھی حاضر ہون کہا غنچہ نے یون منہ پھوڑ کر

بعد مردن آچکے رونے کو سن کر گور دور
جیتے جی کہتے ہو چل صورت تری در گور وا

دلِ شوریدہ سر نے خاک اُڑا کر
بیابان رکھ لیا سر پر اُٹھا کر

خفا تو ہو نہ وقتِ ذبح میرے تلملانے پر
کہوں کیا لوٹتا ہوں مین ترے بازو دوبانے پر

## ردیف سین مہملہ

کونسا ہمدم ہے تیرے عاشق بیدم کے پاس
غم ہے اُسکے پاس ہمدم اور وہ ہے دم کے پاس

ہمکو کیا ساقی جو تھا جام جہان بین جم کے پاس
تیرا جامِ بادہ ہو اور تو ہو اس پرغم کے پاس

خط کہان آغاز ہے پشت لبِ دلدار پر
ہین جناب خضر آئے عیسیٰ مریم کے پاس

مردمک کے پاس ہے یہ اشکِ خونین کا ہجوم
یا دھرے یاقوت ہین یہ دانۂ نیلم کے پاس

روح اُس آتش بجان کی بعد مردن جون پتنگ
آئیگی اُڑکر چراغ خانۂ ماتم کے پاس

کس کی قسمت ہے کہ زخم تیغ قاتل ہو نصیب
جان سے جائین جائینگے مگر مرہم کے پاس

کیا مزے لے لے کے گل کھائین اگر آجائے ہاتھ
یہ جو چھلا آپ کی اُنگلی مین ہے خاتم کے پاس

زلف سے بے وجہ خط سبز ہم پہلو نہین
ہے لٹکتا عشق پیچان سنبل پرخم کے پاس

واہ صیادِ اجل اور واہ صیادی کا پیچ
کھنچکے ہے اسفندیار آیا کہان رستم کے پاس

دیکھو فیاضِ ازل نے کیا دیا آنکھون کو فیض
کاسہ در کف ہو کے یم آتے ہین اُنکی نم کے پاس

ہے جو قسمت مین تو دریا بھی کبھی ہو جائے گا
آلگا ہے اپنا قطرہ بھی کنارِ یم کے پاس

کرکے بحر و قافیہ تبدیل لکھ اور اک غزل
بیٹھ کوئی دم تو اے ذوق اور اس رعم کے پاس

تیر وکمان ہے گر بت ناوک فگن کے پاس
آہ و قدِ خمیدہ ہے اُس خستہ تن کے پاس

شب جان زار رک گئی لب پر ہن کے پاس
پھر اُٹھ کے رہ گیا یہ مسافر وطن کے پاس

یہ جوے خون روان نہین دیکھو ہے رو رہا
تیشہ سر اپنا رکھ کے سر کوہکن کے پاس

اس آرزو مین جان ہون دیتا کہ لے کے جام
پہنچون کبھی لب بت پیمان شکن کے پاس

انگشت شمع کیون نہ اُٹھے بہر فاتحہ
یہ ڈھیر ہے پتنگ کا پاے لگن کے پاس

مین تو اُسی جھجک پہ فدا ہون کہ کان کو
شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

چمکے گی تا بہ حشر ہماری لحد مین آگ
چاک جگر مین دیکھنا چاک کفن کے پاس

مین نے کہا کہ بوسہ تمھین دو ادب سے مین
لا سکتا اپنا منہ نہین چاہ ذقن کے پاس

ہنس کر کہا کہ جاتا ہے پیاسا کوئین پہ آپ
یا جاتا ہے کنوان کسی تشنہ دہن کے پاس

اے ذوق صدقے جائیے پیک خیال کے
کیا لے گیا اُڑا کے بت سیمتن کے پاس

## متفرقات

مجھ مین کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آ کے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

چمن سے بعد ہین جیسے سین و قاف قفس
قفس مین بند ہین ہم جیسے فا ناف قفس

لب شیرین کو ترے جا کے رس چشم مگس
بیٹھی نظرون مین پڑے جائے ہے بس چشم مگس

بو الہوس جیفۂ دنیا سے بھرا دل نہ ترا
تو مگس اور تری چشم ہوس چشم مگس

## ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب مین یہی ہے نہین اسلام مین خاص
کہ جہان عام ہے ہوتا ہے وہان عام مین خاص

ساغرِ دل کی تو واقف ہین کیفیت سے — دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام مین خاص

خضر اتنا ہین کہ ہے چشمۂ حیوان جان بخش — ہے یہ خاصیت اُسی کے لبِ دشنام مین خاص

شیخ صاحب کے ہین نزدیک وہ خاصان خدا — خدمتی اُنکے ہین جو زمرۂ خدام مین خاص

کام دشوار ہے عاشق کا تو ہے ناکامی — کر دیا تونے لگا اس کو اسی کام مین خاص

عشق کا جوش ہے جبتک کہ جوانی کے ہین دن — یہ مرض کرتا ہے شدت انہین ایام مین خاص

ذوق اسماے الٰہی مین سب اسم اعظم
اُسکے ہر نام مین عظمت ہے نہ اک نام مین خاص

## ردیف ضاد معجمہ

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض — ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

بحر و بر مین نہین کس کو ہوس قطع و برید — ناخن شیر ہے خنجر دُم ماہی مقراض

گل کترتی ہین ہزارون تری آنکھین کافر — ہے عجب طرح کی اک تیر نگاہی مقراض

کب زبان چلتی ہے اُس بزم مین بدگویونکی — اُنکے منھ مین یہ زبان ہے کہ الٰہی مقراض

محضرِ خون جو مرا سارا کترکر پھینکا — دیگی اس ظلم کی محشر مین گواہی مقراض

پاس کیا قطع تعلق مین کہ یکسان سمجھے — قطع مین کسوت درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

## ردیف عین مہملہ حسن مطلع

ذوق کیونکر ہو اپنا دیوان جمع — کہ نہین خاطر پریشان جمع

## ردیف قاف

پھر کر ادھر اُدھر نہ ہمارا گیا قلق
لفظ قلق کی طرح سے وہ ہی رہا قلق

## ردیف کاف تازی

جو کھلکر اُن کا جوڑا بال آئین سر سے پانون تک
بلائین آکے لین سو سو بلائین سر سے پانون تک

ہم اُنکی چال سے پہچان لین گے اُن کو برقع مین
ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائین سر سے پانون تک

یہ جتنے سرو ہین سب اُسکے قد پر زہر کھاتے ہین
چمن مین سبز کیونکر ہو نہ جائین سر سے پانون تک

مرا دل ایک دن اُس خوش ادا کی کس ادا کو مین
کہ ہین وان تو ادائین ہی ادائین سر سے پانون تک

سراپا شوق جائین سر کے بل ہم ہنکے جلسہ مین
مثال شمع وہ ہم کو جلائین سر سے پانون تک

نہو بے پردہ تو بھی دو گھڑی ہوکے وہ شوخی سے
چھپین چلون مین در پردہ دکھائین سر سے پانون تک

بنایا اس لیئے اس خاک کے پتلے کو تھا انسان
کہ اس کو درد کا پتلا بنائین سر سے پانون تک

سراپا پاک ہین دھوئے جنھون نے ہاتھ دنیا سے
نہین حاجت کہ وہ پانی نہائین سر سے پانون تک

مزا اپنا ہے ذوق افزون جو جتنے زخم ہون افزون
نہ کیون ہم زخم تیغ عشق کھائین سر سے پانون تک

**مطلع**

صفحۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھر تو آئے خیر سے ہم جا کے اُس مغرور تک
پر اُچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

## ردیف کاف فارسی

بینی و عارض و ابرو سے ہیں شاخ و گل و برگ
یوں عیاں اُس چمن رو سے ہے شاخ و گل و برگ

بینی اور وہ دہن خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلم مو سے ہیں شاخ و گل و برگ

## ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل
بلا سے گر ہو نوالہ دہان مار میں دل

بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار میں دل

نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے
برنگ شعلہ کہیں آہِ شعلہ بار میں دل

ہمیشہ روزن سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گھر
پروئے زلفِ مسلسل کے تار تار میں دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمن جان ہے مری کنار میں دل

بغیر مارے نہ چھوڑے گی دلکو کافر زلف
کہو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار میں دل

اگر نہ جبر کروں اختیار اے ناصح
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

اُڑیگا مثل شرر ٹکڑے ہوکے سنگِ مزار
رہا اگر یوہیں گرمِ تپش مزار میں دل

برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار
خوش اپنا کیونکہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل

برنگِ بیضۂ نوروز توڑے دل اُسنے
ہزاروں ایک ہمارا ہے کس قطار میں دل

ہزاروں دشمن جان سے ہے ایک دوست بجا
جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل

نہوتیں خلد میں حوریں تو ہوتا خلد میں کون
لگے ہے صحبت خوبان گلعذار میں دل

یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن میں دل
گرہ ہے تار میں یا میرے جسم زار میں دل

اُٹھا تو لائے تجھے میرے ہمنشیں اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار میں دل

ازل سے یوں دل عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرش خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دود بناگوش نور کی قندیل
خجل ہے اختر صبح نشور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کے تاب کمال ظہور کی قندیل

جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہوا اسکا فروغ
کہ لٹکے اُس میں سر پر غرور کی قندیل

رہے ہے جوں قمر منخسف سدا بے نور
سیاہ بختوں کے بالین گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
حباب بادہ تجلی سے طور کی قندیل

عیاں ہے یوں مرے روز سیاہ میں خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہو ناپیچ باغ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اس رشک حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیر ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ اُنکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ میں تفتہ جانوں کے
نہ گل ہو باد سے آوازۂ صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیوں پیش گور کی قندیل

دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل
زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنوں گل

ہوں زیر قدم خار بہ سر داغ جنوں گل
بیا ہے جنوں بوؤں سدا خار جنوں گل

سو ٹکڑے ہیں ایڑی کے برنگ گل صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل

ہین کشتہ ہون لعل لب پان خوردہ کا کس کے
نکلے ہے مری خاک سے آغشتہ بخون گل

اُس گل مین نہ پایا اثر بوے محبت
سو بار سونگھا لے اُسے پڑھ پڑھ کے فسون گل

ہے روشنی خانۂ دل سوزِ محبت
کافر تو بتا شمع حرم کیونکہ کرون گل

پیکان تو دلدوز ہے سوفار سے باہر
اُس تیر سے ہے دل مین درون غنچہ برون گل

اے ذوق محبت مین کسی غنچہ دہن کی
گلدستہ سے بھی ہین مرے ہاتھون پہ فزون گل

ردیف میم

پابند جون دخان ہین پریشانیون مین ہم
یارب ہین کسکی زلف کے زندانیون مین ہم

ہوتی نہ یاد زلف تو خط شکستہ مین
لکھتے الف خطون کی نہ پیشانیون مین ہم

زنجیر مین بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوش جنون مین رہتے ہین جولانیون مین ہم

پائی نہ تیغِ عشق سے ہمنے کبھی پناہ
قرب حرم مین بھی ہین تو قربانیون مین ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول
لائین جو آہ کو شرر افشانیون مین ہم

پاکوبیون کو مژدہ ہو زندان کو نوید
پھر ہین جنون کے سلسلہ جنبانیون مین ہم

ہم بھی نہین جگر یہ رہے اسقدر رہے
سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیون مین ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

ہین آئنہ مین صورت تصویر آئنہ
آئنہ رو کے سامنے حیرانیون مین ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی جدا
رکھدین تری شبیہ جو کنعانیون مین ہم

کیا جانین ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم
کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہین فانیون مین ہم

کیون جی کے ہجر مین ہوے شرمندہ یار سے
اب مر رہے ہین اُسکی پشیمانیون مین ہم

پوشیدہ ان گناہون سرخوش ہین راتدن
شرب الیہود کرتے ہین نصرانیون مین ہم

سینے کا چاک سینے کی فرصت نہین کہ ہین
مصروف زخم دل کی نمکس رانیون مین ہم

ہم کدورت دل صیاد گر نہ ہو
کیا کیا اُڑائین خاک پرافشانیون مین ہم

دکھلائین روز حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامہ کو طولانیون مین ہم

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اُسکے ذوق
بہ جائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

شمع نازان نہو اک رات بہا آنسو گرم
برسون یان آنکھ سے ٹپکا ہے مرے لوہو گرم

اے جنون ہے خبر موسم گل ہر سو گرم
دم تو لے لینے دے مجکو نہ کر اتنا تو گرم

آتش رشک سے اس کاکل مشکین کے صبا
جل گیا نافہ مین اس رحیہ ہوا لوہو گرم

آبلے سینۂ دریا مین ہوے جل کے حباب
دیدۂ تر نے بہاے یہ غضب آنسو گرم

اے صبا نکہت گل لیکے چمن کو پھر جا
کیا کرون سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم

آتش حسن کا تپلا ہے تو اے رشک پری
تاب رخ تیری بھبوکا ہے بلا ہے تو گرم

توسن ناز ترا ہر قدم اے رشک غزال
کیون نہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم

فاختہ سوز محبت سے ہوئی جل کے ہے خاک
کھینچے ہے دل سے یہ اتنک نفس کوکو گرم

مشعل افروز جنون کون ہو مجنون کیلئے
گر نہ ہو گرمی وحشت سے دل آہو گرم

سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ
ہو وے گلگشت سے کیا اُسکا دل آ گلرد گرم

تابش نار جہنم سے سوا اُس کو لگے
ہمرہ باد سحر بوے گل شبو گرم

سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے
گرمجوشی سے کیا تو نے بہت دلجو گرم

اپنے کشتہ کی کرامت کو ذرا دیکھ آکر
ایک پہلو سے اگر سرد تو اک پہلو گرم

ذوق دل مین یہ تپ عشق کلام ایسا خنک
عاشقانہ سی غزل اور کوئی پڑھ تو گرم

جل بے اے آتش غم دلکو کرے یہ تو گرم
کہ زمین پشت سمک تک ہو تہ پہلو گرم

لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم — شربتِ قند دیا کر کے پر آتش خو گرم

تن رہا یوں ہی تپِ غم سے اگر گرم مرا — سیخِ آہن کی طرح ہونگے بدن پر مو گرم

نیشتر جل کے وہیں کشتۂ فولاد ہوا — نکلا یہ آتشِ سودا سے مرا لہو گرم

کٹ سکا صیدِ محبت کا نہ قاتل سے گلا — اُس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آتشِ دل سے بس از مرگ برنگِ شعلہ — خاکِ عاشق سے نکلتا ہے گلِ خودرو گرم

مہروش بل بے ترے حسنِ جہانتاب کی تاب — رخ سے گرم آئنہ ہو آئنہ سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر — جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سرِ مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں — چونکا اُس وقت کہ جب ہند پہ بہا لہو گرم

دستِ خورشید کی رعشہ سے سپر جا چھوٹ — کھینچکر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

دلِ عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں — بینی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا رو گرم

کونسا سوختہ جان صبح سے ہے گرم فغاں — کہ ہوا آتی ہے کوچہ سے ترے گل رو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا کُلُّ حُمُوضٍ بارِد
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

## ردیف نون

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں — جامِ شراب دیدۂ پُرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط — ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اُس زلفِ فتنہ زا کے لیئے اے مسیح دم — کچھ دستِ شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روئے زرد پہ کیا اشکِ لالہ گوں — اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار میں — دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں

وحشی کو تیری چشم کے مژگانِ بر غزالی — صحرا میں نیزہ ناخنِ ضیغم سے کم نہیں

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہین

ساقی ملے ہزار فلاطون ہین خاک مین
جو خم تہی ہے قالب آدم سے کم نہین

اُس حوروش کا گھر مجھے جنّت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہین

شورابۂ سرشک سے دھوتا ہے زخم دل
تیزاب میرے حق مین یہ مرہم سے کم نہین

ہاتھون سے تیرے پارۂ الماس زخم دل
چمکو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہین

اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہین زیادہ کوئی ہم سے کم نہین

ہان قاتل دم ناوک فگنی خوب نہین
ابھی چھاتی مری تیرون سے چھنی خوب نہین

تشنۂ دشت محبت کے لیئے اس لب سے
کوئی دنیا مین عقیق یمنی خوب نہین

گل پریشان ہوا ہنس ہنس کے چمن مین آخر
دیکھ اے غنچہ یہان خندہ زنی خوب نہین

خوبیان یون تو ہین اس عالم تصویر مین سب
اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہین

چشم کہتی ہے تری جنبش مژگان سے کہ دیکھ
سر پہ بیمار کے یہ سینہ زنی خوب نہین

یہ نہین شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل
محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہین

تاب دندان نہ دکھا بزم مین تو ہنس ہنس کر
کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہین

بات تو نے بنائی تھی دہان خوب مگر
تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین

خلش خار کا کھٹکا ہے بغل مین موجود
دیکھ گل دعوی نازک بدنی خوب نہین

اُٹھے ہی جائیگا اس دل سے دھوان آہ کیسا
جب تلک جلنے کا یہ سوختنی خوب نہین

کوئی آتش نفس اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سرد نسیم چمنی خوب نہین

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدو سے ہین
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہین

مرغ ہوا ہین وہ طائر سدرہ ہی کیون نہ ہین
تیر نگاہ یار کے جو دور زد سے ہین

خورشید وار دیکھتے ہین سب کو ایک آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہین

وہ مست ہون کہ رکھے قدح کش تیمنا
بنیاد میکدہ مری خشت لحد سے ہین

جان دادگان عشق سے پوچھو رہ فنا
اسمین جناب خضر ابھی نابلد سے ہین

چشم ثمر ہے سرو سے اُنکو جو بیوقوف
رکھتے امید دوستی اُس سرو قد سے ہین

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی
رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

برمین خنک دلو لنے ہو گر خرقۂ فقیہ
سمجھو کہ کرتے برف کی کوشش نمد سے ہین

وہ ایک دم کہ جسمین میسر ہو وصل یار
بہتر سمجھتے ہم اُسی عمر ابد سے ہین

جتنے ہین یان مزے روش نشۂ شراب
ہو جاتے بیمزہ ہین جو بڑھ جاتے حد سے ہین

ہر چند ناتوان ہین مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی کمک سے جنون کی مدد سے ہین

جان لباسیونکے نہ ظاہر لباس پر
عاری عباے ہوش قباے خرد سے ہین

محفوظ ہین جو رکھتے ہین ڈر عز و قدر پر
ابجد کا قفل قاعدۂ اب وجد سے ہین

دل کے ورق پہ ثبت ہین صد مہر داغ عشق
ہم کرتے ذوق عشق کا دعوے سند سے ہین

بلائین آنکھوں سے اُنکی مدام لیتے ہین
ہم اپنے ہاتھونکا مژگان سے کام لیتے ہین

ہم اُنکی زلف سے سودا جو وام لیتے ہین
تو اصل و سود وہ سب دام دام لیتے ہین

شب وصال کے روز فراق ہین کیا کیا
نصیب مجھسے مرے انتقام لیتے ہین

ترے اسیر جو صیاد کرتے ہین فریاد
تو پھر وہ دام نہین زیر دام لیتے ہین

جھکائے ہے سر تسلیم ماہ نو پر وہ
غرور حسن سے کس کا سلام لیتے ہین

ترے قتیل بتاتے نہین تجھے قاتل
جب اُن سے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہین

ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے
قدم سب آنکے وقت خرام لیتے ہین

ہم اُنکے زور کے قائل نہین ہین وہ شہ زور
جو عشق مین دل مضطر کو تھام لیتے ہین

فقط قمری نہ داعی غلام ہے اُنکا
وہ سرو ایسے ہزارون غلام لیتے ہین

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقت مےنوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے مین
شمع ہے اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانے مین

مین ہون وہ خشتِ کہن مدت سے اس ویرانے مین
برسون کعبہ مین یا برسون رہا بتخانے مین

مستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی
یا تری آنکھون مین دیکھی یا ترے دیوانے مین

مین وہ کیفی ہون کہ پانی ہو وہ بنکے شراب
جوش کیفیت سے میری خاک کے پیمانے مین

عشق کو اے حسن اگر نشو و نما منظور ہو
سبز نخلِ شمع ہو خاکستر پروانے مین

پتھرون مین ٹھوکرین کھاتی ہے ناحق سیلِ آب
پوچھو کیا لیجائیگی آ کر مرے ویرانے مین

عشق کی نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز
تخمِ اشکِ شمع ہو خاکستری پروانے مین

برقِ خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری
ورنہ اُگ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہین ہر دانے مین

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق
زلف وان شانے مین کھینچی درد ہے یان شانے مین

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بتخانے مین

گئین یارونسے وہ اگلی ملاقاتونکی سب رسمین
پڑا جسدن سے دل بسمین ترے اور وہم لگے بسمین

کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگان کے
تماشہ کج سرشتونکا ہے کچھ اخلاص آپسمین

توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمارِ ہجران کی
نہ جنبش نبض مین جسکے نہ گرمی جسکے ملمس مین

دکھائے چیرہ دستی آہ بالا دست گر اپنی
تو مارے ہاتھ دامان قبائے چرخِ اطلس مین

جو ہے گوشہ نشین تیرے خیالِ بیتِ ابرو مین
وہی بیت الصنم مین بھی تو ہے بیت المقدس مین

کرے لب آشنا حرفِ شکایت سے کہان یہ دم
ترے محزون بیدم مین ترے مفتون بیکس مین

ہوا سے کوچہ جانان لے اُڑے اسکو تعجب کیا
تنِ لاغر مین ہے جان اسطرح جو جسطرح خس مین

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار انکے
ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں

جو مضمون ذوق دیوان دو عالم میں ہو موزوں
جو اس خمسہ میں انساں کے وہ بند مخمس میں

ہے چشم میری مست قدح گیر باغ حسن
عارض پہ خط ہے طوطی تصویر باغ حسن

ہو جاتا دل ہے بیٹھ کے خون جگر خونیں گل
تاثیر باغ خلد ہے تاثیر باغ حسن

تحریر سرمہ ہے تری آنکھوں میں وقت خواب
اے غیرت چمن در و زنجیر باغ حسن

پان وسی و سرمہ و رخ ہونگے لالہ زار
مشاطہ باغبان یہ تدبیر باغ حسن

تبخالہ لب پہ گرمی بوسہ سے ہے کہاں
ہے گل گرہ یہ غنچہ دل گیر باغ حسن

اے رشک باغ طاق دو ابرو کا ہے یہ عکس
دریائے آئینہ میں ہے تعمیر باغ حسن

سیر خزاں جو چاہے تو اے ذوق دیکھ لے
اُس نازنیں کا جلوۂ تغییر باغ حسن

اس گلستان جہان میں کیا گل عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

علم جس کا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطون ہے تو اپنے قابل صحبت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں

بسمل تیغ محبت کا لب پر زخم دل
ہوتا وا بے شور واویلا و واحسرت نہیں

منہ میں گر پانی چوا دے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

دل وہ کیا جس کو نہین تیری تمناے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہین

کہتے ہین مرجائین گر چھٹ جائین غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمین مرنے کی بھی فرصت نہین

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی برسی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنی سر تربت نہین

ہے نوشتے مین ترے بیمار کے صحت کہان
جسکے نسخہ مین دوا کی لفظ کو صحت نہین

کھاکے زخم تیغ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافر نعمت نہین

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہمکو قرار
ایک ساعت مثل ریگ شیشۂ ساعت نہین

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشت عدم
روز کر لیجے چہل قدمی مگر رخصت نہین

میری وحشت پانون پھیلائے تو پھر دونو جہان
ہون اگر اک عرصۂ میدان تو کچھ وسعت نہین

ایک دل اور اُس پہ لاتے بار غم اللہ رے مین
اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بیطاقت نہین

ذوق اس صورت کدہ مین ہین ہزارون خوش زمین
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہین

وقت پیری شباب کی باتین
ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

اُسکے گھر سے چلا ب مجھے دیکھو
دل خانہ خراب کی باتین

واعظا چھوڑ ذکر نعمتِ خلد
کر شراب وکباب کی باتین

حرف آیا جو آبرو پہ مری
ہین یہ چشمِ پُر آب کی باتین

یاد ہے مہ جبین کہ بھول گئے
وہ شب ماہتاب کی باتین

مجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل
تیری یہ اضطراب کی باتین

جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان
سنکے ناصح جناب کی باتین

جام کو لب سے لے لگا اپنے
چھوڑ شرم وحجاب کی باتین

سنتے ہین اُسکو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتین

دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف
کہ یہ ہین پیچ وتاب کی باتین

ذکر کیا جوش عشق مین اے ذوق
ہم سے ہون صبر وتاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دون
آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دون

مین کاٹ دون پہاڑ کو پتھر کو توڑ دون
پر کیون نہ غیر سے بت کافر کو توڑ دون

دنیا سے مین اگر دل مضطر کو توڑ دون
سارے طلسم وہم مکدر کو توڑ دون

کیا دور جام ہو جو کبھی سر پہ دورِ چرخ
گر چاک پر پھرے تو مین ساغر کو توڑ دون

راہِ جنون مین جلد اُٹھاؤن جو مین قدم
پائے رفیق وہمت رہبر کو توڑ دون

کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کہے ہے چرخ
یانتک جھکاؤن شاخ ثمرور کو توڑ دون

ساقی لڑائیو نسے تری چاہتا ہے جی
باہم لڑا کے شیشہ وساغر کو توڑ دون

احسان ناخدا کے اُٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون

اے آشنا نہ پوچھ گرانباری گناہ
کشتی مین ہون تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دون

ہر موج بحرِ عشق کو یہ زعم بل بے زور
کہتی ہے دست وپاشناور کو توڑ دون

نازک خیالیان مری توڑین عدو کا دل ‌ ‌ ‌ ‌ مین وہ بلا ہون شیشے سے پتھر کو توڑ دون

پھر اُس مژہ کو یاد کرے تو تو دلمین ذوق
نشتر چبھو کے مین سرِ نشتر کو توڑ دون

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزین ہون مین ‌ ‌ ‌ ‌ ہون اسطرح جہا مین کہ گویا نہین ہون مین
مین وہ نہین کہ تم ہو کہین اور کہین ہون مین ‌ ‌ ‌ ‌ مین ہون تمھارا سایہ جہان تم وہین ہون مین
اس در پہ شوقِ سجدہ سے فرش زمین ہون مین ‌ ‌ ‌ ‌ مانندِ سایہ سر سے قدم تک جبین ہون مین
سرگشتگی بخت نہ دے مجکو اُٹھنے ؛ پیچ ‌ ‌ ‌ ‌ کچھ چین زلف کچھ شکن آستین ہون مین
تارا سا تہ پہ ہون مین کنوین مین برنگ آب ‌ ‌ ‌ ‌ نام آسمان پہ میرا ہے زیر زمین ہون مین

ہون طائر خیال نہ پر ہین نہ میرے بال
پر اُڑ کے جا پہونچتا کہین سے کہین ہون مین

گذرتی عمر ہے یون دور آسمانی مین ‌ ‌ ‌ ‌ کہ جیسے جاے کوئی کشتی دخانی مین
رکاؤ خوب نہین طبع کی روانی مین ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی مین
وفورِ اشک اگر سر بہ اوج ہو اپنا ‌ ‌ ‌ ‌ فلک برنگ گل نیلوفر ہو پانی مین
کہانیان ہین حکایات خضر و آبِ بقا ‌ ‌ ‌ ‌ بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی مین
نہین خضاب سے مطلب ہین یہ موے سفید ‌ ‌ ‌ ‌ سیاہ پوش ہوے ماتمِ جوانی مین
وہ سیدھے گھر کو سدھارے اور اُنکے کھوجین ہم ‌ ‌ ‌ ‌ پھرے بھٹکتے ہوے کوے بدگمانی مین
مبصرونسے کہو دیکھین چینِ ابروِ یار ‌ ‌ ‌ ‌ کہ جوہر ایسے کہان تیغ اصفہانی مین
ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ فنا مین بقا ‌ ‌ ‌ ‌ حباب وار ہون مین آبِ زندگانی مین
لگاتے تہمت گریہ ہین دل جلونکو ترے ‌ ‌ ‌ ‌ یہ ہین وہی جو لگاتے ہین آگ پانی مین
کہون مین اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہین ‌ ‌ ‌ ‌ بغیر جھوٹ نہین اور کچھ کہانی مین
نگاہ کسکی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات ‌ ‌ ‌ ‌ گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہبانی مین

مزا ہے تیغ محبت کے زخم کھانے کا
اگر ہے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی مین
نہین جو ضعف سے دم دیکھیے یہ آہ
کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی مین

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق
تری زبان کا مزا تیری شعر خوانی مین

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین
عیب کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہین
سامنے سے مرے ٹلتا نہین ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہین
فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھون نے
دستِ مژگان سے کوئی دھول جڑی خوب نہین
منہ چڑھے تیغ غم عشق کے کیا منہ ہے ترا
بوالہوس تجھپہ کوئی ضرب پڑی خوب نہین

خوبرویون سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

ہین نہان محو خودنمائی مین
بیر ہے پر خودی خدائی مین
ہو کے اک بوسے پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی مین
نہین گتھی مین وہ فرنگی زاد
ماہ ہے منزل ہوائی مین

ذوق ہے ایک رند شاہد باز
اسکو کیا دخل پارسائی مین

سلام کرتے ہین اُنکو جدھر کو دیکھتے ہین
اور اُن کو دیکھو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین
وہ دیکھین بزم مین پہلے کدھر کو دیکھتے ہین
محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہین
یہ لوگ کیون مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
انھین تو دیکھین ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین
وہ اپنی تربش تیغ نظر کو دیکھتے ہین
ہم اُنکو دیکھتے ہین اور جگر کو دیکھتے ہین
نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
جدھر کو آپ ہون ہم اُدھر کو دیکھتے ہین
مین جسکا دیکھ رہا ہون جگر کے داغون کو
کہ چارہ گر انھین وہ چارہ گر کو دیکھتے ہین

اُن آہوؤں سے کہو دیکھیں میری آنکھوں کو
جو آب جو میں گل نیلوفر کو دیکھتے ہیں

ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردش عالم
جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں

ہمارے وصل کی شب ہے وہ یاس محشر
کہ اُٹھ کے صبح قیامت سحر کو دیکھتے ہیں

ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھا
کہ طمطراق پہ ہم کر و فر کو دیکھتے ہیں

پڑیگا سایۂ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمہاری کمر کو دیکھتے ہیں

ہم اُسکے کوٹھے پہ چڑھکر ہیں ڈھونڈھتے عید
کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہیں

خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا
کہ زر کے بندے زمانہ میں زر کو دیکھتے ہیں

اِدھر شفق میں ہے شام اور اِدھر میں دیکھ
ابھی سے و سپیدم اُٹھکر سحر کو دیکھتے ہیں

نہ پوچھو شغل اسیری میں ہم غریبوں کا
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں

وہ دن تو عید کا ہوتا ہے دن ہمارے لیے
تمہارا اُٹھ کے جو منھ ہم سحر کو دیکھتے ہیں

یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
پڑا زمیں پہ جو نور قمر کو دیکھتے ہیں

سوال چہرۂ آئینہ ہے یہ چشم پر آب
کہ منھ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں

بہار کو ہیں دکھاتے ستارۂ سحری
تمہارے کان میں جب ہم گہر کو دیکھتے ہیں

فنا کی راہ میں پتھر جو بن کے بیٹھے ہیں
اُنہیں کو دیکھ کے ہنستے شرر کو دیکھتے ہیں

وہ خاک اُڑائینگے بازار عشق میں آکر
کہ پہلے آن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خال سیاہ
سناں ترک نظر پر سپر کو دیکھتے ہیں

عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اُس رخ پر
ستارے دھوپ میں ہم دوپہر کو دیکھتے ہیں

الٰہی آگ یہ سینے میں ہے کہ آفت ہے
عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے آئینہ ہیں دیکھتے جو آئینہ گر
ہنرور اپنے بھی عیب ہنر کو دیکھتے ہیں

زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں
تڑپتا خاک پہ مار دو سر کو دیکھتے ہیں

نگین کو دیکھ لیں چاہیں جو نام عالم میں
کہ سینہ کاوی میں ہاں نامور کو دیکھتے ہیں

خراش ناخن وحشت سے چارہ گر میرے
شکستہ بخیۂ زخم جگر کو دیکھتے ہین

اُٹھائی آنسوؤن نے کسپہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جان کا جو فال سفر کو دیکھتے ہین

کسی کی کاوش مژگان سے بر سر مژگان
ٹپکتا قطرۂ خون جگر کو دیکھتے ہین

جہان کے آئینہ سے دل کا آئینہ ہے جدا
اس آئینہ مین ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہین

دکھا دو تم لب میگون پہ خندۂ نمکین
کہ یان تو ساغر مے مین شکر کو دیکھتے ہین

عیار نقد محبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہین

مے ملا کر ساقیان سامری فن آب مین
کرتے ہین جادو سے اپنے آگ روشن آب مین

زلف مغی وش کو دھوئے گروہ پُر فن آب مین
ہون بجائے موج پیدا مار رہزن آب مین

چشمہ آئینہ مین کب تر ہوا پائے نگاہ
اسطرح جاتے ہین دیکھا پاکدامن آب مین

پھرتا ہے سیل حوادث سے کوئی مردون کا منھ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب مین

صحبت اہل صفا سے تیرہ دل کب صاف ہون
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب مین

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہین فوارہ وار
گو کہ مین ڈوبا کھڑا ہون تا بگردن آب مین

طاس قلیان مین رکھا ہے اُسنے ابر مردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابر بہمن آب مین

دیکھنا آبی دوپٹہ منھ پہ اُسکے وقت خواب
برج آبی مین ہے مہ یا مہر روشن آب مین

مین ہون وہ تفسیدہ دل کر جائے اک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرہ میری خاک مدفن آب مین

یون رہا مین زندگی بھر تشنۂ دیدار یار
جیسے مستسقی کا دم ہوتا ہے مردن آب مین

سایۂ سرو چمن نے کیا ڈرایا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب اے رشک گلشن آب مین

وعدہ ہے آنے کا اُسکے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہون دمبدم اُٹھ اُٹھ کے روغن آب مین

شب جو ہم لکھنے کو بیٹھے آنکھ سے ٹوٹے اشک
بہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفق من آب مین

ذوق تو اس بحر مین ایسے گل مضمون بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولون کا خرمن آب مین

ہووے تو اے مہر وش جب پر تو افگن آب مین
ہو سراپا فلس ماہی ماہ روشن آب مین

عکس زلفِ یار اور آئینہ رخسارِ یار
کھینچے ہین شام و سحر تصویر سوسن آب مین

تو جو دریا مین لڑا چھینٹے تو نینان شرم سے
پانی پانی ہو گیا اے شوخِ پرفن آب مین

مردم دیدہ ہین اپنے زندہ آبِ اشک سے
مردمِ آبی ہین انکا ہے نشیمن آب مین

بھول مت علمِ کتابی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے اے طفل کودن آب مین

تو سبِ دریا ہنسے آکر جو اے رشکِ بہار
ڈالے بھر بھر کے صبا پھولونکے دامن آب مین

لے لو اپنے روے سیمین پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب مین

کیا ہوا کیا سبزہ ہے کیا گل ہے کیا ابرِ بہار
لطف ہے گر ہووے فیض ربّ ذو المن آب مین

مدح کر اُس شاہ دریا دل کی اے دل جسکا فیض
لعل و گوہر ہے بہا تا وقتِ گفتن آب مین

شاہِ اکبر خسروِ غازی کہ آبِ تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ تا بگردن آب مین

پڑھکے بسمِ اللہِ مجرٖیہا و مرسٰہا دلا
جون شناور پھر ہوا مین دست و پازن آب مین

مطلع روشن لکھا جس سے کہ بحرِ نظم مین
صورتِ اختر دُرِ معنی ہین روشن آب مین

ڈالے جون روح القدس تو جبکہ توسن آب مین
نور حق ہو اہلِ برہان پر مبرہن آب مین

اے شہ الیاس رتبت اے شہ خضر احترام
خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب مین

نامِ حق لیکر جو مارے تیغ راہِ حق مین تو
غرق جون فرعونیان ہو فوجِ دشمن آب مین

تو شہ دریا نوال اور دل ترا موجِ کرم
ہے سخاوت سے تری دستِ قلمزن آب مین

تیرا نیسانِ عطا جبدم گہرباری کرے
گوہر تر سے بھرین موجونکے دامن آب مین

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہونے نہ پاے
مثلِ ابراہیم ادہم ایک سوزن آب مین

تیرے حکم شرع سے جب کفر دریا برد ہو
غرق ہووے تا بہ انشاے برہمن آب مین

ہو ترے سینہ مین جب بحرِ معانی موج زن
قطرہ سے روشن ہو صد معنی روشن آب مین

ہو ترا فیضِ سخن گر مبتغئِ نطقِ فصیح
بلبلے مانندِ بلبل ہوں نوازن آب میں

تیرے آگے گر کریں اعدا سرِ عصیاں بلند
مثلِ قومِ نوح ہووے سب کا مدفن آب میں

تو صف آرا ہو جو دریا میں تو ایک اک کرمِ آب
ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن آب میں

روے دریا پر بناتے ہیں بہم موج و حباب
بہرِ سربازانِ لشکر خود و جوشن آب میں

ق
تو ظلمت ہمہ گرد دشمن ہیں پر حیران ہوں نہیں
تیرے خنجر میں ہے کیوں آتش با آہن آب میں

باد پا تیرا ہے یوں آتش قدم بر روے خاک
ہووے جوں برقِ درخشاں سایہ افگن آب میں

عکس ابھی دریا میں ہے اور سن اڑ جاتا ہے یوں
روح گویا اڑ گئی اور رہ گیا تن آب میں

ق
تیرا فیلِ کوہ پیکر بسکہ دریا سیر ہے
ڈالے وہ کوہ رواں جب اپنا دامن آب میں

مثلِ ابر آئے و لیکن سرعتِ رفتار سے
اوپر اوپر چھائے مثلِ ابرِ بہمن آب میں

نسرِ طائر نسرِ واقع چرخ پر تا ہوں شہا
اور زمیں پر ہووے تا ماہی کا مسکن آب میں

ہو ہواے شوق میں سر پر ہما اقبال کا
ماہیِ دولت کا ہو تیرے نشیمن آب میں

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں
ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہیں

وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہیں
گر یہ ستم ہیں روز تو اک روز ہم نہیں

مضموں کے پیچ و تاب سے تابِ رقم نہیں
ہے زلفِ یار ہاتھ میں میرے قلم نہیں

بعد از فنا بھی جوشِ جنوں میرا کم نہیں
کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہیں

گو اضطرابِ دل کو عیاں کرتے ہم نہیں
پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہیں

جوشِ شگفتگی ہے محبت کا غم نہیں
یہ خون خراشِ دل میں تبسم سے کم نہیں

آتش میں آ پڑا تو ہے میری طرح سپند
لیکن نکل بھی جائیگا ثابت قدم نہیں

یہ دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ میں
وہ کونسا ہے داغ جو گردابِ غم نہیں

منظور دل کو کاوشِ غم کی ہے مشق اگر
بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہیں

ہین آمدِ بہار سے بھر لائے منہ مین خون
یہ زخمِ دل تبسمِ غنچہ سے کم نہین

ہم کافرانِ عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ مین آتشِ آتشِ سنگِ صنم نہین

مجھ روسیہ سے کب ہو سجدہ سرفرو
کب گردنِ خجالتِ محراب خم نہین

مشکل ہے تیرے عہدِ محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری خدا کی قسم نہین

اہلِ صفا کا دیکھا نہ دامن کسی نے تر
گوہر ہے اپنی آب مین غرق اور نم نہین

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
آہو کی شاخ شاخ سے طوبےٰ کے کم نہین

اللہ رے ضبطِ دل کہ مرے بر سرِ مزار
گیسوے دودِ شمع مین بھی پیچ و خم نہین

اے عہدِ یار تھے تو زمین پر کہ اُٹھ گیا
ڈھونڈھون کدھر سراغ کہ نقشِ قدم نہین

منصوبہ مارنے کا مرے کرتے ہین حریف
اور مجھ مین مثلِ بازیِ شطرنج دم نہین

تونے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کیا ہوا
رکتی کسی طرح تری تیغِ ستم نہین

ہے میکشون کے واسطے میخانہ تختِ جم
یان جامِ مے ہے سامنے گو جامِ جم نہین

چمکا یہ آتشِ دلِ پروانہ کا ہے رنگ
اے شمع و عیان شفقِ صبحدم نہین

ہے لوثِ حبِ زر سے یہ دامن ہمارا پاک
گر چھینٹ بھی پڑے تو بجز درم نہین

گر آبِ دیدہ شربتِ کوثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اُسمین چاشنیِ دردِ غم نہین

حالت ہے اب یہ زار ترے دلفگار کی
ہے چشم زخم منہ پہ کہ جو چشمِ نم نہین

ہاتھ آئے کس طرح سے دلِ گم شدہ کا کھوج
ہے چور وہ کہ جس پہ کسی کا بھرم نہین

ہاتھون نے چرخِ تفرقہ پرداز کے کبھی
کر سکتے آہ دستِ تاسف بہم نہین

سر بازِ عشق کے لیئے دار الامان کہان
محفوظ قطع سے سرِ شمعِ حرم نہین

جاتا ہے آنکھین بند کیئے ذوق تو کہان
یہ راہ کوے یار ہے راہِ عدم نہین

---

ہم سے ظاہر و پنہان جو اُس غارت گر کے جھگڑے ہین
دل سے دل کے جھگڑے ہین نظرون سے نظر کے جھگڑے ہین

جیتے ہی جی کیا ملک فنا مین ساتھ بشر کے جھگڑے ہین
مر کے ادھر سے جبکہ چھٹے تو جا کے اُدھر کے جھگڑے ہین

کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند
سارے بشر ہین بندے حق کے سارے شر کے جھگڑے ہین

ایک ایک جور و ستم پر اُسکے سو سو داغ دل ہے گواہ
ہم جو اُس سے جھگڑتے ہین حق ثابت کرکے جھگڑے ہین

غم کہتا ہے دل مین رہون مین جلوۂ جانان کہتا ہے مین
کس کو نکالون کس کو رکھون یہ تو گھر کے جھگڑے ہین

بحر مین موتی پانی پانی لعل کا دل خون پتھر مین
دیکھو لب و دندان سے تمہارے لعل و گہر کے جھگڑے ہین

دوست کے گھر مین دشمن سو جب سنگ ہمارے سینہ پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی پھر تو سر کے جھگڑے ہین

حضرت دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اُٹھائے دنیا سے
پاؤن پسارے بیٹھے ہین اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہین

ذوق مرتب کیونکہ ہو دیوان شکوۂ فرصت کس سے کرین ہم
باندھے گلے مین ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہین

آفتِ جان لگو ہین تن کے قفس کی تیلیان
ورنہ ہین یان بال و پر تار نفس کی تیلیان

استخوان ہین اس تن لاغر مین خس کی تیلیان
تیلیان بھی وہ کہ جو ستر برس کی تیلیان

رخصت پرواز کردیوین قفس کی تیلیان
جا کے دیکھ آئین جو کچھ رکھی تھین خس کی تیلیان

دلکے شعلون سے قفس کے پیش وپس کی تیلیان
یون جلین اُڑجائین جیسے خار وخس کی تیلیان

گر سر سیلابچی رکھتے ہو خس کی تیلیان
لیجئے مژگان کی مجھ بے دسترس کی تیلیان

گر رگ گل سے ہون بلبل کے قفس کی تیلیان
کانٹے آنکھون مین چبھوئین اُسکے خس کی تیلیان

طائران رنگ گل کا فکر کیا اے باغبان
ہین یہی رگہاے گل اُسکے قفس کی تیلیان

اے مہندس مرغ ساعت کو اگر کرتا ہے بند
لے ہوا مین اُڑکے آوازِ جرس کی تیلیان

مین ہون دیوانہ کسی کے سبزۂ رخسار کا
مار و بچھولون کی جگہ تم مجکو خس کی تیلیان

سوز غم سے ہین سلگتے جسم و جان ناتوان
کب کا یہ کوڑا تھا یارب کے برس کی تیلیان

کشتۂ مژگان کے گنبد کا ہے مرقد اے صبا
جا لگا اس پر عوض زرین کلس کی تیلیان

طائر رنگ حنا کا شوق اگر ہوا ے پری
تیرے ہاتھون کی لکیرین ہون قفس کی تیلیان

پنجہ مژگان جو پاروب سمند ناز ہے
تاب کب لائین لکد کوب فرس کی تیلیان

لے چلا دنیا سے دل یا کاسۂ روغن حریص
اسمین کیون رکھتا ہے جاروب ہوس کی تیلیان

چشم گریان نے اگر کی اس برس برسات خوب
سبز ہو جائینگی سب میرے قفس کی تیلیان

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے لگا دے ساقیا
گر خس شیشہ کو ہین درکار خس کی تیلیان

ہے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزان
پتے تجکر رہ گئین خالی سرس کی تیلیان

دوسے مژگان ہین کہ رکھتے ہین ترے شہباز چشم
آشیان کے واسطے چُن چُن کے خس کی تیلیان

ہے چپئے مرغ دل بلبل رگ گل کا قفس
اس سے نازک اور کیا ہونگی قفس کی تیلیان

ق گر ہے اے صیاد نادان تجکو آرائش کا شوق
مت بنا پیتل کے تارون سے قفس کی تیلیان

ہے یہین مرغ تر دماغ اُنکے قفس کے واسطے
چاہیین صندل کی چوبین اور خس کی تیلیان

اُڑکے جا پہنچے ہواے شوق مین تنکے کیطرح
تھین جو ٹوٹا گئین قاصدان زود رس کی تیلیان

طرز نالہ تجسے گر سیکھین جلا دیوین ابھی
صورت ققنس بنکے آواز بن جرس کی تیلیان

شیخ تل شکری جو لائے لعل لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخ عدس کی تیلیان

آگے ان نالون کے ہین لیکن خار و خس ہوتے رقیب
جون ہون روکش آتش اثر در نفس کی تیلیان

کاروان حیرت کا تھا شب تنکا تنکا دشت مین
رہ گئین بن بن کے آواز جرس کی تیلیان

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالم معنی سے ذوق
ورنہ تھین یہ تیلیان کب اپنے بس کی تیلیان

آج اُن سے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہین
پر نہین معلوم کیا کہوینگے کیا کہنے کو ہین

وصف چشم و وصف لب اس یار کا کہنے کو ہین
آج ہم درس اشارات و شفا کہنے کو ہین

ہین دہن غنچون کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہین
شاید اُسکو دیکھکر صل علے کہنے کو ہین

کہدے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے کان مین
بلبلین احوال دل کچھ اے صبا کہنے کو ہین

دیکھے آئینے بہت بن خاک ہین نا صاف سب
ہین کہان اہل صفا اہل صفا کہنے کو ہین

دمبدم رُک رُک کے ہے منہ سے نکل پڑتی زبان
وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہین

اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
مسجدون مین لوگ اذان اے مہ لقا کہنے کو ہین

مین ترے ہاتھونکے قربان واہ کیا مارے ہین تیر
سب دہان زخم منہ سے مرحبا کہنے کو ہین

میرے رنگ آبلے دیکھے تو منہ فق ہوگئے
زرد یون ہی دانہائے کہربا کہنے کو ہین

دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم مین ہین
نالہائے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہین

گاہ دامنگیر باد و گہ بیابان گرد خاک
اب تو تیرے عاشقونکے دست و پا کہنے کو ہین

وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہین

ہے جہان مانند مجمر اور ہم مثل سپند
اب چلے جائینگے آئے اک صدا کہنے کو ہین

پوچھو قاتل سے کریگا قتل آخر کب تلک
اپنی تاریخ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہین

میرے سودا کا اطبا کر نہین سکتے علاج
یون ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہین

مٹ گئے جوہر وفا کے اُٹھ گئے سب اہل دل
اب وفا کے نام کو اور با وفا کہنے کو ہین

اے صفائے دل ہی جس مین عیان ہو شکل یار
یون تو آئینون کے دل بھی با صفا کہنے کو ہین

کیا تماشا ہے کہ اُنکے کا نہین اُٹھا ہے درد
ہم جو آئے درد دل اپنا ذرا کہنے کو ہین

بے سبب سوفار اُنکے منہ نہین کھولے ہین ذوق
آئے ہین پیک مرگ پیغام قضا کہنے کو ہین

گر ترا نور نہین چشم مین کیا ہے اس مین
کہنا فِیہِ نَظَرٌ عین خطا ہے اس مین

دل کو کیا دیکھے گا تو چیر کے کیا ہے اس مین
اب تو قطرہ بھی نہین خون کا رہا ہے اس مین

رسن انداز ہے چاہ ذقن یار مین زلف
نہین معلوم کہ دل کسکا گرا ہے اس مین

عشق کی تلخی حسرت کے جو لے لے کے مزے
بے مزہ رہتے ہین ہم کچھ تو مزا ہے اس مین

تو نگین توڑ نہ دل کا کہ بڑی کاوش سے
اسم کو مین نے ترے کندہ کیا ہے اس مین

کبھی کرتا ہون فغان اور کبھی ضبط فغان
نہین معلوم وہ خوش اسمین ہے یا اس مین

خضر ساقی ہو تو مین جام نہ لون گر جا نون
کہ نہین جام مین مے آب بقا ہے اس مین

دیکھئے عشق مین جان وامق و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھئے کس کس کی قضا ہے اس مین

اُس جفا کیش کے نامہ کو پڑھون کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا سو لکھا ہے اس مین

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مئے عیش
مے کہان اسمین ہے زہر اب بھرا ہے اس مین

جا پڑا پاؤن پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمی وفا ہے اس مین

کیا بگولے کیطرح خاک کا پتلا اے ذوق
اُڑتا پھرتا ہے بھری جیب سے ہوا ہے اس مین

کرے وحشت بیان چشم سخنگو اسکو کہتے ہین
یہ سچ کہتے ہین سر چڑھ بولے جادو اسکو کہتے ہین

سوال بوسہ کو ٹالا جواب چین ابرو سے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تُل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اسکو کہتے ہین

عدو ہے نیش زن ہر دم میرے در پئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اسکو کہتے ہین

گوارا تلخی مے کیون نہ ہو ہم خستہ جانون کو
کہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اسکو کہتے ہین

گرہ کھولی ذرا اُس نے جو اپنی زلف مشکین کی
جو پوچھے عقل یہ دل سے بتا کیا نام ہے تیرا
کبھی شیرین نہ دل سے کوہکن نے کوہ کو کاٹا

معطر ہو گیا آفاق خوشبو اسکو کہتے ہین
کہون دیوانہ چشم پری رو اسکو کہتے ہین
محبت یہ نہین ہے زور بازو اسکو کہتے ہین

اجل سو بار آئی ذوق پر جب تک نہ وہ آئے
نہ پایا دم نکلنے میرا قابو اسکو کہتے ہین

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہین
کرتے اظہار ہین در پردہ وہ عداوت اپنی
دلکا یہ حال ہے پھٹ جائے سو جائے اور
توڑین اک نالہ سے اس کاسۂ گردون کو مگر

چشم پر آب سے آئینے وضو کرتے ہین
کیون مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہین
اگر اک جا سے ہم اس کو رفو کرتے ہین
نوش ہم اسمین کبھی دلکا لہو کرتے ہین

قد دلجو کو تمھارے نہین دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سرو لب جو کرتے ہین

رکھتا ازبسکہ جیفہ دنیا سے ننگ ہون
ہون وہ شگفتہ دل کہ نہ دو زخمین تنگ ہون
ہین سب سے پہلے سر کے اٹھانے کی فکر مین
دل بیٹھا محو ضبط ہے اور مجکو اضطراب

پارس بھی ہو تو جانتا مردار سنگ ہون
آہن تو آگ مین ہون مگر لالہ رنگ ہون
محفل مین اُنکی ہین کبھی چوسر کا رنگ ہون
دل میرا مجھسے تنگ ہے مین دل سے تنگ ہون

پروانہ گر نہین تو نہین پر ہون شعلہ دوست
مکھی بھی ہون تو خال دہان تفنگ ہون

مرے نالے کہین اس گنبد بے در سے اوپر ہین
گذر جاتے ہمارے نالے اُنکے سر سے اوپر ہین
عجب عالم ہے اب لٹکا کے اُنکے اک اشارہ پر
بسمہ دیوار گلشن ہم پڑے ہین ناتوانی سے

ہوا کیون باندھتے بادل یوہین اوپر اوپر ہین
وہ اک سنتے نہین چیتے اڑا اوپر سے اوپر ہین
لٹک جاتے ہمارے دلمین سو نشتر سے اوپر ہین
ابھی طاقت کرے یاری تو اڑ کر فرش سے اوپر ہین

تم وہ غضب کے ہوتے بھی کم ایسے شخص ہین
اور ہم تمھین پہ مرتے ہین ہم ایسے شخص ہین

صاحبدلون نے کعبۂ دل پر کیا مقام
کب کرتے قصدِ دیر و حرم ایسے شخص ہین

دیوانے تیرے دشت مین رکھینگے جب قدم
مجنون بھی لیگا آکے قدم ایسے شخص ہین

دین کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی اُنہین
زاہد یہ بت خدا کی قسم ایسے شخص ہین

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین
وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

خط دیکھکر وہ آئے بہت پیچ و تاب مین
کیا جانے لکھدیا اُنہین کیا اضطراب مین

بے بادہ غورگی مین ہوا ذوق جون مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب مین

نے رنگِ کفک ہون نہ ترا فندقِ پا ہون
مین کچھ نہین لیکن ترے قدمون سے لگا ہون

مجنون نے مجھے سمجھا چراغِ رہِ مقصود
مین ناقۂ لیلی کا سراغِ کفِ پا ہون

وہ مہر تو مین تاب وہ گوہر ہے تو مین آب
مجھسے نہ جدا وہ ہے نہ مین اُس سے جدا ہون

کھائے پیہم یہ ترے ناوکِ مژگان دلمین
اتنے موتی پہ نہین جتنے ہین پیکان دلمین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجران دل مین
ہمنے جانا تھا کوئی دن ہے یہ مہمان دلمین

خانقاہ مین بھی وہی ہے جو خرابات مین ہے
فرق پر یہ ہے یہان مخفیہ ہے اور وان دلمین

تیرے آشفتہ زدہ جن دشت مین اُڑ جاتے ہین
صبر و طاقت کے وہان پاؤن اُکھڑ جاتے ہین

اتنے بگڑے ہین وہ مجھسے کہ اگر نام اُن کا
خط مین لکھتا ہون تو سب حرف بگڑ جاتے ہین

کیون نہ لڑوائین اُنہین غیر کہ کرتے ہین یہی
ہمنشین جن کے نصیبے کہین لڑ جاتے ہین

مر گیا ہون لسکہ وصلِ سیمتن کی فکر مین — چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکر مین

ق

ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے — تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر مین

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین با چشمِ پُر آب
گاہ تدبیرِ لحد مین گہ کفن کی فکر مین

## متفرقات

اِک ہی دل لے لون تو پھر اُس بتِ قاتل کو نہ دون — جان دون مال دون ایمان دون پر دلکو نہ دون
چار ٹکڑے کرو دل کے کہ نہین ہو سکتا — لب کو دون رُخ کو نہ دون زلف کو دون خال کو نہ دون

نہ ڈال آبلے اے گرمیٔ فغان منھ مین — کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگنیان منھ مین
ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سوفار — یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہین زبان منھ مین

اسیرِ رنج و غم مین ہون مریضِ جان بلب مین ہون — اور اس پر اب تلک جیتا ہون کوئی عجب مین ہون
جو مانگون موت دردِ ہجر سے مجکو نہین زیبا — کہ نام عشق لون اور اسقدر راحت طلب مین ہون

ہر بنِ مو سے نکلتے ہین شرارِ آتشین — بنگیا ہون مین سراپا اک انارِ آتشین
واہ رے سوزِ جگر اُٹھتے ہین میری خاک سے — دودِ گلخن کی طرح اب تک غبارِ آتشین

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر ہنستے ہین — ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہین
ہوتے پابندِ علائق نہین وارستے نہین — نکہتِ گل کے نکل جانے کو سو رستے ہین

ہین ہون وہ جگر خون کہ سامابت بدن سے
ہے جی مین کہ غنچہ کو کرون تنگ چمن مین

جون اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالون
پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالون

دنبالہ سے سرمہ کے دھوان ہین تری آنکھین
کہہ بیٹھین نہ کچھ سیف زبان ہین تری آنکھین

مرے نالون سے چپ ہے مرغ خوش الحان بیابان مین
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانہ مین

ہوا ہے اور نہ ہو ویگا کوئی پیدا خدائی مین
وفا مین کوئی مجھسا اور تم سا بے وفائی مین

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن مین
بہانہ کرکے منت کا پنھایا طوق گردن مین

ہین وہ دیوانے کہ جنکو بیڑیان درکار ہین
ہم اسیر زلف ہین کافی ہمین دو تار ہین

کمندین اور بھی یون تو کمند انداز رکھتے ہین
تری زلفون کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہین

کیا صوفی و کیا میکش قائل مرے دونو ہین
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونو ہین

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے مین

جس جگہ بیٹھے ہین با دیدۂ نم اُٹھے ہین
آج کس شخص کا منھ دیکھکے ہم اُٹھے ہین

| | |
|---|---|
| کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری برسون | ہوے برسون نہ ہوئی پر وہ تمھاری برسون |
| یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن مین | کہ تھا بلبل کی گردن کا پڑا قمری کی گردن مین |
| رخصت جو ہو کے ہم سے جاتے وہ اپنے گھر مین | گھبرا کے پہنچتے وان ہم اُن سے پیشتر ہین |
| زاہدِ گمراہ کے مین کس طرح ہمراہ ہون | وہ کہے اللہ ہو اور مین کہون اللہ ہون |
| کرتے اپنے سر کو جو نوک سنان پر تاج ہین | عشق مین وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہین |
| سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جی | حضرت اسے بھی جانئے ہمزادۂ جنون |
| کٹا کر اپنا سر نوکِ سنان پر تاج کرتے ہین | حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہین |
| کہتی ہے ماہی بریان کہ دبیرانِ قضا | داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین |
| آپ آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے | یاد مین تیری اجل سے بھی فراموش ہون مین |

## ردیف واو

| | |
|---|---|
| دانۂ خرمن ہے ہمین قطرہ ہے دریا ہمکو<br>اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو | آ گئے ہے جز مین نظر کل کا تماشا ہمکو<br>کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو |

ہم وہ مجنون ہین کہ دل اپنا ہے صحرا ہمکو — اور جون خیمۂ لیلیٰ ہے سویدا ہمکو
اُس نے خط جو قلم سرمہ سے لکھا ہمکو — لکھا ایماے خموشی سے ہے سویدا ہمکو
رکھ مکدر نہ بس اب اے چرخ نہ آتنا ہمکو — ہمنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو
شوق مستی مین ہے گلگشت چمن کا ہمکو — چاہئے جاے عصا گردن مینا ہمکو
ہوئیگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا — آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو
بستگی دلکو ہے کیون اُس گرہ زلف کے ساتھ — کیا سبب کچھ نہین کھلتا یہ معما ہمکو
ہم وہ مجنون ہین کہ گر رم کرین آہو کی طرح — بھاگے ہے دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہمکو
کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جون زلف — کہ شکستون سے بنایا ہے سراپا ہمکو
جابجا نام تو جون نقش قدم چھوڑ گیا — خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈھنے عنقا ہمکو
اور ہمدرد کہان ہو ہواے حضرت دل — درد اب تمکو ہمارا تو تمھارا ہمکو
پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ ست — کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپولا ہمکو
اثر کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا — نقش سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہمکو
نخل خرما کی طرح باغ محبت مین ملا — کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو
ایکدم تنگ وہ آئے تھے بغل مین اس بر — غم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمکو
تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پاوے — ہو لبشرطے ترے آنے کا بھروسا ہمکو
آن پہونچی سر گرداب فنا کشتی عمر — ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو
ہو سکے لاغری و ضعف کہان مانع شوق — تیری جانب پر پرواز ہین اعضا ہمکو
ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اُس نے — پاس آنے نہ دیا دور سے پھینکا ہمکو
رشک تھا اپنے نوشتے مین کہ اُس نوخط نے — خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہمکو
ہر قدم پانون مین سر رکھتے ہین خار سر دشت — اے جنون تو نے تو کانٹون مین گھسیٹا ہمکو
کرتے جون کوہ نہین ہم تو سخن مین سبقت — پردہ کچھ تمسے سنیگا جو کہیگا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہر دل
طوف گرداب صفت چاہیئے اپنا ہمکو

لگ گئی آنکھ جو سودے مین تری زلفونکے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہمکو

حرفِ تلخ اُس لبِ شیرین سے ہر اک بات پہ آہ
ناصحا سنتے ہین ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

خاک سے کیونکہ ہمارے گُلِ رعنا اُگے
کہ کسی گُل کی دورنگی نے ہے مارا ہمکو

اکدم عمر طبیعی ہے یہان مثلِ حباب
فکر امروز ہے نے کچھ غمِ فردا ہمکو

جتنے عاشق ہین ہیم ایک کا ہے ایک عزیز
شمع سے چاہیئے ہے خون کا دعوی ہمکو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہِ عشق فلک
ارّہ سا دیتا ہے دندان عوض پا ہمکو

دلمین تھے قطرۂ خون چند سو مانند انار
نر ہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو

مل گئین خاک مین جو صورتین ہے انکا خیال
کیون نہ فانوسِ خیالی ہو بگولا ہمکو

ہم وہ ہین وحشی لاغر کہ چھپا لیتے ہین
زیر دامن نگہِ آہوے صحرا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوقؔ اُسکی تو زلفونکو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو
خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

ذبح کیون کرتے ہین فتراک سے باندھا ہمکو
چھوڑ ہونے دے تڑپکر ابھی ٹھنڈا ہمکو

دل شکستہ مگر اُس یار نے سمجھا ہمکو
خط بھی جو خطِّ شکستہ سے ہے لکھا ہمکو

باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہمکو
تجھبہ بن دیکھے ہے غش جسنے ہے دیکھا ہمکو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمکو
لیگئے اشک بہا جون کفِ دریا ہمکو

اس پہ مرتے ہین کہ کیون غیر کو تونے مارا
وہ نصیب اُسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

ہے وہی جنبش لبہاے جراحت پسِ قتل
کس لبِ تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہمکو

ہم وہ ہین گرم روِ راہِ وفا جون خورشید
سایہ تک بھاگ گیا دیکھ کے تنہا ہمکو

خال سرمہ کا نہین چاہیئے زیبائش کو
خترِ سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہمکو

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون روزن
ٹپکا مژگان سے لہو ہو کے جگر آخر کو
خط توام سے لکھو گور پہ تاریخ وفات
کون غلطیدہ تھا خاک سر کو بر تیری
جسکی آواز سے ہون رونگٹے سوہانکے کھڑے
اک حلاوت ہے عداوت مین بھی اُس ظالم کی
دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کیطرح پھوٹ بہے
ٹپکے ہے جاے عرق ہر بُن مو سے پیکان
ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
ہم وہ ہین رند کہ اس عالم پیری مین بھی
سنگدل تین دن اب گور مین بھی بھاری ہین
تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہین ہم بھی تم پر
بھرتے ہی آنکھ کے پھیرینگے گلے پر خنجر
گرمی تب سے ہوا سوزدرون جو افشا
حسرت اے خواری وحشت کہ گریبان کا تار
کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے
نہ اٹھین شور قیامت سے بھی وہ مست ہین ہم
ہم تبرک ہین بس اب کر لے زیارت مجنون
وصل کا اُسکے تصور جو بندھا رہتا ہے
واہ قسام ازل صدقے ہم اس قسمت کے
دل مین نشتر نگہ یار کا آہی کھٹکا

دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو
خواب شب بستر مخمل پہ نہ آیا ہمکو
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہمکو
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو
ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپنے چھیڑا ہمکو
یہ ہدف کس نے کیا تیر جفا کا ہمکو
جادہ پہونچانے لگا تا لب دریا ہمکو
اُنس میخانے سے جون پنبۂ مینا ہمکو
ہے سوم مین ترے آنے کا جو دھڑکا ہمکو
مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو
ہو چکا آپکا معلوم ہے ایسا ہمکو
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو
ہو گیا ضعف سے تار رگ خارا ہمکو
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو
کہے جب تک کہ نہ قم قم لب مینا ہمکو
سر پہ پھرتا ہے لئے آبلۂ پا ہمکو
تو مزے ہجر مین بھی آتے ہین کیا کیا ہمکو
جام عشرت اُسے اور داغ تمنا ہمکو
وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہمکو

رہی ہر طرح سے صیدی کی کبوتر کی طرح
صید ہی مین نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
ق
ہاتھ سے اُس بت بیدرد کے ایذا ہمکو
صلح بھی ٹھہری تو پھڑ کا ہی کے چھوڑا ہمکو

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمین
ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
دیگا تمام عقل کے بخیے اُدھیڑ تو

الفت کا گر ہے نخل تو سرسبز ہوئے گا
سو بار جڑ سے پھینکدے اسکو اُکھیڑ تو

عمرِ روان کا توسنِ چالاک اس لیئے
تجھکو دیا کہ یان سے کرے جلد ایڑ تو

اے زاہدِ دورنگ نہ پیر آپ کو بنا
مانندِ صبحِ کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو

اس صیدِ مضطرب کو تامل سے ذبح کر
دامان و آستین نہ لہو مین لتھیڑ تو

جو سوتی بھڑ کو باعثِ غوغا جگائے پھر
دروازہ گھر کا اُس سگِ دنیا پہ بھیڑ تو

مرجائیگا جو تیرا گرفتارِ دامِ زلف
تربت پہ اُسکی جال کا پائیگا بیڑ تو

یہ تنگنائے دہر نہین منزلِ فراغ
غافل نہ پاؤن حرص کے پھیلا اسکیڑ تو

آوارگی سے کوے محبت کے ہاتھ اُٹھا
اے ذوق یہ اُٹھا نہ سکے گا کھکیڑ تو

موت ہی سے کچھ علاج دردِ فرقت ہو تو ہو
غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

بعد مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
یان کہان راحت جراحت پر جراحت ہو تو ہو

تلخکامی ہی مین گذری زندگانی عمر بھر
جان شیرین کے دیے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خرابآبادِ دل
عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہین شورِ قیامت جسکو وہ اے چشمِ یار
تیرے مستونکی صفیرِ خوابِ غفلت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ مین پروانہ سا کرم ضعیف
آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو

انتظار یار میں جو چشم ہو جائے سفید
مردمک اُس میں کہاں ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہو اور پست قامت ہو تو ہو

اب زبان پر بھی کبھی آتا نہیں الفت کا نام
اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو

آج اک پگڑی بدلی تھی میکدے میں برہمن سے
ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

تمنا نہیں ہے کہ امدادِ دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزدِ قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترے پانو پر جان بحق ہو

کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آنکر تم کو دیکھا تو وہ ہی سے لیئے دستِ افسوس کے دو ورق ہو

جو مے نوش وہ شوخ رشکِ قمر ہو تو سرخی نہ کیوں اُسکے رخسار پر ہو
غروب آفتابِ درخشان اگر ہو تو کس وجہ پیدا نہ رنگ شفق ہو

اگر دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہِ چاردہ
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بیک جلوہ چودہ طبق ہو

یہ کشتوں کا اُس مانگ کے یاں پتا ہے کہ ان تیرہ بختوں کے مرقد پہ کوئی
اگر سنگِ موسیٰ کا تعویذ رکھدے تو رکھتے ہی بس درمیان وہ شق ہو

مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرایا تو نے تو تھا یوں سمجھکر نکل جائے جان کچھ جو سدِ رمق ہو

اگر رشکِ گلشن نہ ہو تجھسے باہم تو گلشن میں ہو وے یہ مستی کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آوازِ ضیغم چمن مجکو اک وادی لق و دق ہو

اگر زخم سینہ سے پھاہا اُٹھاؤں تو خورشیدِ محشر کو تپ سے چڑھاؤں
دگر سینۂ داغِ دل کو دکھاؤں تو صبحِ قیامت کا دم میں شق ہو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدلکر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جسمین
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو

جس ہاتھ مین خاتم لعل کی ہے گر اُس مین زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس مین آ جگر آتش ہو

اے قاتل حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنے دیکھ تنور آتش ہو

ہو تیرا سیہ رو صبحِ ہجران مجھ سے رخصت مہوش ہو
وہ کھینچون آہ کہ خور بھی پنہان زیر دود آتش ہو

لبریز شراب ناز دکھا تو ساغرِ چشمِ کافر کو
تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دل کش مے کش ہو

تم وہ وہ زخمِ دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر ہر کشش تیغ ناز سے اپنے دلمین کرتے عشعش ہو

دل بخل مین قد کے جون زکریا چھپ کر چشمِ کافر سے
اب ارۂ جنبش ابرو سے کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو

لبیک وا ذان ناقوس وجرس یا خندۂ قلقل نالہ سے
دل کھینچنے مین ہان کوئی ہو پر ایک نوائے دلکش ہو

بن تیرے آگے آرائش دشمنِ جان ہو عاشق کی
محرابِ طاق کمان بجائے دستۂ نرگس ترکش ہو

مانند نمکدان چرخ پہ انجم حق نے بنایا اس خاطر
تا ہر لبِ زخم حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو

گر کلکِ آہ کو پھیرون مین تو سرمۂ دود دل سے پھرے

سب صفحہ ماہ منور کا جون سینۂ یار منقش ہو

جب ضعف سے مجکو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کہتا ہے

بس غش نہ کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پہ بجد غش ہو

اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاکِ کوے قاتل نے

ہان دفن کو ایسے کشتون کے ایسی ہی زمین دلکش ہو

بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہاے خون سے اٹھا

جب اپنا بہا خون پانون پہ اُسکے دل کلیون آتنا تشوش ہو

اس بحر مین کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ تمنے لکھی ہے
ہان وزن کو جسکے سنکر خندان روح خلیل وا خفش ہو

دن کٹا جائے اب رات کدھر کاٹنے کو
ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
دانت انجم سے نکالے سوے تجھ بن مجھ پر
وہ شجر ہون نہ گل و بار نہ سایہ مجھ مین
سرو گردن جگر و دل ہین یہ چاروں حاضر

جب سے وہ گھر مین نہین دوڑے ہے گھر کاٹنے کو
مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو
اُسکے آنسو ہی کفایت ہین جگر کاٹنے کو
منہ فلک کھولے ہے اے رشکِ قمر کاٹنے کو
باغبان نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو
چاہیے دل یار کا جو زنگ اگر کاٹنے کو

شام ہی سے دلِ بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

چرخ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلاوے اُسکو
دیکھین تم کیسے بھلا کڑھو جیسے کرتے ہو یاد
قالب خاکی انسان کو بنا کر کچی
آبرو خاک مین دی اُسنے ملا آئینہ کی

گر سُنے عود کو غرقی تو جلا دے اُسکو
بھول تو جاؤ بھلا میرے بھلا دے اُسکو
عشق کی آگ مین ڈالا کہ پکا دے اُسکو
مجھ سا ہو آئینہ تو منہ نہ دکھا دے اُسکو

منھ ہے کیا شمع کا ہو بزم مین تجھ سے روکش
چٹکیون مین ابھی گلگیر اُڑا دوے اُسکو

آئے تصویر ہی اُسکی وہ نہ آئے تو نہ آئے
پر مرے پاس کوئی کھینچ ہی لاوے اُسکو

پیار کی بات یہ مجھسے نہین اک اور سے ہے
تیری یہ خو ہے کہے مجھکو سنادے اُسکو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیونکر آئے
مر بھی جاؤن تو ذرا رحم نہ آوے اُسکو

مشتِ خاک اپنی ہم اُس کوچہ مین کل پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اُٹھائے نہ اُٹھاوے اُسکو

سگِ دنیا پس از مردن بھی دامنگیر دنیا ہو
کہ اُس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو

ہجوم آور جو آنکھون مین ترا شوق تماشا ہو
تو شاخِ ہر مژہ سے چشمِ نرگس وار پیدا ہو

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پر سُن کے ہنستے ہنستے شادیمرگ عیسیٰ ہو

نہ ہووے دسترس دامانِ وصلِ یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پانون تک دستِ تمنا ہو

مجھے کیا چاہئے عقدہ کشا سوزِ محبت مین
گرہ میری سپند آسا مری فریاد سے وا ہو

درازی مین شبِ غم کی اگر بہلائے دل مجنون
خیالِ زلفِ لیلیٰ اسکے حق مین الفِ لیلیٰ ہو

کرے پرواز مرغِ جان اگرچہ شاخِ طوبےٰ تک
پر اُس تارِ نظر سے مثلِ مرغِ رشتہ بر پا ہو

حلاوت یان کہان جب ہووے آبِ شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو

تصور یون کبھی غفلت مین آجاتا ہے مرنیکا
کہ جیسے عالمِ رؤیا مین چشمِ کور بینا ہو

مجھے بلوہ مین مارا ہے نگاہ و ناز غمزہ نے
بتاؤن کس کو قاتل کس سے پھر خونکا دعویٰ ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے پیچ ہستی کا
کہ صحرا سے عدم مین گردنِ عنقا کا پھندا ہو

مرے صحرا مین وہ وحشت برستی ہے کہ مجنونکے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیرِ کفِ پا ہو

کہین کیا دل کی وسعت اپنی ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسمان ہون جمع اک خالِ سویدا ہو

اکیلا رہ گیا یارون سے یون ہون ناتوانی مین
کہین شاخِ خزان دیدہ پہ جیسے زرد پتا ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق مانع مایۂ عشرت
تو کیون حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشہ مین صہبا ہو

سرد مہری سے تری گر جون دل یخ بستہ ہو
پھر نہ ٹپکے کوزۂ دل گرچہ سب لشکستہ ہو

کیونکہ قابو مین فلک کے عاشق وارستہ ہو
یہ تو جب ہو گر کمان کے بس مین تیر جستہ ہو

ہر قدم پر ہے خراش پاے مجنون گل فشان
تا کہ اک اک خار صحراے جنون گلدستہ ہو

کیا ہوا داغ محبت سے ہوا دل سر بمہر
یہ نہین ممکن کہ میرا راز دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزن الماس دل سے غم کی پھانس
جتنی یہ کاوش کرے اُتنی ہی یہ پیوستہ ہو

منھ سے جو نکلے مزا جب ہو کہ ہووے دلنشین
آہ موزون ہے کہ نالہ مصرعۂ برجستہ ہو

جانے کیا بیدرد انداز کلام دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشم صنم کو
چکرا دیا غمزہ نے ترے طوف حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصف رخ زیبا
چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو

رونق ہے بہار گل رخسار سے تیری
گلزار حدوث و چمنستان قدم کو

جائے نہ کبھی طبع جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈتا ہے تو عمل بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

ہین اشک کباب اشک ترے سوختہ جانکے
پر کرتے ہین خون شبنم گلزار ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کے جو چھوٹا
چڑھ جائیگا اک زلزلہ صحراے عدم کو

جس دن سے زمین پر ہے فلک خاک ہے اُڑتی
دیتی تھی یہان راہ نہ اس سبز قدم کو

خوبی سے نہین رونق بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دیگا دم آکر کسی بیدم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشم عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤن تماشہ ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اُس کا
احوال بد و نیک سے کیا کام قلم کو

منزلِ گم گشتگان بالکل الگ دنیا سے ہو — آسمان بھی ہو اگر وان بیضۂ عنقا سے ہو

سایہ افگن جسپہ تو اپنے قدِ رعنا سے ہو — گرد بادِ اُس خاک پر ہمسر قدِ طوبیٰ سے ہو

گر کرے بجز نمائی جلوۂ رخسارِ یار — وہ کفِ آئینہ سے ہو جو یدِ بیضا سے ہو

ہین وہ مجنونِ بیابانِ مرگ ہون جسکے لیے — جو ہو چادر یا کفن وہ دامنِ صحرا سے ہو

سبحہ صد دانہ بھی پڑ جاے اگر میرے گلے — دانۂ انگور تارِ پنبۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کردے آبلہ پائی مری — ہر قدم پر چشمہ جاری چشمِ نقشِ پا سے ہو

تا بت اک ٹانکا نہ چھوڑے دلکا میرے اضطراب — چاکِ سینہ گر رفو تارِ رگِ خارا سے ہو

تشنہ کامی گر مری دیوے چکھا شوراب اشک
ذوق شورِ العطش پیدا لبِ دریا سے ہو

صفا ہین رخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہمسر ہو — نگاہِ چشمِ سرمہ آلودہ سے بھی جو مکدر ہو

مری تاثیرِ وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو — نگین پر نام لکھدون تو نکل کر گھر سے باہر ہو

ترا دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو — جلاوے زیرِ پا گر خارِ مژگان سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف پیا اے ستمگر ہو — ابھی قصہ ہو آخر کہ آخر روزِ محشر ہو

جو تو دریا مین دھووے ناخنِ پا گلبدن اپنے — تو ہر اک فلسِ ماہی شکلِ برگِ گل معطر ہو

جو ہووین آشنا کو گر سبک دوش اپنی صحبت مین — تو آہن ساتھ کیون لنگر کیے دریا مین شناور ہو

کھٹکتے ہی رہین دل مین ترے مژگانِ برگشتہ — ہجومِ نیشِ کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جان تونے مجکو سرد مہری سے — کہ آہِ سرد تیری شمع کافوری سے ہمسر ہو

حرم کو جاے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہین — مبارک اُس کو طوفِ کعبہ ہم کو دورِ ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کشِ وحشت کا کیا ممکن — اگر سو ٹکڑے سنگِ کودکان سے کاسۂ سر ہو

بجاے حق تعالےٰ اُس یزیدی شمر مشرب سے — کہ خونِ سید کا جس بیرحم کو خونِ کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیرون کی — روانی تیغ مین وابستۂ زنجیرِ جوہر ہو

مجھے صحن چمن بھی عرصہ گاہ حشر ہو تجھ بن
گل خورشید میرے واسطے خورشید محشر ہو

جو کھوئے آپ کو وہ منزل مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ مین اے ذوق رہبر ہو

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمر رفتہ کی اپنی صدائے پا سمجھو

سمجھ تو کور سوادون کو ہو جو علم ہو
اگر سمجھ بھی نہو کور بے عصا سمجھو

نہ سمجھو وحشت شفاخانۂ جنون سے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

پڑے کتاب کے قصّون مین کیا کرو دل صاف
صفا ہو دل تو بہ از روضۃ الصفا سمجھو

نہ ہے نصیب کہ ہنگام مشق تیر ستم
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

ہنسے وہ رونے پہ میرے تو پھر صف مژگان
نہ سمجھو چشم پہ دیوار قہقہا سمجھو

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمھاری راہ مین ملتے ہین خاکمین لاکھون
اس آرزو مین کہ تم اپنا خاک پا سمجھو

دعائین دیتے ہین ہم دل سے تیغ قاتل کو
لب جراحت دل کو لب دعا سمجھو

بہا دیا مرا خون اُس نے اپنے کوچہ مین
اسی کو یارو دیت سمجھو خون بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمھاری کہون نہین تم سے کیا
تم اپنے دل مین خدا جانے سُنکے کیا سمجھو

تمھین ہے نام سے کیا کام مثل آئینہ
جو روبرو ہو اُسے صورت آشنا سمجھو

نہین ہے کم زر خالص سے زردی رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

ہاتھ سینہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
ایک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دم باز پسین دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منھ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھسے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

ہر پر پروانہ پڑے ہین شجرِ شمع کے گرد
برگ ریزیٔ محبت کا ثمر دیکھتے ہو

بیدِ مجنون کو ہو جب دیکھتے اے اہلِ نظر
کسی مجنون کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو

شوقِ دیدار مری نعش پہ آ کر بولا
کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذّتِ ناوکِ غم ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے ہین زخمِ جگر دیکھتے ہو

غضب تم اپنی رکاوٹ سے منھ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

لگا کے سرمہ تم آنسو نہین بہاتے ہو
یہ ہمکو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو

چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہین اُٹھاتے ہو

تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو
کہ میرا اخترِ بخت سیہ دکھاتے ہو

اگر دباؤ کسی کا تمھارے دل پہ نہین
تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیون دباتے ہو

ملاپ جانین جبھی ہم کہ دے کے تم بوسہ
کہو کہ آؤ زبان سے زبان ملاتے ہو

مریضِ عشق کو تم پوچھکر طبیبون سے
مدام شربتِ عناب کیا پلاتے ہو

ہون خاک چاٹ کے کتنا ابھی شفا ہو جائے
جو شربتِ لبِ میگون ذرا چٹاتے ہو

جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرتِ عشق
ہماری چٹکیون مین ہم کو تم اُڑاتے ہو

گلو یہ کہہ گئی کیا کان مین تمھارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو

جلن سے رشک کے ہین ہڈیان جلی جاتین
کہ ہائے تم نئے قلیان کو منھ لگاتے ہو

ق
ہماری لاش پہ آوازِ قُم باذن اللہ
تم آ کے حضرتِ عیسےٰ عبث سناتے ہو

اُٹھین گے یار کی ٹھوکر سے لے چلو تشریف
نہین تو پھر کوئی صلوات سنکے جاتے ہو

جلا رہے ہین سویدائے دل کو ہم اپنے
نظر گزر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو

ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سیر آئینہ مین
نگہ کی تیغ کو کیون زہر مین بجھاتے ہو

نمک چھڑکتی ہے شبنم گلون کے زخمون پر
دکھا کے تم لبِ دندان جو کھلکھلاتے ہو

ہمیشہ صدقہ اُس ابرو کے ہو کے حضرت دل ق یہ لب پہ نالۂ جانکاہ اپنے لاتے ہو
دیا طواف حرم مین ہے سامنے محراب اور اس مین نالۂ لبیک تم سناتے ہو

وہ آئے بام پہ ہین ہمدمو نہ بیٹھو اب اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو

یہ صید بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہین سمندِ ناز کو تیز اتنا کیون اُڑاتے ہو

مرے لئے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے ق یہ تم جو دشمنون کو دردِ سر بتاتے ہو
لگاؤن گھس کے جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے لگاوٹ اتنی بھلا کس لیئے دکھاتے ہو
جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کرون تو کہو کہ دیکے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کونسا انداز گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زور طبیعت تم آزماتے ہو

---

جو کہو ہے قد یار کی تصویر دکھا دو تم لکھو الف اور وہی تحریر دکھا دو

دیکھو سرِ مقتل نہ کہین چھوڑ دے بسمل پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھا دو

(ن ایسا نہو مقتل مین کہین چھوڑ دے بسمل)

حالت طپش دل کی مرے پوچھین اگر وہ تم ان کو تڑپتا ہوا نخچیر دکھا دو

گر دیکھ لے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے تم مصحف رخ اُسکو بہ تدبیر دکھا دو

گر چاہو ثریا ہو نہان پردۂ شب مین جھمکون کو تہِ زلف گرہ گیر دکھا دو

اُس چشم کو ہے ناز بڑا تیر نگہ پر اے حضرت دل آہ کی تاثیر دکھا دو

وہ برق نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم اس نالۂ جانسوز کا اک تیر دکھا دو

گر وہ نہین آسکتے یہانتک تو بلا سے لاکر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھا دو

دیتے ہین خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب کہدو کہ ہین تم خطِ تقدیر دکھا دو

اک جان ہے اک دل ہے سو ہین یکرخ و یکرنگ تم چاہو تو ہر رنگ مین تاثیر دکھا دو

لطف و کرم یار کے تم پر جو ہین منکر
ذوق آج اُنہین تم یار کی تحریر دکھا دو

دم ذبح تیغ جفا مین جب تری بہتا آب حیات ہو
تو شہید ناز کو کیونکہ پھر نہ حیات بعد ممات ہو

جو مذاقِ شعر کو اے پری مین چکھاؤن تیری شکر لبی
قلم انگلیون مین جو ہے مری ابھی رشکِ شاخِ نبات ہو

جو ہین کرتے میرے لئے دعا کہ ہو دامِ عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا انہین اس جنون سے نجات ہو

مجھے کہتے سب ہین کہ صبر کر جو نہین تو صبر سے درگذر
سرِ حسن و عشق پری مین پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو

سرِ راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آرہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخلِ حسنات ہو

ترا حسن وہ بتِ مہ جبین کہ ہے صدقہ جس پہ زمان و زمین
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہین جو چھپائے منہ ابھی رات ہو

جو ہین مرتے حسنِ صفات مین وہ رہین گے اپنی ہی بات مین
تو فنا ہو ذوق اسی ذات مین کہ جو ذات جملہ صفات ہو

گو سون کیا تنگی زمانے کو
قصد کعبہ کا تھا پھرے الٹے
تو مکدر نہو تو عشق مین ہم

کہ نہین جاے سر اٹھانے کو
چوم کر اسکے آستانے کو
ایک آندھی ہین خاک اڑانے کو

یہانتک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
زیادہ ہوتا ہے پیری مین فربہ نفسِ امارہ
کمندِ نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی

عجب کیا ہے جو سمجھے طوقِ گردن چشمِ سوزن کو
یہ بالون کی سفیدی شیر ہے اس مارِ رہزن کو
لپیٹ کر مثلِ طوقِ فاختہ عنقا کی گردن کو

تصور کس طرح بھولے ترا اس چشم گریاں کو
نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیرِ جانان کو
رکھا مہان بہانہ سے ترے اُس ماہِ تابان کو

نکالے مینہ برستے ہین کوئی کیا گھر سے مہمان کو
نہ پیکان دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکان کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے رحمت ہے باران کو

## متفرقات

دیکھا دمِ نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق ویسے شام کو

تم مسی مل کرنہ غرفہ سے نکالا منہ کرو
اور نہین گرمانتے تو جاؤ کالا منہ کرو

اشکباری مری مژگان کی ذرا دیکھین لو
کتنے پانی مین ہین فوارے بھلا دیکھین لو

یا تو پاسِ دوستی تجھ کو بتِ بیباک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

غیر نے ایسا پڑھایا کچھ مرے محبوب کو
لاکھ ہچون سے پڑھا اُس نے مرے مکتوب کو

جتنا ہے نمک سب مرے زخمون مین کھپاؤ
پلکون سے اُٹھاؤگے نہ ہاتھون سے گراؤ

پوشاک آبی آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشہ مین بند ہو

ٹک دیکھو اس لذتِ پیکان کے اثر کو
جنبش مرے ابتک ہے لبِ زخمِ جگر کو

(یہ شعر استاد ذوق کا آخری سخن ہے)

| | |
|---|---|
| خبر کر جنگِ نوفل کی تو مجنونِ اہلِ ہامون کو | کہ بادہ تا صبا کھچوائے شاخِ بیدِ مجنون کو |
| دریا میں ترے حسن کے بالے میں ہنور دو | اور اُس پہ غضب یہ کہ پڑے اُس میں گردو |
| جاتے ہیں اب تو کوئے بتِ لالہ فام کو | اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو |
| حق نے تجھکو اک زبان دی اور دیئے ہیں کان دو | اسکے یہ معنے کہے اک اور سنے انسان دو |
| کہے ایک جب سن لے انسان دو | کہ حق نے زبان ایک دی کان دو |
| نہ شبنم کو کہو بلبل سے آنسو | یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو |

## ردیف ہائے ہوز

| | |
|---|---|
| مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ | تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ |
| دیں کیونکہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ | قیمت میں بڑھے دل کے درم اور زیادہ |
| ساتھ اپنے ہے اب فوجِ الم اور زیادہ | کر تو بھی بلند آہِ علم اور زیادہ |
| تیز اُسنے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ | مشتاق شہادت ہوئے ہم اور زیادہ |
| سر کٹ کے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ | جوں شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ |
| گر شرحِ جنون کیجے رقم اعد زیادہ | ہو چاک ابھی جیبِ قلم اور زیادہ |
| دیتا ہے وہ دمباز جو دم اور زیادہ | شیشے کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ |
| گھبراتا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش | گھبرانے لگا سینے میں دم اور زیادہ |

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا
اُٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت کی محبت سے ہے ہر زخم جگر کو
ذوق نمک درد و الم اور زیادہ

کرنے کو سیہ نہ ورقِ چرخ کو اے دل
نالے سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہو دیگا دو چار قدح سے مجھے ساقی
میں لونگا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بارِ محبت
ہو پشتِ فلک میں ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہوں پہ کہ جوں تیغ
سیدھی تو ہے لیک اُسمیں ہے خم اور زیادہ

ہو جس کو پسِ مرگ بھی یادِ دہنِ تنگ
تنگ اُسکو کرے کنجِ عدم اور زیادہ

اُس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے
پیدا دمِ افعی میں ہو سم اور زیادہ

اُس شوخِ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہستی تنک مایہ نے کچھ پھونکا ہے ایسا
اُبھرے ہے حبابِ لب دم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یاروں کا گیا اُسپہ بھرم اور زیادہ

ہے سوزِ محبت سے مری خاک میں گرمی
کیونکر نہ اُٹھا دے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صیدِ فگن چشم کی شوخی
ہو آہوئے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغنِ لغزاب مرے گریہ میں کہ اے چشم
بھڑکے ہے جو یوں آتشِ غم اور زیادہ

ہے نکہتِ ریحان کا دماغ اب کسے تجھ بن
آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ

جو بیٹھ کے ہلکے ہیں تیچے بات کب اُنسے
روکیں تو اُبھر جاے شکم اور زیادہ

مہمیزِ سرِ خار سے نکلا سرِ صحرا
کچھ توسنِ وحشت کا قدم اور زیادہ

صیدِ دلِ عاشق میں ہے مصروف وہ کافر
بیخوف ہیں اب صیدِ حرم اور زیادہ

گو سرمہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی
سوجھیں اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

اے خنجرِ خونخوار نہ برش میں کمی کر
ہاں تجکو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رکے ہے
اُتنا ہی اُسے چاہین گے ہم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا ہو جو بڑھین چند قدم اور زیادہ

سرعت ہے ابھی نبض مین جون موج رم برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپ غم اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوق جراحت کہ صد افسوس
اُس تیغ دودم مین نہین دم اور زیادہ

کیون مین نے کہا تجھ سا خدائی مین نہین اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دم خنجر
لے عشق کا بھر اُسکے تو دم اور زیادہ

ق
اُس عاشق بیچارہ کا ہے اور برا حال
گریے سے ہے آنکھون پہ ورم اور زیادہ

پیٹے سر بستر پہ پڑا پانون کہان تک
بس پانون نہ پھیلا شب غم اور زیادہ

ق
ہے باغ جہا مین تجھے گر ہمت عالی
کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہین ثمر شاخ ثمر ور کو جھکا کر
جھکتے ہین سخی وقت کرم اور زیادہ

جو کچھ قناعت مین ہین تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انھین کم اور زیادہ

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

مین ناتوان ہون خاک کا پروانے کی غبار
اُٹھتا ہون رکھ کے دوش نسیم سحر پہ ہاتھ

خط دیکھے دل مین تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے
پر اُس نے رکھ دیا دہن نامہ بر پہ ہاتھ

کھاتا ہے اس طرح سے غم عشق میرا دل
جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ

جون نبض شناختہ تو نہ چلا انگلیان طبیب
رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے باد نسیم صبح
مارے ہے کوئی دم مین ترے تاج سر پہ ہاتھ

چھوڑا نہ دل مین صبر نہ آرام نے شکیب
تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ

قاتل کبھی نہ تو نے اُٹھائے ہزار حیف
آکر مزار کشتۂ تیغ نظر پہ ہاتھ

جو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق
جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھکر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

ہے اُن کی سادگی بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

روز آفتیں نئی ہیں دل پر محن کے ساتھ
جب دیکھو زخم تازہ ہے زخم کہن کے ساتھ

یاد آگیا ترا قد رعنا جو باغ میں
کیا کیا لپٹ کے روئے ہیں سرو چمن کے ساتھ

وحشی کو ہنسے دیکھا اُس آہو نگاہ کے
جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
ٹکڑے اُڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

پایا ذرا اثر نہ کہیں رات بھر پھرے
سر مارنے پہ آہ سپہر کہن کے ساتھ

اللہ ری لاغری کہ ترے ناتوان کی لاش
اُڑتی پھرے ہے بوئے عبیر کفن کے ساتھ

دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سیدھے ہوں کج سرشت
آتش میں پیچ و خم ہیں رسن کے رسن کے ساتھ

بزم صنم میں حضرت دل ذکر کعبہ کیا
تھی جس چمن کی بات گئی اُس چمن کے ساتھ

ان ناتوانیوں میں بھی یاں تک ہے شوق دل
گویا چمن میں اُڑ کے نسیم چمن کے ساتھ

ہوں زلف عنبرین کا جو کشتہ تو کیا ہوا
لکھ دو کفن سیاہی مشک ختن کے ساتھ

منظور تجھکو کب ہے یہ اے میرے آفتاب
ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت میں
آدم کو کیا ہو گی محبّت وطن کے ساتھ

لب پر ترے پسینہ کی بوندا ے عقیق لب
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

چشم دہان حرص سے کون غیر مرگ
بخیہ کا تار اُن کے ہے تار کفن کے ساتھ

آخر چمن سے نکہت گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہیں الفت وطن کے ساتھ

اللہ رے تاب حسن کہ اُسکا دُر بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

داغ دل فسردہ پہ پھاہا نہ ہو نہ ہو
کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے لگن کے ساتھ

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

جلد آ کہ مر نہ جائے کوئی خانماں خراب ٹکرا کے اپنا سر در بیت الحزن کے ساتھ
تیرے بلاکش اژدر دوزخ کو کھینچ لیں اک آتشیں کمندِ دلِ شعلہ زن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

جنوں کے جیب دری پر ہیں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ

ملا جو غیر نے عطر اُس کو واں تو رشک سے یاں
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ

جو چھیڑے برق کے شعلہ کو تیرا سوختہ جاں
تو وہ کہے کہ لگا تو نہ چلتے چلتے ہاتھ

فقیر وجد میں گر ہاتھ اُٹھائے عالم سے
تو پہنچے عرش پہ وہ کودتے اُچھلتے ہاتھ

مریض سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض
تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے جلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق
نہ اب ہیں پاؤں سنبھلتے نہ ہیں سنبھلتے ہاتھ

## متفرقات ردیف ہائے ہوز

رقعہ چوری سے اُسے بھیجا انجان کے ہاتھ کیسی رسوائی ہے پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ

| | |
|---|---|
| کرو دعا مرے لئے شیخ مناجات میں یہ | کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات میں یہ |
| تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ | ایمان کی کہیں گے ایمان ہی ہے سب کچھ |
| لے نگاہِ مہر سے دل ست بچشمِ قہر دیکھ | گر دئے سے جو مرے تو وے نہ اُسکو زہر دیکھ |
| نگہ وہ ترک کہ جسکی نہیں جفا کی پناہ | اور اُسکی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ |
| زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ | کہ اُسمین آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ |

## ردیف یاے تحتانی

| | |
|---|---|
| ہے ترے رشکِ خطِ رخسار سے | دل میں آئینہ کے جوہر خار سے |
| شرحِ فرطِ حسرتِ دیدار سے | جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے |
| کھائے داغِ آتشِ رخسار سے | کم نہیں دل مرغِ آتشخوار سے |
| ہاتھ اُٹھاؤ عشق کے بیمار سے | کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے |
| اُنس ہے کیا دل میں تیرِ یار سے | ہے مشابہ زخم بھی تلوار سے |
| میرے طرزِ نالۂ اے زار سے | ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے |
| یوں نگہ نکلے ہے چشمِ یار سے | مست جیسے نالۂ خمار سے |
| فرشِ گل پر مجکو ہے پر بار سے | کم نہیں بارِ رگِ گل خار سے |
| آئینہ اُس شعلۂ رخسار سے | گرم ہے دکانِ آتش کار سے |
| بے نصیب اُٹھے ہیں گر دیدار سے | سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے |

مارے گرسیلی وہ زلفِ پرعرق — جھڑ پڑین دندان دہانِ مار سے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے — گل چمن مین ہین جگر افگار سے

واے قسمت تلخکامی ہو نصیب — ہمکو اُسکے لعل شکربار سے

کرتا ہے دستِ جنون جب کشمکش — جی اُلجھتا ہے نفس کے تار سے

سُن کے میری جانکنی کو کوہ کن — جون صدا اُلٹا پھرا کہسار سے

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو — گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نقطۂ خال اُسکا سوداخیز ہے — پھرتے ہین اک پانون ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا — دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کہتی استغفار ہے — وقتِ توبہ میری استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو — برق میرے وادیِ پُرخار سے

جا بنے بحرِ محبت مین ہمین — کشتی اُس کی تیغِ لنگردار سے

اب وہ آئے جب نگہ کو ضعف سے — کم نہین مژگان کی دیوار سے

تیرے ہی پانون پہ اے قاتل گرا — سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے

اُس دہن کا نکتۂ موزون عجب — منتخب ہے مخزنِ اسرار سے

صاف اک ابرِ شفق آلودہ ہے — زلف اُسکی سرخیِ رخسار سے

خاکِ عاشق پر اُٹھے جاے غبار — فتنۂ محشر تری رفتار سے

ناکسون سے کیا رُکین وارستگان — اُلجھے کیا دامن صبا کا خار سے

زلف کی پیچی سے دل ڈرتا نہین — بھوت بھاگے ہے دگر نہ مار سے

دل کو آئنہ کے گر کردے گداز — ق — یار اپنی گرمیِ رخسار سے

جوہر اُس سے یون اُٹھالین جسطرح — حرف قرطاس غلط بردار سے

بے تمیزون کو ہو نقصان لطف ذوق — لین ہین نامِ طفل آدھا پیار سے

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوق
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیرِ قضا اُسکو پرِ تیرِ قضا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے
بہا خون کو سے قاتل میں اُسی کو خونبہا سمجھے

غلط فہمی ہماری تھی جو اُن کو آشنا سمجھے
ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہمکو کیا سمجھے

وہی کچھ تلخکام اس زندگانی کا مزا سمجھے
جو زہرِ آبِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردش میں سو اندازِ نازِ فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اُس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ ہمسے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے
مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبحِ گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسےٰ
ترا بیمارِ غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

رواں ہوتا ہے اس بستاں سرا سے کاروانِ گل
چٹکنے کو صبا غنچے کی آوازِ درا سمجھے

نہ دے رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے
اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھے مجھسے میرے دل کے زخموں کا
حسابِ دوستان در دل اگر وہ دلربا سمجھے

حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے
تمھیں سمجھو ذرا دل میں کہ تم بھی تو کیا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکان تو رہنے دے
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا
فلک کو بھی یوہیں اک آبلہ سا زیرِ پا سمجھے

ہنسے ہے زخمِ دل تدبیر پر جرّاح کی کہدو
انھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے

محبت سے ذرا اگر موم ہو اُس دل شکن کا دل
دلِ شکستہ میرا اپنے حق مین مومیا سمجھے

عدد آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا
کہ بنگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی
نہ جو دَعِ ماکدَر جانے نہ جو خُذ ماصفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ مین نقشہ عمرِ رفتہ کا
مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاتل سے ہوئے ہم بے خبر مالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہوگئی سودین زلفونکے
گلیمِ تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِ ہما سمجھے

کشادہ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے تیز ناخن ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

بلا اُس زلف کی مصرع مین ہے مضمون پیچیدہ
اسی سے یہ کھلے جو معنیٔ ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے
کہین ایسا نہووے ہمسے وہ کافر ادا سمجھے

سمجھ ہی مین نہین آتی ہے کوئی بات ذوق اُنکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پہلے آب تو دے
وگر ہے آگ مین دینا یوہین عذاب تو دے

گذر کے گریہ مرے سر سے اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جون حباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن مین غنچۂ نرگس
ذرا دکھا اُسے تو چشمِ نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئین برآدمی اُن کا
تسلی آکے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

صبا بگولہ بنا اس اسیرِ زلف کی خاک
کہ بعد مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا کچھ اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

نگارِ بستۂ فتراک کو ترے مقدور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سرِ رکاب تو دے

نشے مین ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجکو دینے ہین بوسے بلا حساب تو دے

جواب نامہ نہین گر تو رکھدے نامۂ یار
جو پوچھین قبر مین عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا
نہین یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

خناک دلون کی اگر مشت خاک دور خمین
پڑے تو واقعی اکبار آگ داب تو دے

پہونچ رہو نگا سر منزل فنا اے ذوق
مثال نقش قدم کرنے پا تراب تو دے

الٰہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جون حباب تو دے

دل برشتہ کو میرے نہ چھوڑ اے میخوار
جو لذت اسمین ہے ایسا مزا شراب تو دے

کہان بجھی ہے تہ خاک میری آتش دل
کہو ہوا سے ہلا دامن سحاب تو دے

تمھارے مطلع ابرو پہ خال کہتا ہے
کہ ایسا نقطہ کوئی وقت انتخاب تو دے

در قبول ہے دربان نہ بند کر در یار
دعاے خیر ذرا ہونے مستجاب تو دے

شہید کرنے ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا
ذرا ٹھہرنے تہ تیغ اضطراب تو دے

زبان خنجر قاتل نے کیا کہا تجھ سے
دل شہید تو چپ کیون ہے کچھ جواب تو دے

کرے گا قتل وہ اے ذوق تجکو سرمہ سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے
حورون پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہئے معنی پرست ہو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وہی جو ریاضت مین چست ہو
تارک نہین فقیر بھی راحت پرست ہے

جز زلف سوجھتا نہین اے مرغ دل تجھے
خفاش تو نہین ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے امید
سوذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لیئے
گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

زخمِ دل پر کیون مرے مرہم کا استعمال ہے
مشک گر مہنگا ہے تو کیا خون کا بھی کال ہے

قبر مین عاشق جو تیر اضطرب احوال ہے
لوحِ تربت پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے

عشق کو گر امتحان پر میرے قصدِ فال ہے
جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمّال ہے

اب تو جانِ ناتوان کا ضعف سے یہ حال ہے
لب تلک بھی اُسکو آ جانا رہِ صد سال ہے

ہمنے جانا تھا کفِ پا مین تمھارے خال ہے
لیکن اب دیکھا سویداے دلِ پامال ہے

ابر برسون اُڑ چکا پر سوزِ غم سے اب تلک
خاک میرے ڈھیر کی اُڑنے مین جیسے دال ہے

میرے دودِ آہ سے یا نتک زمانہ ہے سیاہ
آفتابِ آسمان زنگی کے منھ کا خال ہے

پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کی صورت دیکھ لو
نامہ ہے چین بر جبین قاصد شکستہ حال ہے

مین وہ مجنون ہون کہ میرا کاغذِ تصویر بھی
مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیِ اطفال ہے

بارِ عشق اُس بت کا سر پر رکھ لیا جو ہو سو ہو
اب کسے پروا ہے سوسن ہے کہ آن مثقال ہے

جب سے ہے دلمین کسی کی نوکِ مژگان کا خیال
نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

غم نہین صیاد کو ورنہ مری فریاد سے
ہے قفس تو سینہ چاک اور دل مشبک جال ہے

جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا
چادرِ آبِ روان منھ پر مرے رومال ہے

دلپہ ہون گر داغِ سوزانِ عشق مین اسے کو کہن
پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

کھاؤن مین ہیرا جو اُس بن کیونکہ دل ٹکڑے ہو
جو رگِ پا ہے وہ مجکو شیر کا سا بال ہے

ہین جہان مدفن تمھارے کشتگانِ زلف کے
نخل کی جا بیدِ مجنون ہے وہان یا جال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہئے ہے رنگِ پان
خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اُسکا لال ہے

فندقون سے کس کی دل خون تھا کہ میری خاک پر
نوکِ برگِ سبزہ جون منقارِ طوطی لال ہے

اُسکی ٹھوکر کا ہون دیوانہ کہ جسکے پانون مین
گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہے

آئے وہ شاید عیادت کو کہ با صد ضعفِ حال
آئی مژگان پر نظر بھی بہرِ استقبال ہے

وادیِ وحشت مین بھی جا کر نہ اپنا دل کھلا
پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

دل مین شکل یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بسکہ ہے نوروز اپنا آفتاب بادہ سے
دور ساغر ہم کو ساقی گردش یکسال ہے

کھل گیا مضمون شکست دل کا بن خط کے پڑھے
نامہ بر کا اسقدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیران محبت کی بلا سینے مین آگ
شعلۂ جوالہ ساں طوق گلو تک لال ہے

ہوتے ہین اعضاے بوسیدہ مرے تن سے جدا
کھینچنی تصویر مجنون کی ترے اشکال ہے

روز محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئین
گو یہی اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے

موے سر ماران سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے جو اک مار سفید اُس لشکر کا سر لشکر ہے

آبلہ ہاے سینہ جو خیمے سے دکھلائی دیتے ہین
مزرعۂ دل پر میرے گرتا غم کا آکر لشکر ہے

ہو وے دل مظلوم ہمارا کیون نہ شہید دشت بلا
در پئے اُسکے شاہیون کا وہ زلف معنبر لشکر ہے

موذی زحمت کش کو ایذا کیونکہ نہ دیوین جمیع ضعیف
دشمن مار زخم رسیدہ مور کا اکثر لشکر ہے

کعبۂ توبہ خدا ہی رکھے آج کہ جوش ابر نہین
ایک اصحاب فیل کا سایہ دوش ہوا پر لشکر ہے

ہین وہ شاہ کشور غم ہون یار و جسکے ساتھ سدا
جوش اشک کی دولت ہے جون موج سمندر لشکر ہے

گاہ ہجوم یاس مین ہے دل گاہ ہجوم حسرت مین
ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے

خالِ چشمِ جانان کا مژگان سے تجمل دیکھو تو
اُترا پشت ماہی پہ کیا لے کے سکندر لشکر ہے

ہوئے امامِ برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھے ابھی
ہوتا گرد اسلامیون کا جون سبحۂ گوہر لشکر ہے

میری خاکستر اُڑی تھی جس سے گردون سب بنے
اُسمین کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے

دل کو رکھدون اُس دمِ شمشیر پر گر ڈھب بنے
تا یہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے

خال اے خورشید رو رخ پر تمھارے جب بنے
تیرہ بختانِ محبت سوختہ کوکب بنے

عشق تعلیمِ نیاز و ناز یک جان کیونکہ ہو
گر نہ مجنون آن کر لیلی کا ہم مکتب بنے

جو نہون عقدے کبھی جون غنچۂ تصویر وا
وائے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے

ہے سیہ کاری سے نامہ یان تلک اپنا سیاہ
روزِ محشر پر پڑے گر سایہ اُسکا شب بنے

سرمۂ چشم کواکب کیا بنے ہے دودِ آہ
ایسا کاجل بن کہ جس سے اُسکا خالِ لب بنے

صحبتِ عیسے بنائے خر کو انسان کس طرح
تربیت سے واقعی نا اہل دانا کب بنے

موذیون کو حق نہ دے آنکھیں کہ تا لاوین بلا
عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے

عشق ہے اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے
شیخ صنعان سا مسلمان رند بدمشرب بنے

کچھ نہین چاہیئے تجہیز کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورت سیماب مجھے

اُسنے مارا رخ روشن کی دکھا تاب مجھے
چاہیئے بہر کفن چادر مہتاب مجھے

کل جہان سے کہ اُٹھا لائے تھے احباب مجھے
لیچلا آج وہین پھر دل بیتاب مجھے

چمن دہر مین جون سبزۂ شمشیر ہون مین
آب کے جائے دیا کرتی ہے زہراب مجھے

مین وہ مجنون ہون کہ مجنون بھی ہمیشہ خط مین
قبلہ وکعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے

جو مرے واقف جوہر ہین وہ رکھتے ہین عزیز
تیرہ بختی مین بھی جون تیغ سیہ تاب مجھے

کنج تنہائی مین دیتا ہون دلاسے کیا کیا
دل بیتاب کو مین اور دل بیتاب مجھے

ق

مین نہ تڑپا جو دم ذبح تو باعث یہ تھا
کہ رہا مد نظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہوسوا
لیوے اس طرحسے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھون مین نمک
کیونکہ آئے شب ہجران مین کہو خواب مجھے

لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

تم چشم سرمگین کو جو اپنی دکھا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک مین ہمکو ملا چلے

دیوانہ آکے اور بھی دل کو بنا چلے
اک دم تو ٹھہرو اور کہ کیا آئے کیا چلے

ہے لطف سیر باغ جہان خاک اُڑا چلے
شوق وصال دلمین لیئے یار کا چلے

غیرون کے ساتھ چھوڑ کے تم نقش پا چلے
کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے

دکھلا کے مجکو نرگس بیمار کیا چلے
آوارہ مثل آہوے صحرا بنا چلے

اے غم مجھے تمام شب ہجر مین نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرور حسن زمین پر نہ رکھے پانون
مانند آفتاب وہ بے نقش پا چلے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح
ہم جسکے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا چلے

قاتل جو تیرے دلمین رُکاوٹ نہو تو کیون
رُک رُک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

ہے گل کا دل تو سنبل پیچان کے دام مین
کیا اُڑ کے تجھ سے طائرِ نکہت بھلا چلے

ہو کر سوار توسنِ عمرِ رواں پہ آہ
ہم اس سرائے دہر مین کیا آئے کیا چلے

لبریز ہو گیا مرا شاید کہ جامِ عمر
تم وقتِ نزع ہو کے جو مجھسے خفا چلے

سلجھائین زلفین کیا اب دریا یہ آپ نے
ہر موج مثلِ مارِ سیہ تم بنا چلے

دنیا مین جب سے آئے رہا عشقِ گلرخان
ہم اس جہان مین مثلِ صبا خاک اُڑا چلے

قاتل سے دخل کیا ہے کہ جا نبر ہوا پنا ہوش
گر اُڑ کے مثلِ طائرِ رنگِ حنا چلے

فکرِ قناعت اُن کو میسر ہوئی کہان
دنیا سے دلمین لیکے جو حرص و ہوا چلے

آلودہ سرمہ سے نہ ہوئی چشم مین نگاہ
دیکھا جہان سے صاف ہی اہلِ صفا چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یان جان ہی بدن مین نہین نبض کیا چلے

لیجائین تیرے کشتہ کو جنت مین بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اُس روئے آتشین کی تصور مین یاد رہے
ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہِ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیرِ قضا چلے

پاک رکھ اپنا دہان ذکرِ خدائے پاک سے
کم نہین ہرگز زبان منھ مین ترے مسواک سے

جب بنی تیرِ حوادث کی کمان افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انسان کی مشتِ خاک سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغِ اسیر
جھانکتا ہے دل تجھے یون سینۂ صد چاک سے

تیرے صید نیمجان کی جان نکلے کس طرح
یہ تو وابستہ ہے تیرے دامنِ فتراک سے

بیٹھا دوزخ مین بہارین خلد کی دیکھا کرون
دان کی آتش ہو جو اُنکے روئے آتشناک سے

آفتاب حشر ہے یارب کہ نکلا گرم گرم
اشک خونین دل جلون کے دیدۂ نمناک سے

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب
گرتا دہ پردہ نشین پردہ تو ہے ادراک سے

بیت ساقی نامہ کی لکھو کوئی جاے دعا
مے پرستو نکلے کفن پر کلک چوب تاک سے

عیب ذاتی کو چھپائیگا نہ حسن عارضی
زیب بد اندام کو ہو ذوق کیا پوشاک سے

الگ نا ہووے کھنچ کھنچکر مرا ہر تار دامن سے
نہ دامن خار سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لون جیب کی یا مین رہون ہشیار دامن سے
جنون الجھے ہین ناخن جیب سے اور خار دامن سے

لگے ہے اس تمنا مین مرے ہر خار دامن سے
کرون دستار مین گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اس شعلہ خو کے کون مجھ سا زار دامن سے
الجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے

کرے گر دھوتے دھوتے جدا ہر تار دامن سے
نہ چھوٹے خون مرا پر تیرے اے خونخوار دامن سے

کیا تونے کنارہ ہمسے اور ہاتھوں کی وحشت سے
گریبان تنگ نا آ کر ہوا اے یار دامن سے

تمھارے جلوۂ رخ کے جو بسمل خاک پر لوٹین
تو پریان آ کے پوچھین لے پری رخسار دامن سے

مکدر ہو وہ گل کیا کیا جو نادانستہ لگ جاوے
ذرا آ کر نسیم دامن گلزار دامن سے

ترے جو سجدۂ در سے جبین ہو خاک آلودہ
نہ پوچھین حور عین کے اے پری رخسار دامن سے

ہوا بے پردہ بھی ہمسے تو اسنے یون کیا پردہ
بنایا درمیان اک پردۂ دیوار دامن سے

وہی زیبا ہے اسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
نکل سکتا ہے کوئی آستین کا کار دامن سے

اب انگوشش جہت مین ہفت دریا لوگ کہتے ہین
گرے تھے اشک کے قطرے مرے جو پر دامن سے

پھرون کھینچے ہوے کوسون مین اپنے زور وحشت سے
اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے

جلین گے آتش رنگ حنائی پاسے گھر کتنے
ہلا پنکھا جو وقت گرمی رفتار دامن سے

دکھائے صدمہ زنجیر نے یہ پانون مجنون کے
کہ اک صدمہ سا پہونچے ہے دم رفتار دامن سے

عزیز اصلا نہین سرمایۂ ہمت کہ دریا نے
گرہ دیکھا نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے

مژہ بھی نہین دیتے خلش گر کو ہین آرائش
کہ صحرا پونچھتا ہے کب سنان خار دامن سے

سرایت کچھ جو خون کو وہ کن کر جائے پتھر مین
نکالے لعل ہے پتھر کی جا کہسار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائین جانماز اپنی
اگر دھو ڈالے تو داغ مئے پندار دامن سے

مرے پاؤن کے چھالے ہوتے ہین کیا کیا شکستہ دل
جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے اُلجھکر خار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہر آب پیلا ہو بدن سارا
خدا نا خواستہ لگ جائے اے غمخوار دامن سے

ترے مجنون کو ہے وہ جامۂ عریان تنی زیبا
کہ جسکو آستین سے ننگ ہے اور عار دامن سے

جدا اگر سر ہو تن سے اور جدا ہون ہاتھ شانون سے
جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اے یار دامن سے

ترا مجنون ذرا اتنا گران جان ہے نہ اُٹھنے دے
لپٹ جائے اگر صرصر کے مثل خار دامن سے

یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پونچھتا ہون مین
کبھی تو آستین سے اور کبھی اے یار دامن سے

کہان ہے موسم طفلی کہ ہم دامن سوارون مین
کیا کرتے تھے کار توسن رہوار دامن سے

مرا وہ گریۂ غم خندۂ عشرت سے بہتر ہو
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے

مین وہ آلودہ دامن ہون بنائین تار سبحہ کا
فرشتے پاکدامن لیکے میرے تار دامن سے

یہ صید ناتوان مثل پر اُفتادہ اُڑ جائے
لگائے گر نسیم دامن گلزار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا ایک جنبش مین
کرے سو فتنۂ خوابیدہ وہ بیدار دامن سے

نگاہ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اُڑانے کو
چھپائے تو چراغ شعلۂ رخسار دامن سے

نہ ہووے دل جلون کی ذوق ہمسایون سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

ہون یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جھک گیا وہ نکلے ہے پائے مگس کے بوجھ سے
تھا قد رعنا بھی پر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلملاتا سا ہے شعلہ اک نفس کے بوجھ سے

بدنصیبی سے مری اُس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ مین کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے

یہ اسیری مین گران خاطر ہون مین جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب مین
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقہ کی گردن مین دلِ نالان قیس
بوجھ اُس کا کم ہے اے لیلی جرس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہان احمق اُٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دلدل مین پھنس کے بوجھ سے

شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گران جانی پہ آ ئین
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقشِ غم
ٹوٹ جائیگا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہین وہ آزاد اپنا کب مانند سرو
ہے سبکباری جنھین بارِ ہوس کے بوجھ سے

اپنے دامن مین نہ لے میرے گلِ لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے کہین چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اُٹھا
یہ نہین اے ذوق دبتا ایسے دس کے بوجھ سے

رخصت اے زندان جنون زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر تو بت ذبح اپنا اُس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

واہ واہ شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخوان میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

ہان مدد طاقت کہے ہے ضعف سے سینے مین واہ
دیکھیے کب تک خدا کیونکر مجھے پہونچائے ہے

بس کر اے سوزِ درون بہ جائین گے دل و جگر
رحم جوشِ گریہ پھر چھاتی مری بھر آئے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہ گئے
اُف ری بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع مین بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

زخمی ہون مین اُس ناوکِ دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہین چور مرے زخمِ جگر سے

ہم خوب ہین واقف ترے اندازِ کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کہین دل کے گہر سے

گر ابکی پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

لبریز مئے صاف سے ہو جام بلورین
زمزم سے ہے مطلب نہ صفا سے نہ حجر سے

سرمایۂ امید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ بھی سینہ مین سو نا امید اثر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہین جو فیض رسان ہین
ہے شاخِ ثمردار مین گل پہلے ثمر سے

حاضر ہین مرے توسنِ وحشت کے جلو مین
باندھے ہوئے کہسار بھی دامن کو کمر سے

فریاد ستم کش ہے وہ شمشیر کشیدہ
جسکا نہ رُکے وار فلک کی بھی سپر سے

اشکون مین بہے جاتے ہین ہم سوئے درِ یار
مقصود وہ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

اُف گرمیِ وحشت کہ مری ٹھوکرون ہی مین
پتھر ہین پہاڑون کے اُڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمتِ باری سے نہین دور کہ ساقی
رووین جو ذرا مست تو مے ابر سے برسے

کُشتہ ہون مین کس چشمِ سیہ مست کا یارب
ٹپکے ہے جو مستی مرے تربت کے شجر سے

کھلتا نہین دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ
کیا جانے کہ آجائے ہے تو اُسمین کدھر سے

نالون کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا
کیون ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر مین گھر کرے
انسان وہ کیا نہ جو دلِ دلبر مین گھر کرے

تیر اُس نگہ کا گر دلِ مضطر مین گھر کرے
تا سورِ عشق زخم کے بھر گھر مین گھر کرے

چشمِ سیہ تمھاری نظر بھر کے دیکھے جب
لالہ مین داغ دے گلِ عبہر مین گھر کرے

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشمِ مست کی
بھونرا عجب ہے یون گلِ عبہر مین گھر کرے

یون میرے دلمین چبھتی ہے دندان کی اُنکے آب
ہیرے کی جون کنی کوئی گوہر مین گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن مین کیا عجب
اُس رخ پہ دل جو زلفِ معنبر مین گھر کرے

دکھلائے جوش گریہ اگر میری چشمِ تر
مردم کے غرق سیکڑون پل بھر مین گھر کرے

گنبد مین گردباد کے مجنون نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون کہ چکر مین گھر کرے

گلگشتِ چمن نہین کہ گئی صبح شام آئے
دل ہو کہ اسکی زلفِ معنبر مین گھر کرے

آنکھ اپنی اُسکے لب پہ عجب گھر پکڑ گئی
جون عنکبوت برگِ گلِ تر مین گھر کرے

قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہین
جون مورچہ نہ یہ ترے خنجر مین گھر کرے

دزدِ نگہ تو آنکھون مین گھر کرے ہین ذوق
دل جسکا گم ہوا کہو کس گھر مین گھر کرے

آتا نہین سہ طلعت کیا دیر لگائی ہے
کھینچ اے کشش الفت کیا دیر لگائی ہے

قاتل تو کب آتا ہے پر پیک اجل نے بھی
یان آنے مین یا قسمت کیا دیر لگائی ہے

آنکھو نمین ہے دم تیرے بیمار محبت کا
دکھلا دے کہین صورت کیا دیر لگائی ہے

آنا بھی کہین تیرا آنا ہے قیامت کا
اے دلبر خوش قامت کیا دیر لگائی ہے

پروانہ سے کہتی ہے یہ شمع کہین جل چک
ہے تجھ مین اگر جرات کیا دیر لگائی ہے

کس فکر مین ہے ساقی دے بادہ جو ہے باقی
تھوڑی ہے یہان فرصت کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف قاتل تم مرنے پہ جان باز و
باندھو کمر ہمت کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہین جلدی ہو
لاحول ولا قوت کیا دیر لگائی ہے

یان وعدہ بھی آپہونچا تو اب تلک آتا ہے
اللہ ری تری غفلت کیا دیر لگائی ہے

بے بادہ گلستا نمین پیتے ہین لہو میکش
ساقی نے دم عشرت کیا دیر لگائی ہے

دے پھونک کہین دلکو مدت سے سلگتا ہے
اے سوز غم فرقت کیا دیر لگائی ہے

بالین پہ کہا میری ہنگامۂ محشر نے
لو اُٹھو کہین حضرت کیا دیر لگائی ہے

اُسکے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اے دل پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق
کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

---

خوب رو کا شکایتون سے مجھے
تو نے مارا عنایتون سے مجھے

کہتے کیا کیا ہین دیکھ تو اغیار
یار تیری حمایتون سے مجھے

یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے
خط وہ کن کن کنایتون سے مجھے

واجب القتل اُسنے ٹھہرایا
آیتون سے روایتون سے مجھے

سمجھے ہے واجب الرعایت دوست
دشمنون کی رعایتون سے مجھے

کرنہ گریے مین تو کمی اے چشم
شوق کم ہے کفایتون سے مجھے

حال مہر و وفا کہون تو کسے
کہی گریہ نے جلا یا دل

نہین شوق ان حکایتون سے مجھے
ہوا نقصان کفایتون سے مجھے

لے گئی عشق کی ہدایت ذوق
اس مری بے نہایتون سے مجھے

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ اُسکے کوچے مین آج شور بپای ذنب قتلتنی ہے

غم جدائی مین تیرے ظالم کہون مین کیا مجھپہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جانکنی ہے

زمین پہ نورِ قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
کہ جو ہین روشن ضمیر اُن کو فروغ اُنکی فروتنی سے ہے

بشر جو اس تیرہ خاکدان مین پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش مین بھی اُسی کے جلوہ کی روشنی ہے

ہوئے ہین تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ پھیری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاکدامنی ہے

ہوئے ہین اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اُس بتکدے مین تو دل جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر مل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمائل صنم ہو آخر شکستنی ہے

نہین ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی مین بھی ہے تونگر
جہان مین مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر اک کی ہے راہ ایمان
جو اُسکے نزدیک بہتری ہے وہ اسکے نزدیک بہتری ہے

تکلّفِ منزلِ محبت نہ کر چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خارزارِ وحشت سے زیرِ پا فرشِ سوزنی ہے

خدنگِ مژگان سے ذوق اُسکے دل اپنا سینہ سپر جب ہے
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

آنکھ اس پر جفا سے لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکے نہ کیونکہ محفل مین
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اُس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھ احمق خدا سے لڑتی ہے

نہین مژگان کی وہ صفین توبہ
اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیون ہے دخترِ رز
کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے

نگہِ ناز اُسکی عاشق سے
چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

تیرے بیمار کے سرِ بالین
موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

واہ کیا کیا طبیعت اپنی بھی
عشق مین ابتدا سے لڑتی ہے

زالِ دنیا نے صلح کی کس دن
یہ لڑاکا سدا سے لڑتی ہے

تیری شمشیر خون کے چھینٹون سے
چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

دیکھ اُس چشمِ مست کی شوخی
جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

سچ ہے اکثر بخدعت اے ذوق
نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

دل کی معاش غم اسے غم کی تلاش ہے
ڈرتا ہون دل سے مین کہ بڑا بد معاش ہے

اس بتکدہ مین کون ہے کافر ترے سوا
تو آپ ہی بت پرست ہے اور بت تراش ہے

لبریزِ نشاط برنگِ ہلالِ عید
سینے مین میرے ناخنِ غم کی خراش ہے

ہونے وبالِ دوش نہین کشتگانِ عشق
اُڑ جاتی ٹھوکرون ہی سے عاشق کی لاش ہے

کرتے یہ اشک و آہ ہین تکلیف کیون عبث
ہو جاتا راز دل جو نگاہون مین فاش ہے

دنبالے پر جو سرمہ کے دانہ ہے خال کا
گویا کہ دست چشم فسونگر مین ماش ہے

کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبان خلق
شاباش جسکو کہتے ہین وہ شاد باش ہے

اٹھے جہان ہی سے جو بستر سے وہ اٹھے
تیرا مریض عشق جو صاحب فراش ہے

ہر بندہ ایک شیخ محرف سے بھی سوا
اس کج ادا نے اور نکالی تراش ہے

مسکن پذیر آج سے دل مین نہین ہے غم
روز ازل سے اسکی ہی بود و باش ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہر درد میرا درد
دل جسکا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مہر ہے منہ پر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خون کوئی رہتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسیٰ بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اسکی مژہ کی نوک
ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

کرتی ہے زیر برقع فانوس تاک جھانک
پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزارہا
گذری ہے اسکی راہ گذر پر لگی ہوئی

گل مہندی کیون نہ باغ مین ہو پائمال رشک
پاؤن مین تیرے دیکھ حنا گر لگی ہوئی

یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر
آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی

منہ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہین ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

تجکو کچھ یاد بھی ہین پہلے وہ الفت کے مزے
بیمزہ ہوینگے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہین اے ذوق شکایت کے مزے
بے شکایت نہین اے ذوق محبت کے مزے

کھائے کوچے مین ترے آکے جو سنگِ طفلان
آئے مجنون کو ترے میوۂ جنت کے مزے

لگتی مرچین سی کباب ہون کو مین کیا کیا سنکر
دل پر ان سے مرے سوزِ محبت کے مزے

صرفِ ہر زخم جگر تا ہو صد کانِ نمک
تو مین کیا عشق مین اُس کانِ ملاحت کے مزے

مکتبِ عشق مین ہو کاش تناسخ ہی سہی
کہ اُڑائین ترے سر بازِ شہادت کے مزے

دیکھکر اُسکو گیا عالمِ حیرت مین تو مین
ایک مین کیا کہون اُس عالمِ حیرت کے مزے

سجدے مین بارے خم مے ہے یہ کس لطف سے
یون عبادت ہو تو عابد ہین عبادت کے مزے

غنچۂ خندان ہو نہ کیون کرکے زر اپنا برباد
کہ اُڑاتے ہی مین دولت کے ہین دولت کے مزے

جانِ شیرین بھی گئی اور نہ ملی شیرین بھی
پوچھو فرہاد سے اس تلخیٔ حسرت کے مزے

ابر و باران کے نہ کیون لطف اُٹھائین میخوار
کہ اُڑاتے ہین گنہگار ہی رحمت کے مزے

ہے نمک پاش جو ہنس ہنس کے وہ لعلِ نمکین
لے رہا ہے دلِ مجروح جراحت کے مزے

کچھ جتاؤ جو محبت تو کہے ہے کہ تجھے
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہون محبت کے مزے

ذائقہ چاشنیٔ عشق کا کامل ہو تو دین
شادیٔ وصل کی لذت غمِ فرقت کے مزے

نہین جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا مین
پر مزیدار بنا دیتے ہین غفلت کے مزے

خنجرِ ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو
چاٹتا ہونٹھ ہے لے لے کے جراحت کے مزے

بے مزاجی کو کرین لاکھ ترے ظلم و ستم
بھولنے کے نہین پہلی وہ عنایت کے مزے

پھر کھلتا زخم کا انگور مبارک اے ذوق
دلِ زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

---

دل ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام سنھ کا شکم مین یہ ناف سے

کب وہ گذرتے ہین سرِ لاف و گذاف سے
جنکی کہ آشنا ہے زبان لام و کاف سے

چل میکدہ مین شیخ بسر کر مہِ صیام
مسجد مین تنگ بیٹھا ہے کیون اعتکاف سے

نالون نے دی چڑھا جو تپِ لرزہ مہر کو
کھولی نہ آنکھ ابر سیہ کے لحاف سے

پھینکے ہے ایک جنبشِ مژگان مین وہ پری
اس اپنے ناتوان کو پرے کوہِ قاف سے

ہے جوہرِ کمال یہ ننگا اگر فقیر
ہے تیغ تیز ننگ ہے اُسکو غلاف سے

گذری ہے مشق سینہ شگافی مین عمر چرخ
اس کلکِ تیر نالۂ گردون شگاف سے

گردش ہے اُسکی چشم کی کیون پیر دلکے گرد
کافر کو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے

لڑتے ہین گو نصیب سے گاہے فلک سے ہم
فرقت کی رات کم ہنین روزِ مصاف سے

طوفِ سیاہ خیمہ لیلے ہوا نصیب
مجنون سمجھیو کعبہ کے بہتر طواف سے

جون تیغ خوش غلاف نگہ تیری اے پری
ہے دمبدم نکل کے چمکتی غلاف سے

لکھتا ہے شیخ مسئلۂ وحدت وجود
لیکن دوئی عیان ہے قلم کے شگاف سے

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
اُن کا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

چاہین گر چارہ محبت کا جراحت والے
بیچین الماس و نمک سنگِ جراحت والے

گئے جنت مین اگر سوزِ محبت والے
تو یہ جانو رہے دوزخ مین یہ جنت والے

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبحِ محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ و ساغر وہ مکدر دونون +
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب ہین ترے آزار محبت والے

حرص کے پھیلتے ہین پانؤن بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین فراغت والے

ہاے رے حسرت دیدار مری ہاے کو بھی
لکھتے ہین ہاے دو چشمی سے کتابت والے

نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار
نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہین کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشہ ہے کہ مثل مہ نو اپنا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہین شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہون مین مجھسے ہے دل کچھ کہتا
دونون اک حال مین ہین رنج و مصیبت والے

بے نصیبون کے نصیبون مین کہان یار کا وصل
انکی قسمت مین ہے جو لوگ ہین قسمت والے

تو جو آجائے تو ہے درد محبت کی دوا
میرے ہمدرد ہون بیدرد نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہین قلم جون قلم آتشبار
میری شرح تپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے برائے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اُسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

کیا غمزہ ترا بر سرِ بیداد غضب ہے
جلاد فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے
سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے
فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے

نکلے ہے سدا کوہ سے ہم آتش و ہم آب
کیا سوز و گدازِ دلِ فرہاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے سدا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم چاہتے ہیں تم کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی افتاد غضب ہے

کیوں غنچہ پریشان ہو نہ ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہونا ہی دلِ شاد غضب ہے

اُس بت کا سمجھ حسن خداداد نہ اسکو
یہ تجھ پہ خدا کا دلِ ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند ایک ہی آواز میں آخر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا اگر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشمِ غضبناک کے ہوتے
ہم چاہیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی
پھر آج وہ مست پئے بیداد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہِ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے

اخوانِ شیاطین ہیں یہ مستِ مے پندار
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے

مرتے نہیں حوروں پہ تری طرح سے واعظ
ہم جیسے ہیں عاشق وہ پریزاد غضب ہے

انجم سے رخِ چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
عاشق کی ترے گرمی فریاد غضب ہے

ہے سرو تو پابند غم بے ثمری مین
کہتے ہین گرفتار کو آزاد غضب ہے

غصہ ہے ترا قہر ترا قہر قیامت
رنجش تری بیداد ہے بیداد غضب ہے

ہے غم سے ہنوز آئینہ بادیدۂ پرآب
اسکندر رومی کی بھی روداد غضب ہے

وہ کونسا ہے غم کہ جو دنیا مین نہین ہے
اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے

قامت بھی ترا کیا ہے سر سرو قیامت
طرہ بھی سر طرۂ شمشاد غضب ہے

دین ہوش بھلا مردم ہشیار کے پل مین
آنکھون کو تمھاری یہ فسون یاد غضب ہے

سو فتنہ ہین پنہان نظر لطف مین اُس کی
یہ لطف نہین اے دل ناشاد غضب ہے

یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین
اے ذوق مگر سستی بنیاد غضب ہے

ہوے وہ کب قائل قیامت جو تیرا قامت نہ دیکھ لینگے
رہین گے رویت سے بلکہ منکر جو تیری صورت نہ دیکھ لینگے

ہمین غرض کیا کہ جا بہین گے ہم حرم کو اے شیخ تبکدے سے
یہین بتون مین خدا کا اپنے ظہور قدرت نہ دیکھ لینگے

نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت جہان مین ہم نے تمھارے باعث
اور آگے کیا کیا غم والم ہم تمھاری دولت نہ دیکھ لینگے

دکھانا احوال اُنکو اپنا یہ اُنکی الفت کا امتحان ہے
کہ ہوگی الفت تو دیکھ لینگے نہ ہوگی الفت نہ دیکھ لینگے

کہون یہ کیون مین کہ حضرت دل شکر لبون پر نہ زہر کھاؤ
کہ آپ ہی تلخی محبت کی وہ حلاوت نہ دیکھ لینگے

اگرچہ درد محبت اپنا کہا نہ مین نے زبان سے اپنی
وہ میری صورت نہ دیکھ لینگے وہ میری حالت نہ دیکھ لینگے

بلا سے گر دانیال کا سا نہین ہے پاس اپنے فالنامہ ہم اپنے نقطوں سے داغ دل ہی کی فال وسعت دیکھ لینگے

ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پر اگر ہے منظور عید ہمکو
تو اُسکی تیغ ستم کے دل میں لب جراحت نہ دیکھ لینگے

بہار باران کو کون دیکھے نصیب یاران ہے تیر باران
ہم اُنکے بدلے سرشک مژگان کی اپنی شدت نہ دیکھ لینگے

اگرچہ میں مر بھی جاؤں گا تو کہیں گے ہے جیتا دم چرانا
وہ جب تلک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے

مجھے یقین ہے نہیں دکھائیں گے اپنے رخسار لالہ گون کو
روان مری چشم تر سے جب تک وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے

یہ لوگ ناواقف محبت نہوں گے واقف تپ درون سے
کہ جب تلک مثل برق رگ رگ میں میرے سرعت نہ دیکھ لینگے

خط اُسکو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دیکر کسیکا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا مری عبارت نہ دیکھ لینگے

کیا مدنظر تمکو ہے یارون سے تو کہیئے
گر منھ سے نہیں کہتے اشارون سے تو کہیئے

حال دل بیتاب کہا جائے تو ہم سے
گر کہیئے نہ لاکھون سے ہزارون سے تو کہیئے

کیا کہتے ہو آئین گے سر خاک شہیدان
کچھ فتنے اُٹھاتے ہو مزارون سے تو کہیئے

پھر تم نہ کہیں حضرت عیسےٰ اگر اُن سے
کہیئے یہ تم عشق کے مارون سے تو کہیئے

کچھ سوز دل اپنا کسی دلسوز کے آگے
فرصت ہو تپ غم کے حرارون سے تو کہیئے

موقوف ہے گر دلکاٹ کا آن وادا پر
تو کہیئے کچھ ان سیر شکارون سے تو کہیئے

ان دانتونکو کیا موتیون سے کہتے ہو ہمتا
موتی نہیں کچھ مال ستارون سے تو کہیئے

شانے کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کسواسطے یہ سینہ فگارون سے تو کہیئے

کہیئے نہ تنک ظرف سے اے ذوق کبھی راز
کہکر اُسے سننا ہو ہزارون سے تو کہیئے

یہ اقامت ہمین پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

زال دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دہر
مرد دیندار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے

تیرہ بختی مری کرتی ہے پریشان مجھ کو
تہمت اُس زلف سیہ فام پہ دھر دیتی ہے

رات بھاری تھی سر شمع پہ سو ہو گذری
کیا طباشیر سفیدی سحر دیتی ہے

فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا
اب تو اکسیر بھی دیجیے تو ضرر دیتی ہے

بڑھتی جاتی ہے جو شوق اُس ستم ظالم کی
کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری
عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

دمبدم زخم پہ اک زخم ہے دم سینے کی
مجکو فرصت تری کب تیغ نظر دیتی ہے

غنچہ ہنستا ترے آگے ہے جو گستاخی سے
چٹخنا منھ پہ نہین باد سحر دیتی ہے

شمع بھی کم نہین کچھ عشق مین پروانہ سے
جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے

نخل مژگان سے ہے کیا جانئے کیا چشم ثمر
چشم پانی کی جگہ خون جگر دیتی ہے

کہتے سنتے نہین کچھ ہم تو شب ہجر مین پر
نالۂ دل کا جواب آہ جگر دیتی ہے

تب دل شمع کی جب کم نہین ہوتی ناچار
اسکو کافور سپیدی سحر دیتی ہے

کوئی غماز نہین میری طرف سے اے ذوق
کان اُسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

مزے جو موت کے عاشق بیان کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

مزا اٹھا ہمکو جو بلبل سے دوبدو کرتے
کہ گل تمھارے بہارون کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا ترے تیرون کو آب پیکان سے
اگر نہ زیارت دل کیونکہ بے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑین گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

یقین ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش
اٹھین گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

نہ رہتی یوسف کنعان کی خوبی بازار
مقابلہ مین جو ہم تجھ کو روبرو کرتے

چمن مین دیکھتے گلزار آبرو کی بہار
تمھاری یاد بہاری مین آرزو کرتے

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور
کہ چاک پردہ حقیقت کا ہین رفو کرتے

عجب نہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

سراغ عمر گذشتہ کا ڈھونڈھئے گر ذوق
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

ناساز ہے جو تم سے اُسی سے یہ ساز ہے
کیا خوب دل ہے واہ ہمین جسپہ ناز ہے

اُس سنگ آستان پہ جبین نیاز ہے
وہ اپنی جانماز ہے اور یہ نماز ہے

دروازہ میکدے کا نہ کر بند محتسب
ظالم خدا سے ڈر کہ در توبہ باز ہے

خانہ خرابیان دل بیمار غم کی دیکھ
وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے

ڈرتا ہون اُسکا خنجر نہ بہ جائے ہو کے آب
میرے گلے مین نالۂ آہن گداز ہے

پہونچا ہے شب کمند لگا کر وہان رقیب
سچ ہے حرامزادے کی رسّی دراز ہے

اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک
ہر چند جانتا ہون کہ وہ پاکباز ہے

مداح خال روے بتان ہون مجھے خدا
بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

ہر برگ گل کے لب سے ٹپکتا ہے خون تڑا
گلشن مین کس کی خاک شہیدان ناز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیون نہ راز عشق
ہر نالہ اک کلید در گنج ناز ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے

آشناؤن سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو اُنھین دریا مین سفینا بھر کے

نہین پروین کہ یہ ہین عقدہ پروین مین فلک
لائے اُس عارض روشن سے پسینا بھر کے

دل ہے آئینہ صفا چاہیئے رکھنا اسکا
زنگ سے بھرتا ہے کیون ہمین تو کینا بھر کے

روز اُس گلشن رخسار سے لیجاتے ہین گل
اپنے دامان نگہ مردم مینا بھر کے

زخم پر جوش کے مانند چھلکتا ہے مدام
خون حسرت سے لبوں تک مرا مینا بھر کے

جام خالی بھی لگا منھ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ قدح ذوق سے پینا بھر کے

نہیں مژگان پرخون خارِ غم بھی دلنشیں نکلے
جنوں یہ نشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدو نیش زن کے گھر سے میرا مہ جبیں نکلے
الٰہی برجِ عقرب سے قمر جلدی کہیں نکلے

چھٹے کیا ہم سے شوقِ حسن گندم گوں کہ گندم پر
ہمارے جدِّ امجد چھوڑ کر خلد بریں نکلے

ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہوں پیدا
ترے ہر ناز پر سو سو کا دم اے نازنیں نکلے

پرے جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈھو دنیا میں
تو خالی خاکِ آدم سے نہ چپّا بھر زمیں نکلے

خدا دے دور بینش اور اس چشمِ تصور کو
کہ لاکھوں کام اس سے دور گئے دوربیں نکلے

قلم کی دیکھو گلکاری دمِ تحریرِ حال دل
کہ جائے حرف کھائے انارِ آتشیں نکلے

زیادہ جان کے جانے سے غم ہے تیرے جانیکا
الٰہی جانے سے پہلے مری جانِ حزیں نکلے

نہ غربت میں ہو گر قدرِ صفا پاکیزہ گوہر کی
تو کیوں دریا سے یکتا ہو کے پھر دُرِّ ثمیں نکلے

تباہی میں ہے موذی کی حلاوت اہلِ عالم کی
کہ ویران خانۂ زنبور ہو جب انگبیں نکلے

ہوئے تم جن برابر رو ہو کے میرے قتل کے درپے
چمکنے سے تمہارے جوہرِ شمشیرِ کیں نکلے

سراپا رو سیاہی گرچہ ان نامداروں کو
ہوس دل سے نہ اُنکے نام کی مثلِ نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی
مگر کیا دخل جز زہر اب اسمیں انگبیں نکلے

دل زخمی کی حالت پر دہانِ زخم کیا بولیں
زبانِ تیغ سے نکلے تو شاید آفریں نکلے

تصور اُس لب شیریں کا آجائے اگر دل میں
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبیں نکلے

مرے دل میں جو حسرت ہے نکالوں میں کہاں اُسکو
نہ وہ زیرِ فلک نکلے نہ وہ زیرِ زمیں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا
وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہمنشیں نکلے

ہم مفت عدو اپنا کسی کو نہین پاتے — تم پاتے ہو ہمکو تو چھری کو نہین پاتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے — ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے

کیون ہمنے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا — کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین — لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے

لیتے ہین شب وصل مین ہم اُنکے جو بوسے — وہ لب پہ سحر رنگ مسی کو نہین پاتے

ہین ایسا کہین گم ہون کہ یاران عدم بھی — گم ہو کے مری گمشدگی کو نہین پاتے

رکھتے ہین دم شعلہ فشان اژدر دوزخ — لیکن مری آتش نفسی کو نہین پاتے

وہ دن ہین کہان بہتے تھے جو چشم سے چشمے — اب نام کو بھی اُسمین نمی کو نہین پاتے

معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے — اے ذوق ہم اس سر خفی کو نہین پاتے

نبض ہلی ہے کہان میری فلاطون چلتی — ہے ضعف ابتو کہ چیونٹی بھی نہین یون چلتی

پہونچے کیونکر جرس ناقۂ لیلیٰ کی صدا — آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنون چلتی

کھولدے آنکھین دم ذبح نہ دیکھونگا تجھے — پر چھری ایسی تو گردن پہ مین دیکھون چلتی

جب مین دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت — تو اکیلا نہین ہمرہ ترے مین ہون چلتی

دور کر بالون کو سر سے یہ کہے ہے لیلی — پر نہین کان پہ مجنون کے کبھی جون چلتی

مین تو اُن آنکھون کی گردش کا بلاگردان ہون — کہ نہین تیری بھی وان گردش گردون چلتی

عمر طے کرتی ہے ہر دم سفر بحر فنا — جسکو تو سانس کہے ہے دل محزون چلتی

چلتے گو دیکھے ہے ساحل کو سوار کشتی — پر حقیقت مین ہے کشتی سر جیحون چلتی

ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے — کہ ہوا باغ جہان مین ہے دگرگون چلتی

مزے یہ دل کے لئے تھے نہ تھے زبان کے لئے — سو ہمنے دلمین مزے سوزش نہان کے لئے

نہین ثبات بلندی عز و شان کے لئے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسمان کے لئے

ہزار لطف مین جو ہر ستم ہین جان کے لئے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لیے

فروغ عشق سے ہے روشنی جہان کے لئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لئے

دمِ عروج ہے کیا فکر نردبان کے لئے
کمندِ آہ تو ہے بامِ آسمان کے لئے

صبا جو آئے خس و خار خاکدان کے لئے
قفس مین کیون نہ پھڑکے دل آشیان کے لئے

صدا تپش پہ تپش ہے دلِ تپان کے لئے
ہمیشہ غم یہ ہے غم جانِ ناتوان کے لئے

نگاہِ ناز نے کی دیر ورنہ مین تیار
ہون کب سے بیٹھا ہوا مرگِ ناگہان کے لئے

حجر کے چومنے ہی پر ہے حجِ کعبہ اگر
تو بوسے ہمنے بھی اُس سنگِ آستان کے لئے

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لئے

جو پاسِ مہر و محبت کہین یہان بکتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لئے

خلش سے عشق کے ہے خارِ پیرہن تن زار
ہمیشہ اس ترے مجنونِ ناتوان کے لیے

تپش سے عشق کے یہ حال ہے مرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخوان کے لئے

مرے مزار پہ کس طرح سے نہ برسے نور
کہ جان دی ترے روے عرق فشان کے لئے

الٰہی کان مین کیا اُس صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ رکھتے ہین کانون پہ سب اذان کے لئے

نہین ہے خانہ بدوشونکو حاجتِ سامان
اثاثہ چاہئے کیا خانۂ کمان کے لیے

نہ دل رہا نہ جگر دونون جلکے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ مین کیا چشمِ خونفشان کے لئے

نہ لوح گور پہ مستونکے ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشتِ خُم ہے کوئی نشان کے لیے

اگر اُمید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمین آرامِ جاودان کے لئے

وہ مول لیتے ہین جسدم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پر ہین امتحان کے لیے

صریحِ چشم سخن کو ترے کہے نہ کہے
جواب صاف ہے پر طاقت و توان کے لئے

مثال نے ہے مرا جب تلک کہ دم مین دم
فغان ہے میرے لئے اور مین فغان کے لئے

بلند ہووے اگر میرا کوئی شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسمان کے لیئے

چلے ہین دیر کو مدت مین خانقاہ سے ہم
شکستہ توبہ لیئے ارمغان مغان کے لیئے

وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیئے

بیان دردِ محبت جو ہو تو کیون کر ہو
زبان دل کے لیئے ہے نہ دل زبان کے لیئے

رہے ہے ہول کہ برہم نہو مزاج کہین
بجا ہے ہول دل اُنکے مزاجدان کے لیے

اشارۂ چشم کا تیری یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگ ناگہان کے لیئے

بنایا آدمی کو ذوقؔ ایک جزوِ ضعیف
اور اُس ضعیف سے کل کام دوجہان کے لیئے

جو دل قمارخانہ مین بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی
پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے انکا قیامت سے کم نہین
مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے

زہر آب بھی ہے بادہ تو کر لینگے نوش جان
ساقی پیالہ منہ سے ہم ابتو لگا چکے

اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا
بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

یاد آیا یان کے آنیکا وعدہ اُنھین تو کب
جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے

جبتک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو
اب ہم تو سر پہ بارِ محبت اُٹھا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغِ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پُر جفا چکے

اب خاک کے ہین ڈھیر تو کیا اس خرابہ مین
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اُڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخون کے دل
سو بار آبلے اسے آنکھین دکھا چکے

حاجت نہین ہے تیرے شہید و نکو غسل کی
قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خون مین نہا چکے

کیا مجھسے قیمتِ دل و جان پوچھتا ہے تو
دونون ہین اک نگاہ پہ اے دلربا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہین کرتے ہو کبھی
ہم تو تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا چکے

دیکھو خدا کے نام نے روشن کیا نشان
دشمن ہمارے نام کو کیا کیا مٹا چکے

ہو معرکہ میں عشق کے قاضی نہ کیونکہ موت
جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رخ سے یار کی
سر اپنا خوب حضرت ناصح پھرا چکے

بنکا رو آج خوب چلو میکدے کو ذوق
چھوڑو کہیں وظیفہ محبت بڑبڑا چکے

چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
جی ہی جی میں تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ذکر حسن شمع لانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
اُن کو در پردہ جلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جھوٹ موٹ افیون کھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
اُن کو کف لاکر ڈرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
برق مضطر تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیر و پیکان جتنے تھے دلسے دئیے ہمنے نکال
اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

دیکھکے قاتل کو بھر لائے خراش دلمیں خون
سچ تو ہے یوں مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر اُنھیں بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دلکو قاتل کے بڑھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

واں ہلے ابرو یہاں گردن پہ پھیری ہمنے تیغ
بات کا ایما بھی پانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

سنکے آمد اُنکی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل
تیوریونکا تاڑ جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اُس کو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

لطف اُٹھانا ہے اگر منظور اُسکے ناز کا
پہلے اُسکے ناز اُٹھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

کہدو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وہاں
گر نہیں آتا بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزن الماس سے
چاک سینے کا سلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

پوچھے مُلّا سے جیسے کرنا ہو سجدہ سہو کا
سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوقؔ ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زباں پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

اُڑائے خوب گھبرا کے نکل مجنوں نے زنداں سے
کہ ہر سو گُل فشانی ہے شرارِ سنگ طفلاں سے

فلک کیا فتنہ سازی میں ہے ہمسر چشم فتاں سے
گرا تھا یہ بھی اشکِ سرمہ آلود اُسکی مژگاں سے

شرارے متصل نکلے یہاں تک سنگ طفلاں سے
کہ چمکے ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگ باراں سے

یہاں تک ناتواں ہم ہیں گذر جائیں اگر جاں سے
اُٹھائے مور لاشے کو ہمارے دستِ مژگاں سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیٔ دوراں سے

پیشوائی کو بڑھے گر کششِ دل آگے
جاتے اس طرح سے اُس کوچے کو ہیں دل ادہم
گرچہ ہوں وادیٔ عنقا سے پرے لاکھوں کوس

دوڑے مجنوں کی طرف ناقۂ محمل آگے
دل سے ہم آگے کبھی ہم سے کبھی دل آگے
لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے

سمجھا ناقص بھی غنیمت ہے اب اسوقت میں ذوقؔ
کاملیت ہے کہاں ہو چکے کامل آگے

جو خانۂ ہستی میں ہے انساں کے لئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

زلفین تری کافر ہین دل سے مرے کیا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلمان کے لیئے ہے

بیٹھا ہے سخنور جو گرفتار تفکر
زیبا یہ قفس مرغ خوش الحان کے لیئے ہے

مستون کے لئے رحمت باری کے ہین آثار
زاہد جو دعا مانگتا باران کے لئے ہے

اپنون سے نہ مل اپنے ہین سب اپنون کے دشمن
ہر نے مین بھری آگ نیستان کے لیئے ہے

مین کس کی نگا ہونگا ہون وحشی کہ مری خاک
اک کحل بصر چشم غزالان کے لیئے ہے

کچھ میرے نصیبون سے زیادہ جو سیاہی
باقی ہے تو میری شب ہجران کے لیئے ہے

عاشق کا جنون طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات
گویا سبق اطفال دبستان کے لیئے ہے

وہ زلف سیہ پھینکتی کیون دام ہے دل پر
یہ صید کسی بخیہ مژگان کے لیئے ہے

دل بھی ہے مرا جان ترے مشق ستم کی
جو تیر ہے اس تودۂ طوفان کے لیئے ہے

دل قید تعلق سے نکل سکتا نہین ذوق
کیا در نہین اس خانۂ زندان کے لیئے ہے

[illegible]

چھنی تو نے افشان جو اے مہ جبین ہے
نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے
یہی گر تری چشم سحر آفرین ہے
صنم میرے دل کو خدائی کا تیری
ہر اک چاند دیکھے ہے اُنتیسوین کا
گرے اشک اور آہ پہنچی فلک پر
تغافل سے فرصت نہین وان نظر کو
پڑے تفرقے یہ جدائی سے تیری
شب غم مین دمساز دلسوز اپنا
ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز اُن کی

مستانہ دن ہین کیا کیا جان حزین ہے
خبر بھی نہین یان کہ ہے یا نہین ہے
تو دل ہے نہ جان ہے نہ ایمان نہ دین ہے
یقین ہے یقین بلکہ عین الیقین ہے
جہان ناتوان ہین وہ باریک بین ہے
مرا عشق کم خرچ و بالا نشین ہے
یہان منتظر لب پہ جان حزین ہے
کہ مین ہون کہین دل کہین جان کہین ہے
دم سرد ہے نالۂ آتشین ہے
تو موج تبسم بھی چین بر جبین ہے

نہ ہووے اگر تجھ کو دم کا بھروسا
تو جو دم ہے غافل دمِ واپسین ہے

وہ پہلو مین بیٹھے ہین اور بدگمانی
لیئے پھرتی مجھ کو کہین کا کہین ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہِ کنعان کو کہتا حسین ہے

جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو
لگائے ہوئے میرا دل دوربین ہے

نہین وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانہ کو تو کچھ تغیّر نہین ہے

وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہے
وہی آسمان اور وہ ہی زمین ہے

نہ کی آہ سو زخم دل پر اُٹھائے
تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہے

چھلا نہین تو چھلے کا گل اے نگار دے
پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے

تو چشم مین نہ سرمہ دنبالہ دار دے
مفتون چشم کو یونہین ایک تیر مار دے

ہاتھ اپنا میرے ہاتھ مین کب وہ نگار دے
جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشت خار دے

ٹانکے نہ زخم دل مین ترا دلفگار دے
تو جب تلک نہ گیسوئے مشکین کا تار دے

دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزار دے
یان وہ نشے نہین جنہین ترشی اُتار دے

گلشن کو آب گر مژہ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضہ دُرِ آبدار دے

کیا خاک تجھ پہ جان کوئی جان نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے نہ دل کا غبار دے

وہ زلفِ مشکبار اگر ایک تار دے
پھر مین نہ لون اگر کوئی مشکِ تتار دے

جولان سمندِ ناز کو اے شہسوار دے
تو سرمہ چشم ماہ مین میرا غبار دے

وہ ناتوان ہون مین کہ نہ جنبش کرون کبھی
ہلنے اگر نہ مجھ کو دلِ بیقرار دے

عشق اُس پری کا ہے وہ بلا جائے لیکے جان
یہ جن نہین ہے جس کو سیانا اُتار دے

ایسا نہو کہ آتے ہی آتے جوابِ خط
قاصد جوابِ زندگی مستعار دے

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تابہ حشر
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر نہ یار دے

کرتا ہے یون فغان دلِ امیدوار وصل
جیسے اذان بلند کوئی روزہ دار دے

مین ہون وہ گل کہ پہنچون نہ گلبن سے خاک تک
جنبش اگر نہ مجھ کو نسیم بہار دے

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنسکر گذار یا اسے روکر گذار دے

مین ہون وہ زندہ دل کہ مری جان بیقرار
برقِ جہان کو آتشِ مردہ قرار دے

لے دام داغِ دل سے مرے سوزشِ آفتاب
وعدہ یہ روزِ حشر کے پر کون اُدھار دے

نے رحم ہے نہ پاسِ مروت نہ منصفی
پھر جان کس امید پہ یہ جان نثار دے

ہو گرمیِ وفا سے شگفتہ نہ گل کا دل
جان اُسپہ اپنی بلبلِ شیدا ہزار دے

بے فیض چشمہ آبِ مصفا کا ہے تو کیا
مانگون تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے

جانبازِ عشق جان تلک اپنی کھیل جائے
لیکن قمارِ عشق مین ہمت نہ ہار دے

جون شمع مردہ کشتۂ زلفِ سیاہ کو
گر وے کفن تو دامنِ شبہائے تار دے

چھوڑے کمانِ چرخ نہ تیر اپنا چھوڑنا
یہ آہ تیر ناک مین اس کی ہزار دے

عاشق نہ بدلے انجمِ گردون سے اپنے اشک
کیون کوڑیون کے مول دُرِ شاہوار دے

پشہ سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصد خون کو آئے تو پہلے پکار دے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

فلک تو ٹیڑھی ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

بھرے جاؤنگا مین صیاد دم گلشن کے چلنے کا
مرے سینے مین دم جبتک بزیرِ دام چلتا ہے

ہمیشہ دورِ عشرت ہے جو تم ہو اہلِ کیفیت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یان اک جام چلتا ہے

چلا پہلو سے اُٹھکر جبکہ وہ آرامِ جانِ دل
کہا آرام نے ہمسے کہ لو آرام چلتا ہے

ترا تیرِ نگہ پیکِ قضا سے کم نہین قاتل
جدھر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے

سمندِ وحشت اپنا شاخِ گل کے تازیانہ سے
جنون کی شاہ راہون مین سدا شہ گام چلتا ہے

کیا پختہ مزاجوں کو مسخر تو نے دنیا میں
یہ تیرا خوب جادو اے خیالِ خام چلتا ہے

عجب شطرنج گردوں ہے کہ جسمیں اپنے گھوڑیکو
نئے منصوبہ سے روز ابلقِ ایام چلتا ہے

کھو صیاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینے مین زیرِ دام چلتا ہے

ارادہ گر کرے ناقص علو جاہِ کاملی کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

خرد نے رازِ عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

پھولا نہیں سماتا جو گل پیرہن مین ہے
آتا یہ کس بھروسے پہ ہنستا چمن مین ہے

سہ مین کہان جو تاب زنخ سیم تن مین ہے
پردہ سا عنکبوت کا سقفِ کہن مین ہے

دم کو نہین ہے سینہ مین آرام ایک دم
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن مین ہے

حرف آئے مجھپہ دیکھئے کس کس کے نام سے
اس درد سے عقیق کا دل خون مین ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چین جبین کی تاب
زیرِ شکنجہ زلفِ شکن در شکن مین ہے

یاد آتا ہے جو آبِ دمِ تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن مین ہے

ہین روزنِ دہن مین جو کثرِ دم لیئے ہوئے
یہان کام اُنکا نیش زنی ہر سخن مین ہے

دکھلا دو پشتِ لب پہ تم اپنی دُرِ بلاق
دیکھین سہیل کیونکہ چمکتا یمن مین ہے

ہوش و خرد کو دیکھ لیا در دِ سر مین ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن مین ہے

یہان کے آنیکا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

کون سی شب آئیگا وہ مہ منجم سے کہو
میرے سعد و نحس کا معلوم تا وہ دن کرے

تو کرے قربان ہین جسدن ہمارے واسطے
عید قربان سے شرف پیدا سوا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا
اس سے کہہ دیون ہی محشر تک گنا وہ دن کرے

تیغِ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بے نصیب
عید کے دن کو نہ کیون عاشور کا وہ دن کرے

دن قیامت کا تو ہے پر میرا طومارِ عمل
ہاے اتنا ہے کہ امکان کیا وفا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہین لکھی حسیدن کی ہو
کچھ کرو لیکن فرامش کیا قضا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ مین
یعنے میری فاتحہ کا کونسا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کرونگا جمعہ کو حب کا عمل
کوئی اُسکو جاکے بتلاوے ہوا وہ دن کرے

کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقت پر درد کو کوئی اُس سے
یہ آہ و نالہ نہ کہوے یہ چشم تر تو کہے

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتش عشق
مجھے نہ شعلہ گر اپنا کہے شرر تو کہے

بقدر مایہ نہین گر ہر ایک کا رتبہ و نام
بھلا حباب کو دیکھین کوئی گہر تو کہے

جو چپ لگا کے نہ بیٹھے تو کیا کرے ناصح
کہ جانتا ہے کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اُٹھے شمع کے مانند قصہ خوان کی زبان
ہمارا قصۂ پر سوز لحظہ بھر تو کہے

شہیدِ عشق کا ہر قطرۂ خون انا الحق ہے
کہے جو حق کوئی منصور اسقدر تو کہے

مجال کیا کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہیگا اور تو کیا پہلے الحذر تو کہے

بھرے گا بارِ محبت کی کیا فلک بامی
یہ حوصلہ کوئی رکھے بجز بشر تو کہے

بلا سے ہووے مرا مرغِ نامہ بر بھونرا
کہ اُسکو دیکھ کے وہ منھ سے خوشخبر تو کہے

سرشک چشم مرے ہین کہ ہوگئے موزون
مری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مرجائین گے
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائین گے

سامنے چشم گہربار کے کہدو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظرون سے اُتر جائین گے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہان پھر اور ٹھہر جائین گے

خالی اے چارہ گرو ہونگے بہت مرہم دان
پر مرے زخم نہین ایسے کہ بھر جائین گے

لائے جو مست ہین تربت پہ گلابی آنکھین ۔ اور اگر کچھ نہین دو پھول تو دھر جائین گے
پہونچین گے رہگذر یار تلک کیونکر ہم ۔ پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائین گے
آگ دوزخ کی بھی ہوجائیگی پانی پانی ۔ جب یہ عاصی عرق شرم سے تر جائین گے
ہم نہین وہ جو کرین خون کا دعوے تجھ سے ۔ بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائین گے
رخ روشن سے نقاب اپنے اُلٹ دیکھو تم ۔ مہر و مہ نظرون سے یارون کے اُتر جائین گے
شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤن ۔ پر یہی ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائین گے
ہم بھی دیکھین گے کوئی اہل نظر ہے کہ نہین ۔ یہان سے جب ہم روش تیر نظر جائین گے

ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہین مُلا ۔ اُن کو میخانہ مین لے آؤ سنور جائین گے

دل بچے کیونکر بتون کی چشم شوخ و شنگ سے ۔ اپنا گھر تو سوجھتا ہے سیکڑون فرسنگ سے
اے تغافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہین ۔ اس دل بیتاب و جان مضطرب کے ڈھنگ سے
بل بے باریکی کہ گویا ہر ترا تار سخن ۔ جنتری مین کھچ کے نکلے ہے دہان تنگ سے
ایک بھی نکلے نہ میری سی صدائے دلخراش ۔ خون اگر ٹپکے نوائے مرغ خوش آہنگ سے
چھپ کے بیٹھے گا کہان تو ہمسے اے رنگین ادا ۔ ہوگا تو جس رنگ مین ملجائینگے اُس رنگ سے
جوش گریہ سے رہی برسات برسون پر کبھی ۔ اُسکی تیغ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے
پہلے یہ نیت وضو کی ہے نماز عشق مین ۔ دل سے کہہ دیجئے کہ دھو ہاتھ نام و ننگ سے
میرے رونیکے اثر سے ہوگئے پتھر بھی آب ۔ جھڑتے ہین جائے شرر بارانکے قطرے سنگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر ۔ وسمہ آب بنگ سے مشہدی سے گلرنگ سے

کوئی ان تنگ دہانون سے محبت نہ کرے ۔ اور یہ تنگ کرین منہ تو شکایت نہ کرے
ہے جراحت کا مری سودۂ الماس علاج ۔ فائدہ اسکو کبھی سنگ جراحت نہ کرے

عشق کے داغ کو دل مہر نبوت سمجھا
ڈر ہے کافر کہین دعواے نبوت نکرے

ہر قدم پر مرے اشکون سے روان ہین دریا
کیا کرے جادہ اگر ترک رفاقت نکرے

آج تک خون سے مرے تر ہے زبان خنجر
پر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نکرے

مکتب صبح ازل کا ہے خلیفہ انسان
پھر کرے کون اگر یہ ہی خلافت نکرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہین جل سکتا
کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت نکرے

پھر چلا مقتل عشاق کو قاتل اے ذوق
سر پہ برپا کہین کشتونکے قیامت نکرے

کہتے ہین جھوٹ سب کہ نہین پانون جھوٹ کے
جھوٹے تو بیٹھے بھی نہین پانون ٹوٹ کے

چلتا ہو ذوق قید سے ہستی کے چھوٹ کے
یہ قید نار ڈالے گی دم گھوٹ گھوٹ کے

ڈھالا جو تجکو حسن کے سانچے مین اے صنم
آنکھونکی جاے بھر دیئے موتی ہے کوٹ کے

بیدرد سینہ کوٹنا خالی نہین مرا
دلمین بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیونکر حباب ہو سکے دریاے بیکران
دریا سے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اُس شمع رو سے رات کو رخصت ہوے جو ذوق
روئے ہین دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

ہر دم دل خون گشتہ مین اک جوش فزون ہے
جو آہ ہے سینہ مین سو فوارۂ خون ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستیٔ ہمت
گردون کو ہے اوج اس سے زمانہ مین کہ دون ہے

پھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی اُلٹی
قسمت ہے جو برگشتہ ہوئی بخت نگون ہے

مین درد سے ہون عشق کے بیٹھا ہوا لبریز
پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہون ہے

اک غمزہ تری چشم فسون کار کا کافر
سو چشم پری کو سبق آموز فسون ہے

دل کرتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا
طائر کے عوض رنگ پریدہ سے شگون ہے

قائم ہے بنا درد کی فریاد سے میری
جو نالہ ہے ایوان محبت کا ستون ہے

جسدن سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم
ہر خارِ بیابان قلمِ مشقِ جنون ہے

پڑھاؤن مگر رازِ محبت نہ جتاؤن
کیسا ہی اگر درد ہو دل مین نہ کہون ہے

بیتابیٔ دل لفظون مین کیا آئے کہ ہر حرف
دکھلا رہا گاہ ہے حرکت گاہ سکون ہے

بیتابیٔ دل کا کوئی مضمون جو ہو نظم
ہر حرف پہ میرے حرکت جائے سکون ہے

تلخابۂ حسرت کو پیون کیون نہ مزے سے
میری ہی تبرید تپ سوزِ درون ہے

ہے وصل مین غم ہجر کا اور ہجر بلا ہے
آرام محبت مین نہین یون ہے نہ وون ہے

آلودۂ اظہار نہ ہو رازِ محبت
دم ہونٹون پہ آجائے مگر مین نہ کہون ہے

کھو آپ کو گر ڈھونڈھتا ہے عشق کی منزل
گم گشتگی اس رہ مین تری راہ نمون ہے

ہاروت سے وان لاکھون ہین شاگرد کہ جسجا
وہ چشمِ فسونگر سبق آموز فسون ہے

کیون حالِ زبون اپنا بیان کرتا ہے اُسنے
اے ذوق ترے واسطے یہ سخت زبون ہے

کرے ہے کام تیغِ یار کس کس آبداری سے
دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخم کاری سے

زبان کھولین گے مجھپر بد زبان کیا بد شعاری سے
کہ مین نے خاک بھر دی اُنکے منھ مین خاکساری سے

گذرتی ہے مزہ مین زندگی غفلت شعاری سے
مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے

نہ ہوتا گروہ شوخ خودنما سرگرم آرائش
اُٹھاتا ہاتھ خورشید فلک آئینہ داری سے

رواں ہے شمع کے اشکون مین چربی خاک گھل گھل کر
بہا جاتا ہے دل خون ہو کے اپنا اشکباری سے

خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمار محبت کی
کہ نوبت دم شماری کی ہے اب شب اختر شماری سے

جو پوچھے زاہد خشک اپنی دارو کہدو کہ پی لے
اگر پرہیز کو پوچھے کہو پرہیزگاری سے

قفس کو لے اُڑین صیاد اسیر مضطرب پھر سے
خبر گل کی اگر اُڑتی نہین بادِ بہاری سے

کبھی گر سر اُٹھا اپنا تو جون اشک سر مژگان
زمین کو جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے

اُٹھائے جاؤن کبتک داغ کاش اُنکے عوض ہوتے
مری چھاتی پہ پتھر سنگدل دو چار بھاری سے

لگی بھی گر زمین کو بیٹھ تیرے تفتہ جانون کی — تو مثل تپ اُٹھ بھاگے وہین پھر بیقراری سے

نہین آتا نہ آئے رحم اے ذوق اُس ستمگر کو
بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

یار ہنسنے حال پر ہم دلفگارون کے لگے — کاش کے ایسے ہی یا رب لکو یارونکے لگے

اور بھی چمکا سمند وحشت اپنا دشت مین — تیز جون مہمیز نشتر جب کہ خارونکے لگے

کس کی کفش پا بہ دیکھے ہین ستارے افلک — رہتے ہین دیدے زمین کو جو ستارونکے لگے

بزم مین گر وہ اُلٹ دے روے روشن سے نقاب — چھوٹنے مہتاب منھ پر ماہ پارونکے لگے

اس طرح درپے دلونکے ہین ترے چشم و نگاہ — جون شکار افگن پھرین پیچھے شکارونکے لگے

سر زمین باغ الفت مین ترے اے فتنہ گر — نخل قامت جب ترے سینہ فگارونکے لگے

ٹہنیان تیرونکی نکلین پھولے سوفارونکے گل — خنجرونکے برگ نکلے پھل کٹارونکے لگے

ہو اگر گرم فغان مرغ چمن میری طرح — آگ دم مین آشیانونکو ہزارون کے لگے

آئے ہم اُس بزم مین اکدم سو اُس پر سیکڑون — تیغ طعنون کے لگے خنجر اشارونکے لگے

اے خدنگ یار مرہم جائین غیرت سے نہ کیون — مرہم اگر زخم پر سینہ فگارون کے لگے

ذوق صحراے جنون مین ہو گیا ہے گردباد
توسن وحشت کو ہین مہمیز خارون کے لگے

باغ عالم مین جہان نخل حنا لگتا ہے — دل پر خون کا وہان ہاتھ پتا لگتا ہے

کیا تڑپنا دل بسمل کا بھلا لگتا ہے — جب اُچھلتا ہے ترے سینہ سے جا لگتا ہے

دل کہان سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے — دل کے لگ جانے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے

جو حوادث سے زمانہ کے گرا کب اُٹھا — نخل آندھی کا کہین اُکھڑا ہوا لگتا ہے

دل لگنے کا ہے مزا یہ کہ گزک مین ایدل — سب کبابون سے نمک تجھکو سوا لگتا ہے

شب ہجر مین لگتی ہے زبان تالو سے — اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے

ہائے محتاج ہوا مرہم زنگار کا تو
زخم دل زہر مجھے ہنسنا ترا لگتا ہے

آب خنجر ہے جو زہر آب وفاداروں کو
ملک سرحد سے وفا پانی ذرا لگتا ہے

قد مجنون ترے پھولونکی چھڑی ہے لیلی
جب ذرا جھکتا ہے سر پانوٗ سنے جا لگتا ہے

زر و زاہد ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دلمین
ذوقؔ اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

اُڑائی طرز نالہ کی بھی اکدم تیرے محزون سے
سوا ابتک دیکھ لے منقار طوطی سرخ ہے خون سے

نہ شب آنکھونمین خواب آیا خیال خال شبگون سے
رہے بیدار ساری رات ہم اک حب افیون سے

یہ دنیا ہے وہ خمخانہ کہ جسمین دور گردون نے
گل حکمت کیئے کتنے ہی خم خاک فلاطون سے

اثر ہو نالہ پر درد کا اتنا نوائے بلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم اشک انجم چشم گردون سے

شہید چشم میگون ہون کہو تربت پہ سب میکش
کرین آکر چراغان ساغر صہبائے گلگون سے

ترے مجنون کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
ہما کا پیرہن ہے ایک برگ بید مجنون سے

خدا جانے ہوے بخت اپنے واژون اسکی زلفون سے
و یا زلفین ہین اسکی واژگون مجھ بخت واژون سے

اُڑائین یون جادو گر بلا سے ہم نہین ڈرتے
ہے اپنا دم ہوا ہوتا تری چشم پر افسون سے

اُسی باغ سخن مین ذوقؔ جی اپنا بہلتا ہے
جہان بو عشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضمون سے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑ کنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ترا زبان سے ملانا زبان جو یاد آیا
نہ ہائے ہائے مین تالو سے پھر زبان لگی

کسی کے دلکا سنو حال دل لگا کر تم
جو ہووے دلکو تمھارے بھی مہربان لگی

تو وہ ہلال جبین ہے کہ تارے بن بن کر
رہے ہے تیری طرف چشم یک جہان لگی

خدا کرے کہین تجھ سے یہ کچھ خدا لگتی
کہ زلف اے بت بدکیش تیرے کان لگی

اُڑائی حرص نے آکر جہانمین سبکی خاک
نہین ہے کس کو ہوا زیر آسمان لگی

تمھارے ہاتھون ہمارے دلِ فگار مین آہ
سنان و خنجر و پیکان کی ہے دکان لگی

کسی کی کاوشِ مژگان سے آج ساری رات
نہین پلک سے پلک میری ایک آن لگی

تباہ بحرِ جہان مین تھی اپنی کشتیِ عمر
سو ٹوٹ پھوٹ کے بارے کنارے آن لگی

خدنگِ یار کو کس طرح کھینچ لون دل سے
کہ اُسکے ساتھ ہے اے ذوق میری جان لگی

وہ ہون مین پرمعاصی سوختہ سوزِ ندامت سے
حذر دوزخ کرے جسکے شرارِ سنگِ تربت سے

وہی ہے ایک سب مین دیکھ لو چشمِ حقیقت سے
بنا واحد کی کیون توڑیگا ملا جمعِ کثرت سے

نہ سوکھے دامنِ تر ذرہ میرا اور جون اختر
روان ہون اشکِ خجلت چشمِ خورشیدِ قیامت سے

دمِ تکبیر اُٹھالے دو جہان سے ہاتھ یکباری
نمازِ عشق کی ہمنے ادا کس حسنِ نیت سے

اگر پوچھے کوئی مجھسے کہ کیون دنیا سے نالان ہے
تو مین کہدون محبت سے محبت ہے محبت سے

برائے شوکتِ دنیا نہ لیجو عار دین زاہد
سمجھیو شوکت العقرب کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک ہو مشک ہو یا سودۂ الماس تم چھڑکو
جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگِ جراحت سے

پڑھو تم فاتحہ گر آکے مرقد پر شہیدون کے
تو پاس اُٹھکر اشارہ کردے انگشتِ شہادت سے

حریصون کو نہین جا وسعت آبادِ قناعت مین
جو کھینچے ہاتھ کو وہ پاؤن پھیلا دو فراغت سے

الف کو تیری قامت کے کیا اُستادِ قدرت نے
مزین صفحۂ ہستی یہ رعنائی کے خلعت سے

لبِ ہر زخم میرا ہے ہلالِ عید سے خوشتر
مجھے زخمی کیا ہے کسنے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا کیا مجکو کیا گر قتل قاتل نے
کہ ہو دیگا نہ عاشق اب کوئی اُسکے جبرت سے

علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیزابِ تیغ اُسکا
نہین سنگِ فسان کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے

اگر آرائشِ ظاہر ہو عبث باطن کو کیا حاصل
بھلا باطن مین رتبہ کیا ہے اسکو سنگِ طینت سے

ہوئی حرفون مین گو یک نقطہ رحمت سے سوا زحمت
عدد مین ہے مگر رحمت زیادہ ہو گئی زحمت سے

زبانِ ریختہ کردی زبانِ اہلِ ولایت کی
محبت ذوق کو از بسکہ ہے شاہِ ولایت سے

ملنا ہمارا اُن کا تو کب جائے جائے ہے
البتہ آدمی سو کبھی آئے جائے ہے

جو اُس گلی میں مثلِ صبا آئے جائے ہے
فردوس میں کب اُسکو تمنائے جائے ہے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جا سے جائے ہے
پر میرے پاس سے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمع نرم
یوں روغنِ اشکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیتا ہے ایک پرچہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ذرا مرے پرچائے جائے ہے

ابرِ مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوّارہ سے بجا ہے تواضع کا سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حالِ جسمِ زار کہوں سوزِ عشق سے
ایک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمون اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر
وہ مرغِ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

تابوت تیرے کشتہ کو پیش سے کم نہیں
کیا پانوں اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا نہ جا سکے مجنوں تو دو قدم
پر شوقِ مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جبتک کہ جان تن سے نکل جائیگی نہ ذوق
دل میں جو درد ہے سو کوئی پائے جائے ہے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بدقمار
جو چال ہم چلے وہ نہایت بُری چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

لیلےٰ کا ناقہ دشت میں دکھلاتا ذوقِ شوق
سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے

نازاں نہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہیں جبتک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

لیا ایمان و دین تو نے اگرچہ اک زمانے سے
ستمگر تو نے روکا سب کو میرے پاس آنے سے
ڈھلیں گے شمع کے سانچہ میں گذرے سر پہ جو لگن
پڑے تسبیح زاہد پر نگاہ مست اگر تیری
تمھاری زلف کے کوچہ میں پھرتا ہے جو دیوانہ
کہاں جاؤنگا اُڑ کر دام ٹوٹا ہے بال و پر ہوں میں

نہیں اسیر بھی اے ظالم ترا ایمان ٹھکانے سے
اجل بھی اب یہاں آئے تو آئے کچھ بہانے سے
بہیں گے آنسو ونہیں اُنکے آگے اس بہانے سے
تو ٹپکے بادۂ انگور اُسکے دانے دانے سے
بنا لینا ہو گر دلکا تو لینا اپنے شانے سے
قفس صیاد کا بہتر ہے مجکو آشیانے سے

نہ کیجو خوانِ دونِ ہمت پہ ہاتھ اے ذوق آلودہ
کہ یہ کھانا مرے آگے ہے بدتر زہر کھانے سے

جانِ عشق لبِ جان بخش پر دل عشق خطِ مشکین پہ ہے
عیسائی اپنے دین پہ ہے موسائی اپنے دین پہ ہے
دے سین کی صورت دکھا تو ہنس کے دانت اپنے ذرا
یاسین کیا پڑھوا رہا قاتل مرے بالین پہ ہے
بلبل کا دل ہے خون فشان ہیں عشق کی نیرنگیان
سرخیٔ رنگِ گل کہاں یہ دامن گلچین پہ ہے
حرفِ زبانی ہو کہ خط قول اُنکا سچ ہو یا غلط
میری تو اب تسکین فقط اے دل تری تسکین پہ ہے
ہے خوشۂ انگور یا کرتا ہے دل پر آبلہ
صد خندۂ دندان نما شب خوشۂ پروین پہ ہے
دو جامِ مے بھر کر چڑھا پھر دیکھ کیفیت ہے کیا
یہ خوب عینک حق نما چشم حقیقت بین پہ ہے
ہو کوہ کے چشمہ لئے وہاں پانی نہ کیوں شیرین رواں - دی جان شیرین کھو جہان فرہاد نے شیرین پہ ہے

بلبل کا خون ہے گلفشان

ہین کیا کرون اظہارِ غم ہے بارِ غم پر بارِ غم
دن رات اک انبارِ غم میرے دلِ غمگین پہ ہے

صیقل نہ ہو گر تیغ پر جوہر یہ ہو کس کو نظر
اے ذوق یہان قدرِ ہنر آرائش و تزئین پہ ہے

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہین رخصت ہم ابھی سے

لگے کیون تم پہ مرنے ہم ابھی سے
لگایا جی کو اپنے غم ابھی سے

ولا ربط اُس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہین تم کو ہم ابھی سے

ترے بیمارِ غم کے ہین جو غمخوار
برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب آیا ہلین گر اُسکی مژگان
صفین یارون کی ہین برہم ابھی سے

نہین ہے دیر گر جانے مین اُن کے
نہین اپنے بھی دم مین دم ابھی سے

بہے آنسو تو دامن کیا کہین گے
ہوئی ہے آستین پر نم ابھی سے

مرے لاشہ پہ بھی اُس بدگمان نے
کہا کیون جی چرایا دم ابھی سے

تمھارا مجھ کو پاسِ آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے

لگے سیسہ پلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیادِ غم محکم ابھی سے

وہ شاید منہ کھلے پر جائینگے آج
کہ چھایا دل پہ ابرِ غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہین مجھ کو
ہوے بیزار کیون ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
لے آئے دوستو مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

موا جانا اب تجھے عزون نے اے ذوق
کہ پھرتے ہین خوش و خرم ابھی سے

حالتِ نشہ مین دیکھنا اس بیحجاب کی
ہر ناز سے ٹپکتی ہے مستی شراب کی

کوچہ میں آ پڑے تھے ترے خاک ہو کے ہم
یاں تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چلی مجھے
پر منتظر ہے آنکھوں میں خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپا کے تم
داب ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
معلوم ہے حقیقتِ ہو حق جناب کی

قفلِ صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے
جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

خارِ غم دل سے کسی طرح نہ نکلا اے عشق
ہو کے ناخن کئی سینہ میں فرد ٹوٹ گئے

چارہ گر سوزنِ تقدیر میں کچھ اور ہیں تار
جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے

سیکڑوں کاسۂ سر دہر میں مانندِ حباب
کبھو اے چرخ بنے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے

تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغرِ مے
ہاتھ کیا اُس کے ہیں اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

دخترِ رز نے وہ انداز دکھائے سرِ بزم
رات یاروں کے وہاں غسل و وضو ٹوٹ گئے

کیونکہ بن کشتیِ مے کھینچے سیرِ دریا
سیکڑوں زیرِ بغل اب تو کدو ٹوٹ گئے

دیکھ کر سرمہ کی تحریر یہ تری آنکھوں میں
ہیں صنم خانوں میں زنارِ گلو ٹوٹ گئے

تیرے ہاتھوں میں برنگِ گلِ بازی آخر
بند بند اپنے ہیں اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

چشمِ مخمور کے اک جام میں سب یاروں کے
رات سررشتۂ اعمالِ نکو ٹوٹ گئے

تیر کھینچے بھی اگر چارہ گروں نے دل سے
تو کبھو چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

کیا بیاں تم سے کروں زورِ شکستِ دل کا
کہ مری خاک سے بن بن کے سبو ٹوٹ گئے

مژہ تر پہ امنڈ کر جو شب آئے آنسو
شدتِ گریہ سے مو بر سرِ مو ٹوٹ گئے

جذبِ عشق اپنا ہے کب چھوڑتا تیروں کو ترے
کھینچے بھی دل سے جو سوفار کبھو ٹوٹ گئے

گلشنِ عشق ہے کیا بارور اللہ اللہ
یہ ثمر لائے کہ سروِ لبِ جو ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیلِ قوافی غزل اک اور بھی ذوق
دیکھیں کس طرح سے ٹھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

نکس کے موشانہ میں اے دست ہوس ٹوٹ گئے
تیرہ بختوں کے جو یاں تار نفس ٹوٹ گئے

رات جو شیشہ مے تجھ سے عسس ٹوٹ گئے
ہے نہ گنبد مینا کے کلس ٹوٹ گئے

دیدۂ آبلہ پا پہ ہے مژگان پیدا
پاؤں میں چبھ کے مرے خار زبس ٹوٹ گئے

ساقیا بادہ کشی میں کئی ساری برسات
عہد و پیمان مرے سب اک ہی برس ٹوٹ گئے

یاد آیا جو اسیران قفس کو گلزار
مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے

رونگٹے یار کے پشت لب شیریں پہ نہیں
شہد پر بیٹھ کے ہیں پائے مگس ٹوٹ گئے

تو گرفتار قفس گر یونہیں تڑپے صیاد
کوئی دم میں یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے

ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز
آج کیا قافلہ کے سارے جرس ٹوٹ گئے

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگ ولادت کو مولود سمجھے

ہوا نالہ جب دود آلود سمجھے
کرے عشق حلوائے بے دود سمجھے

تری مانگ کی تیغ کا ہو جو زخمی
وہ بے زخم دل کو نمک سود سمجھے

خدا کی خدائی اگر آگے آئے
وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دل میں سمجھا وہ کافر
نہ فرعون سمجھے نہ نمرود سمجھے

ہمارا جو دل ہو گیا موم اُن پر
ہم الفت کو اعجاز داؤد سمجھے

کیا دل لگا بازار الفت میں سودا
زیاں کو ہم اے ذوق یاں سود سمجھے

خط بڑھا کاکل بڑھے زلفیں بڑھیں گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تیرے جلوہ سے چمن میں رونق اے گلرو بڑھے
شاخ گلشن میں بڑھے گل گل میں رنگ و بو بڑھے

بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی
اب مناسب ہے یہی کچھ میں بڑھوں کچھ تو بڑھے

ہاتھ ملنے کو جو جنوں سے بڑھائے دشت میں
ضعف سے مدت میں جوں شاخ سر آہو بڑھے

لکھ رہا ہے حُسن کے دیوان مین خطِ پشتِ لب
ایک مطلع اور زیرِ مطلعِ ابرو بڑھے

بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی وحشت وگرنہ پہلے آہ
ہاتھ کے ناخن بڑھے سر کے ہمارے مو بڑھے

تجھ کو دشمن وان شرارت سے جو بھڑکاتے ہین روز
جاتے ہین اور شرراے شوخِ آتش رو بڑھے

واہ ساقی کیا ہی دی ہے دارو ے فرحت فزا
جسکے اک قطرہ سے سیرون جسم مین لوہو بڑھے

یون دم گریہ ہوا دل سے مرے نالہ بلند
جس روش پانی کے باعث سروِ آبجو بڑھے

حسنِ کیفیت سے ہو معمور اگر مینا ئے دل
پھر تو جامِ جم سے قدرِ کاسۂ زانو بڑھے

ہان بڑھی دلکی طپش اور قہر ہے غیرونکی بھی
گرمیِ صحبت تری اے شوخِ آتش رو بڑھے

چرخ پر نورِ قمر راتون بڑھے راتون گھٹے
حسن تیرا روز بروز اے ہلالِ ابرو بڑھے

کچھ تپِ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب
روز نسخہ مین اگر خرفہ گھٹے کاہو بڑھے

چاہتا ہے دل بڑھے الفت کی اُسنے رسم وراہ
پر وہان قابو نہین کس طرح بے قابو بڑھے

پیشوائی کو غمِ جانان کی چشم ودل سے ذوق
جب بڑھے نالے تو اُسنے پیشتر آنسو بڑھے

آتے ہی تونے گھر کے پھر جانے کی سُنائی
رہ جاؤن سُن نہ کیونکر یہ تو بُری سنائی

مجنون وکوہ کن کے سنتے تھے یار قصے
جبتک کہانی اپنی ہمنے نہ تھی سُنائی

جس بات پر تمھاری سب عشق ہین ہمسے پوچھو
ہم کھوین آنکھون دیکھی وہ سب سُنی سنائی

شکوہ کیا جو مین نے گالی کا آج اُس سے
گالی کے ساتھ اُسنے اک اور بھی سنائی

کیا جانے کیا کہیگا کچھ کہنے کو ہے ناصح
دیتا نہین مجھے تو اے بیخودی سنائی

کہنے نہ پائے اُس سے ساری حقیقت اکدن
آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھین وہ کس طرح سے
آواز بھی نہ جسنے ہمکو کبھی سُنائی

قیمت مین جنسِ دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
کیا کیا پھر اُسنے ہمکو کھوٹی کھری سنائی

ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تو تھے پسینہ سے شکر تری ہوئے

ثبت اس بیاض چشم مین ہین خط سرمہ سے
جو انتخاب نسخۂ افسون گری ہوئے

دکھلائے ہم نے لیکے جو دامن پہ دُرِ اشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

اک خال زیر زلف سے ظاہر مرے لئے
اے یار سو طریقۂ بد اختری ہوئے

جلجائے خاک وحشی چشم بتان پہ گھاس
لیکن ہرن کھری نہ رہے بن ہری ہوئے

کچھ رکھتے آدمیت اگر ہو لے آدمی
یہ حور وش تو حور ہوے یا پری ہوئے

ہم جلتے جی جہان سے معدوم ہوگئے
اتنے نظر سے گم بسبب لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنی باعث پردہ دری ہوئے

مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام
دل دیکے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے ہمقرین
ہر چند سو قران مہ و مشتری ہوئے

اے ذوق آج سامنے اُس چشم مست کے
باطل سب اپنے دعوی دانش وری ہوئے

اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے اُنکا گرچہ قیامت پہ منحصر
ہم خوش ہین یہ کہ آنے کی اُنکے خبر تو ہے

ہے سر شہید عشق کا زیب سنان یار
صد شکر یار سے نخل وفا بارور تو ہے

اے شمع دل سے ہے رونے مین جلتا تو کیا ہوا
ہو جاتی اس مین رات بلا سے بسر تو ہے

ہے دل مین درد اگر نہین ہمدرد سے پاس
دلسوز اگر کوئی نہین سوز جگر تو ہے

اے دل ہجوم رنج والم سے نہ تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

اُس بت نے غائبانہ کہا یا نہین کہا
چپ ہو گیا وہ بارے مجھے دیکھکر تو ہے

تربت پہ دل جلون کے نہین گر چراغ گل
سینہ مین سوزش دل و داغ جگر تو ہے

کشتی بحر غم مرے حق مین ہے تیغ یار
کر دیتی ایکدم مین ادھر سے اُدھر تو ہے

وہ دل کہ جسمیں سوز محبت نہ ہو وے ذوق
بہتر ہے اُس سے سنگ کہ جسمیں شرر تو ہے

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
بتو نہ بن کے نظر آؤ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھتے نہیں جز خط غبار مجھے
سمجھتے یار ہے کہ ہیں اپنا خاکسار مجھے

نگہ نے اُس کی مجھے سخت بیقرار کیا
بلا سے مار دے اگر کوئی کٹار مجھے

جمالِ یار نے مڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمہارے عشق میں ماہی سے تا بہ فلک
دکھائی دیتے ہیں دلہائے داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روز وصل پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظربندِ انتظار مجھے

عیاں ہے آئینۂ رخ پہ جب سے خطِ غبار
وہ خط ہیں لکھتے مگر در خطِ غبار مجھے

ہوائے وادی وحشت مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشمِ اشکبار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہ شعلہ بار مجھے

مرضِ عشق جسے ہو اُسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سنکڑوں نخچیر ہیں کیا یاد رہے
چیر دو سینہ میں دل کو کہ پتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندہ سے اگر بندہ نواز
بند میں دے لو گرہ تا کہ ذرا یاد رہے

قاصدِ عاشقِ سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش و خرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اسوقت تمہیں نامِ خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کر نامری اُس کوچہ میں
تجھ سے کہدیتا ہوں تمہیں بادِ صبا یاد رہے

گور تک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھدو
کوئی بیدل ادھر آئیلے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہوا آسودہ بزیرِ طوبےٰ
خلد مین بھی ترے کوچہ کی ہوا یاد رہے

یاد آجائین جفا سے جو کبھی آپ تو پھر
یاد عاشق کو نہ کیجے گا بھلا یاد رہے

داغ دل پر مرے پھاہا نہین ہے انگارا
چارہ گر لیجو نہ چٹکی سے اُٹھا یاد رہے

زخمِ دل بولے ترے ولکے نمکخوارون سے
لو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب مین ہے تعلیم کچھ اور
یان لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت مین ہی رہنا تو نہ رکھ خود بینی
بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتون کی اے ذوق
چلکے بت خانہ مین بیٹھو کہ خدا یاد رہے

چشمِ قاتل ہمین کیونکر نہ بھلا یاد رہے
موت انسان کو لازم ہے سدا یاد رہے

میرا خون ہے ترے کوچے مین بہا یاد رہے
یہ بہا وہ نہین جسکا نہ بہا یاد رہے

کشتۂ زلف کی مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش
بید مجنون ہی لگانا کہ پتا یاد رہے

خاکساری ہے عجب وصف کہ جو بن ہو سوا
ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے

ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد
میکشو قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے

یاد اُس وعدہ فراموش نے غیرونسے بدی
یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے

خط بھی لکھتے ہین تو لیتے ہین خطائی کاغذ
دیکھئے کب تک انھین میری خطا یاد رہے

دو ورق مین کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم
سبقِ عشق اگر تجکو ولا یاد رہے

قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے اید اُس نے
پر خدا سے ہے کہ اُسے نام مرا یاد رہے

طائرِ قبلہ نما بن کے کہا دل نے مجھے
کہ تڑپ کر یونہی مرجائیگا جا یاد رہے

جب یہ دیندار ہین دنیا کی نمازین پڑھتے
کاش اسوقت انھین نام خدا یاد رہے

ہم پہ سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد
بھول کر بھی کبھی ہو وے تو وفا یاد رہے

محو اتنے بھی نہو عشق بتان مین اے ذوق
چاہئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے

تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر مین کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر مین کیا ہے

اے اہل نظر عالم تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا تصویر مین کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دل دیوانہ ہے الجھا
معلوم نہین زلف گرہگیر مین کیا ہے

پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دل بیتاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے اکسیر مین کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیون اتنی چھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر مین کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبان جنون ہے ترا مجنون
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر مین کیا ہے

بیٹھا ہے در کعبہ پہ حیران ترا شیدا
لبیک مین کیا ہوتا ہے تکبیر مین کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اسکے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر مین کیا ہے

ہے صید نگہ کہتا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر مین کیا لطف ہے اُس تیر مین کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانے دل عاشق دلگیر مین کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ مین اور ہم تہ خنجر
تاخیر ہو کیون فائدہ تاخیر مین کیا ہے

اُترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانے اُس آب دم شمشیر مین کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دم ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر مین کیا ہے

ذوق اُس لب شیرین کا جو تو وصف ہے کہتا
کیا کہئے حلاوت تری تقریر مین کیا ہے

پری رو کیا ستمگر بیشتر ایسے نہ ہوتے تھے
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب زان بے تکلف رات بھر لیٹے ہوتے تھے
صبا کے جھوکے یہان وقت سحر ایسے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقین یاد آ گئی ہین پر نہ مژگان پر
نمایان قطرۂ خون جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دین ہین گالیان اُس بدزبان کو آج کیا کہئے
کبھی نادم ہم اُسکو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

[illegible]

خدنگِ عشق کھا کر زخمِ دل فرہاد کے باہم
لگے کہنے کہ شیرین نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے

سفر ہے اپنی جان کا حضرتِ دل بیٹھے حیران ہین
پریشان ورنہ جون گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے

کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اُٹھی شاید
کہ مضمونِ سوزِ دل کے بیشتر ایسے ہوتے تھے

ہمارے آبلون مین آب ہے یا آبدار ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر دل پہ تھے گذرے
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے

زمانہ مین ہین سنتے شور مدت سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہین شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے شعر سنکر ذوق جیسے بزمِ عالم مین
ہوے قائل ہین اہلِ نظر ایسے نہ ہوتے تھے

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے پر ہے بسمل یا ہی تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دلکو میرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جون تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو ہے ٹانک تعویذ و نہین ہیکل کے
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ ہون بے دست و پا بسمل رسائی جب نہ ہاتھ آئی
گیا تا پاے قاتل نہ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہین دیکھو اے پاسبان شکو
دبا کر بیٹھو اُنکے پانون کی زنجیر پہلو سے

مصورِ لیلی و مجنون کی ناکامی پہ حیران ہین
کبھی ملکر نہ بیٹھا پہلوے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنہ تیغِ یار کا ہے رات بھر کرتا
صداے العطش جون نالۂ شبگیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنون کہتا تھا ہیہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ کہنا استخوان انکو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دلگیر پہلو سے

خیالِ ابروے جانان نہین دل بھولتا اکدم
سپاہی ہے جدا کرتا نہین شمشیر پہلو سے

تمام اہلِ سخن بزمِ سخن مین ذوق حیران ہین
ملا جو قافیہ تو نے کیا تحریر پہلو سے

برق میرا آشیان کب کا جلا کر لے گئی
کچھ جو خاکستر بچا آندھی اڑا کر لے گئی

اُسکے قدمون تک نہ بیتابی بڑھا کر لیگئی
ہائے وہ پلٹے دئے اور پھر ہٹا کر لیگئی

ناتوانی ہمکو ہاتھون ہاتھ اُٹھا کر لیگئی
چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لیگئی

صبحِ رخ سے کون شامِ زلف مین جاتا تھا آہ
اے دلِ شامت زدہ شامت لگا کر لیگئی

خون سے فرہاد کے رنگین ہوا دامانِ کوہ
کیون نہ موجِ شیر یہ دھبا چھڑا کر لیگئی

تمنے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہانِ قافلہ
لیکن آوازِ جرس ہمکو جگا کر لیگئی

نوکِ مژگان جب ہوئی سینہ فگارون سے دوچار
پارہ ہائے دل سے گلدستہ بنا کر لیگئی

دیکھی کچھ دلکی کشش لیلی کہ ناقہ کو ترے
سوئے مجنون آخرش رستہ بھلا کر لیگئی

وہ گئے گھر غیر کے اور یہان ہمین دم بھر کے بعد
بدگمانی انکے گھر سو گھر پھرا کر لیگئی

واہ اے سوزِ درون کوچہ مین اسکے برقِ آہ
رات ہمکو ہر قدم مشعل دکھا کر لیگئی

جو شہیدِ ناز کوچہ مین تمھارے تھا پڑا
کیا کہون تقدیر اُسے کیونکر اُٹھا کر لیگئی

دشتِ وحشت مین بگولا تھا کہ دیوانہ ترا
روحِ مجنون بہرِ استقبال آکر لیگئی

آگ مین ہے کون گر پڑتا مگر پروانہ کو
آتشِ سوزِ محبت تھی جلا کر لیگئی

اے پری پہلو سے میرے کیا کہون تیری نگاہ
دل اُڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لیگئی

ذوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوئے جانان مین اجل ناحق لگا کر لیگئی

صد رقم ہے وصفِ جبین سے صنم پرے
برحق ہے شاخِ سدرہ سے لوح و قلم پرے

رفتار وہ کہ فتنہ رہے سو قدم پرے
قامت کہے ہے شورِ قیامت کو تھم پرے

کہتا ہے کس کو ناز سے تو دمبدم پرے
تو دو قدم کہے مین رہون سو قدم پرے

بسمل ترے تڑپ کے بھی پہونچے نہ پاؤن تک
یا دو قدم ورے رہے یا سو قدم پرے

کیون گرمِ اضطرار ہے اسدرجہ اے شرار
ہستی سے کتنی دور ہے ملکِ عدم پرے

پھر کر ہمارے کعبۂ دل مین غزالِ یار
کہتے ہین دیکھ رہیو غزالِ حرم پرے

قاتل جو تیرے ہاتھ میں پٹی ہو زہر کی
مرہم کو زخمِ دل سے اُٹھا رکھیں ہم پرے

ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا ایک گام میں
ہونگے سوار کشتیِ نقشِ قدم پرے

یارب کدھر کو جائیے یہ جا بجا زِ درد و غم
باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے

اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم
سرکے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پرے

شب گھر پہ اُنکے غیر نے تو آلیا تھا پر
دیوار بام پر تھے چڑھے ہم کہ دھم پرے

کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بیقرار آج
آیا تھا جی میں بیٹھ کے لکھئے رقم پرے

اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم
ہاتھوں سے جا پڑا مرے چھٹکر قلم پرے

یہ کیا شبِ وصال کہ دونو ہم تو ہیں
پر ہمسے وہ ہیں بیٹھے پرے اُنسے ہم پرے

کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست
رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پرے

تم آؤ گر تو آؤ نہیں مجھکو لو بلا
گھر سے تمھارے گھر ہے مرا کے قدم پرے

برگشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جاوے ناز سے
مژگاں تک اُسکی آکے نگاہِ کرم پرے

میں نے کہا جو اُسنے نکلتا ہے میرا دم
بولے خدا کیواسطے رکھئے یہ دم پرے

دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار میں
رستہ نہیں ہے آپکی سر کی قسم پرے

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر ذوق
ہے ابتو یاں سے ملکِ عدم دو قدم پرے

ذکرِ مژگاں تیرا جسکے روبرو نکلا کرے
اُسکے بے نشتر رگِ جاں سے لہو نکلا کرے

گر فغاں اچھا نہیں تو چپ بھی رہنا ہے بُرا
کچھ تو سینہ کا بخار اے دل کبھو نکلا کرے

لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکیں کی شمیم
شمع کے گل سے گلِ شبّو کی بو نکلا کرے

دیکھے میرے آنسوؤں کی آبداری کو اگر
آبِ دریا سے گہر بے آبرو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر
تا قیامت پھر دلِ آہو سے ہو نکلا کرے

اے صنم پیدا کرے جو دل میں تیری آرزو
پھر نہ اُسکے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

خط مشکین کا تمھارے وصف اگر کیجے رقم — خامۂ مشک افشان قلم سے موبمو نکلا کرے

حضرت دل ہم تو جب جانین کرامات آپکی — کھا کے دھکے روز اس گھر سے عدو نکلا کرے

تیرے ترک چشم کو اگر شوق خونریزی نہو — باندھکر تلوار کیون اے جنگجو نکلا کرے

خدمت پیر مغان سے لو وہ دارو چلکے ذوق — نشۂ مے جس سے بے جام و سبو نکلا کرے

خم ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے — کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے — سر خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر مین جو روزن دیوار نظر آتا ہے — چشم افعی مجھے بے یار نظر آتا ہے

مست چشم اسکا جو سیخوار نظر آتا ہے — ہے تو دیوانہ پہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمھین اے اولی الابصار نظر آتا ہے — یہان تو اغیار مین بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تار تن زار نظر آتا ہے — سر مرا تن پہ گرانبار نظر آتا ہے

سبزۂ خط گل رخسار پہ ایک عالم ہے — خط ریحان خط گلزار نظر آتا ہے

معنیٔ رنگ خموشی سے جو دل ہو آگاہ — برگ گل مین لب اظہار نظر آتا ہے

جتنا بیہوش ہوا اتنا ہی سوا ہو آرام — مست ہاتھی ہو تو بے بار نظر آتا ہے

زلف کے دام مین ہے مرغ دل آتا ہین یاد — جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے

خواب غم مین بھی ہے آرام اگر آجائے — ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اٹھاکر تو ذرا دیکھ کہ زیر افلاک — جو ہے سرکش وہ نگونسار نظر آتا ہے

میرے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن روتا — تار اک آنسو نکا تار نظر آتا ہے

صید بیکس پہ ترے کون ہے کہتا تکبیر — یہ تو ہوتا یونہی مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنون کو ہے سامان جنون آتش — داغ سودا گل دستار نظر آتا ہے

ہے غضب سرمہ نے چمکایا تری آنکھ کو — آج فتنہ ہمین بیدار نظر آتا ہے

بار احسان ہے صبا کا بھی سرِ نکہتِ گل　　کون گلشن میں سبکبار نظر آتا ہے

غنچہ موجِ تبسم سے ترے گلشن میں　　دیکھا ہر گل کو دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھوں میں نظر آتا ہے عالم ویران　　دل کا ویرانہ جو بے یار نظر آتا ہے

عالمِ دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو　　کیا پسِ پردۂ زنگار نظر آتا ہے

ہائے اے دستِ جنوں تارِ نفس چھوڑ دیا　　تن پہ تو مجھ کو نہیں تار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو چمکا زمانہ میں دکھائی دیا کم　　روز کب اخترِ دمدار نظر آتا ہے

جو جوانمرد علائق میں پھنسا ہے وہ مجھے　　شیر پنجرے میں گرفتار نظر آتا ہے

دیکھ کر اے بتِ مغرور یہ اندازِ ستم　　شرم سے چرخ نگونسار نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہیں وہ گھر میں　　حلقۂ در دہنِ مار نظر آتا ہے

دل پر وسوسہ کا عقدہ ہے قفلِ وسوس　　اس کا کھلنا مجھے دشوار نظر آتا ہے

مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری　　دامنِ وادیِ کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہوا ہے مہِ لقا عید کے چاند　　کہ برس میں کبھی اکبار نظر آتا ہے

دل نے ہے دیکھ لیا دفترِ تقدیر تمام　　فلک اک نقطۂ بیکار نظر آتا ہے

چشمِ ساقی نے یہ میخانہ میں پھیلایا کفر　　گردنِ شیشہ میں زنار نظر آتا ہے

صحبتِ اہلِ صفا دیتی ہے سرکش کو اُٹھ　　نخل پانی میں نگونسار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہیں تختۂ تابوت انہیں　　مر کے اک تختِ ہوادار نظر آتا ہے

دُرِ مضموں ہیں ترے ذوق زبس بیش بہا　　کم کوئی انکا خریدار نظر آتا ہے

دکھلا نہ خالِ ناف تو اے گلبدن مجھے　　ہر لالہ یہاں ہے نافۂ مشکِ ختن مجھے

ہمدم وبالِ دوش نہ کر پیرہن مجھے　　کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے

پھرتا ہے چمن میں ہے دیوانہ پن مجھے　　زنجیرِ پا ہے موجِ نسیمِ چمن مجھے

تسبیح دور بزم مین دیکھو امام کو
بخشی ہے حق نے زیبِ سرِ انجمن مجھے

اے میرے یاسمن ترے دندانِ آبدار
گلشن مین ہین رلاتے گلِ یاسمن مجھے

محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کمان
صیدِ حرم سمجھتے ہین ناوک فگن مجھے

ہے تن مین ریشہ ہائے رگِ خشک استخوان
کیون کھینچتا ہے کانٹون مین لے ضعفِ تن مجھے

اے رب مسی کو پھینک کہ نیلم ہے کم بہا
یاقوت دے دیا کوئی لعلِ یمن مجھے

ہون شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہین مگر
فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے

اک سرزمین لالہ بہار و خزان مین ہون
یکسان ہے داغ تازہ و داغ کہن مجھے

خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹون نہ تیرا خون
شیرین نہ ہووے خونِ سرِ کوہکن مجھے

رخ پر تمھارے دام جو ڈالا ہے سبزہ نے
آتا نظر ہے دیدۂ عنقا دہن مجھے

یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمین آسمان کو خاک
اکدم کو برق دے جو پہنا پیرہن مجھے

کوچہ مین تیرے کون اٹھا لیتا بھلا خبر
شب چاندنی نے آکے پہنایا کفن مجھے

دکھلاتا آسمان سے ہے روئے زمین کی سیر
اے رشکِ ماہ تیری جبین کا شکن مجھے

رکھتا ہے چشمِ لطف یہ کس کس ادا کے ساتھ
دیتا ہے جام ساقیِ پیمان شکن مجھے

ہے جذبِ دل درست تو چاہِ فراق سے
کھینچے گی تیری زلف شکن در شکن مجھے

دکھلاتا اک ادا مین ہے سو سو طرح بناؤ
اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے

جیسے کوئین مین ہو کوئی تارا چمک رہا
دل سوجھتا ہے یون تہِ چاہِ ذقن مجھے

آکر اسے بھی دو کبھی آنکھین ذرا دکھا
آنکھین دکھا رہا ہے غزالِ ختن مجھے

آئے مرے چمن کہ ہوا مین تری ہوا
صحرائے دل ہوائے چمن در چمن مجھے

یارب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینہ نظر
دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے

آیا ہون نور لیکے مین بزمِ سخن مین ذوق
آنکھون پہ سب بٹھائین گے اہلِ سخن مجھے

مار کر تیر جو وہ دلبر جانی مانگے
کہدو وہم سے نہ کوئی دیکھے نشانی مانگے

اے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخنی
موت گھبرا کے نہ کیون یہ خفقانی مانگے

خاک سے تشنۂ دیدار کے سبزہ جو اُٹھے
تو زبان اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے

مار پیچان تو بلا ہیگا مگر تو اے زلف
ہے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے

دہن یار ہو اور نہ مانگے کسی سے دلکو
وہ جو مانگے تو باندازِ نہانی مانگے

دل مرا بوسہ پہ پیغام نہین ہے ہمدم
یار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے

جلوہ اُس عالم معنی کا جو دیکھے اے ذوق
لطفِ الفاظ نہ لے حسن معانی مانگے

نہین گواہی جو داغ کہن نہین دیتے
دکھائی کیا مرے تن پر چمن نہین دیتے

جفا مین بات وہ کیا حکمتہً نہین دیتے
کہ دردِ جان ہمین اب زخم تن نہین دیتے

جو بولون کچھ تو مجالِ سخن نہین دیتے
سیون بھی مین یہ وہ سینے دہن نہین دیتے

سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھا اُسے مرا داغ کہن نہین دیتے

ہین منع کر رہے رونے کو یہ جو نادان دوست
بجھانے کیون مجھے دلکی جلن نہین دیتے

یہ پڑ گئین تن لاغر مین جھریان ہین مرے
کہ اتنی زلف مین بھی وہ شکن نہین دیتے

شہید ناز کے چہلم پہ ہے نظر شاید
کہ سُرمہ آنکھون مین تم جان من نہین دیتے

اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پتا یارو
بتا اُسے مرا بیت الحزن نہین دیتے

عدم کی راہ مین بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر
کہ ساتھ اپنے بجز یک کفن نہین دیتے

جو مانگا آب دمِ تیغ اُس سے بسمل نے
تو بولا زخمی کو اے خستہ تن نہین دیتے

بیان تیغ جو ہے وصف وجور و شعلۂ طور
ذرا دکھا اُسے اپنی پھبن نہین دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے کہدے ابدل زار
کہ ہے نشانئ ناوک فگن نہین دیتے

ہوا اُنکی زلف سے کیا زخم دلکو چشم امید
لگا پھلے کو وہ مشک ختن نہین دیتے

پڑے ہین دامن کہسار و دامنِ صحرا
ترے شہید کو دو گز کفن نہین دیتے

زبان حلاوتِ الفت کا لے مزہ کہ نہ لے
لب اپنے حد سے گذر نے سخن نہین دیتے

پلایا زہر دکھایا ہے مے کا پیمانہ
یہ دھوکے اے بتِ پیمان شکن نہین دیتے

سنبھال ناخنِ وحشت کو اب تو دستِ جنون
کہ سینے پہ مرا چاکِ کفن نہین دیتے

گلون سے بن چکے جب دونو ہاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہین دیتے

اے صنم ہجر مین ہم جیتے بھلا پتھر تھے
سینہ تھا ہاتھ تھا سر اپنا تھا یا پتھر تھے

وہ بھی دن یاد ہین جب کوے صنم مین اے دل
بستر خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر تھے

دلِ مجروح نے جو کھائے جنون مین پتھر
اسکو وہ سنگِ جراحت سے سوا پتھر تھے

پوچھا اُس بت نے تو نکلی نہ زبان سے اک بات
حضرتِ دل وہان کیا بار خدا پتھر تھے

جن دلون نے ہے کیا چور مرا شیشۂ دل
اے بتو دل تو نہ تھے وہ بخدا پتھر تھے

عمر بھر کھاتا رہا سر و قد و نکے دشنام
اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر تھے

کون ہمدم شبِ غربت مین تھا بیکس کا ترے
یا تو سناٹا تھا یا دیتے صدا پتھر تھے

تھے دلِ سنگ مین جبتک تو رہے قطرۂ خون
تاجِ شاہی مین لگے لعل تو کیا پتھر تھے

خاک اُس زیست پہ جب سنگِ در اُسکے نہ ہوئے
مر کے ہم خاک مین جیتے تھے تو کیا پتھر تھے

میرے نالون نے تو پتھر سے بہائے چشمے
اے بتو تم ہی پسیجے نہ ذرا پتھر تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف
آئنہ خاک تھی اور سنگ صفا پتھر تھے

دل کے مفلس جو تونگر تھے تو کیا پتھر تھے
اب تو کنکر ہین جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

مر کے گر خاک مین تو جاتی یہ پتھر ہی دھرا
کھاتے گلیون مین جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے

تاجِ شاہی مین جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا
اور دھرے گر ترے در پر تھے تو کیا پتھر تھے

کہہ نہ بتخانہ میں اے شیخ بتوں کو دل سنگ
دہان تیرے کعبہ کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے

کدنا رویا ہوں ولیکن نہ پسیجے وہ سنگ
سنگدل گر نہ ستمگر تھے تو کیا پتھر تھے

ساقیا خاک ہے گر شیشۂ دل میرا تو کیا
اور بلور میں ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل وہ رہے اے ذوق صد حق میں مرے
غیر کے حق میں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
وہیں معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی

سنگ پر سنگ ہر اک کوچہ میں کھائے تو سہی
پر بلا سے ترے دیوانے نے کھائے تو سہی

گر جنازہ پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری
شکوہ کیا کیجے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی

کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کہتا ہے
پائوں کا لوٹرگا انگوٹھے کو جمائے تو سہی

پارۂ مصحف دل تھے ترے کوچہ میں پڑے
آئے پائوں کے تلے شکر کہ پائے تو سہی

آکے غرفہ میں نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ
روزن در سے ذرا آنکھ لڑائے تو سہی

گہ گھٹاتا ہے گہے مہ کو بڑھاتا ہے فلک
پر شب ہجر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی

کردوں اک نالہ سے میں حشر میں برپا سو شور
شور محشر تجھے سوتے سے جگائے تو سہی

تھے تم ہی نکلے جو اس دام بلا سے اے ذوق
ورنہ تھے پیچ میں اس زلف کے آئے تو سہی

خیال دل میں پری نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہیں نہ آؤ ہمارے دلمیں تمہارا گھر ہے

یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت نہیں ہے یاں نام کو کدورت
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دلمیں تمہارا گھر ہے

خلل بنائے مکانکو پہنچے تو ہوگا نقصان مکین کو پہلے
مکان کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دلمیں تمہارا گھر ہے

غلط ہے تہمت ہے افترا ہے کہ ہم نے دل اور کو دیا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل مین تمہارا گھر ہے

گئی ہے رات اب بہت زیادہ کدھر کا کرتے ہو تم ارادہ
نہ گھر کے جانے کی اب سناؤ ہمارے دل مین تمہارا گھر ہے

تم اپنے رخ مین ہو گر رہے دن ہو زلف مین شب کے عقدے گن گن
ہزار دل سے ہمین بھلاؤ ہمارے دل مین تمہارا گھر ہے

مکان دیدہ پسند خاطر اگر نہین ہے کہ ہونگے ظاہر
تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل مین تمہارا گھر ہے

تم اسکو دو داغ مثل لالہ دیا کرو بیٹھکے اجالا
بگاڑ دو تم اسکو یا بناؤ ہمارے دل مین تمہارا گھر ہے

یہی زبان سے ہے ذوق کہتا تمہارا ہے دہیان اسمین رہتا
جدا مکان اور کیون بناؤ ہمارے دل مین تمہارا گھر ہے

زبان پیدا کرون جون آسیا سینہ مین پیکان سے
اڑا اے خوب گلچھرے نکل مجنون نے زندان سے
فلک کیا فتنہ سازی مین ہو ہمسر چشم فتان سے
چمکتی ہے سر مجنون پہ بجلی سنگ باران سے
یہان تک ناتوان ہین ہم گذر جائین اگر جان سے
اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے

دہن کا ذکر کیا یہان سر ہی غائب ہے گریبان سے
برستے پھول ہین سر پر شرار سنگ طفلان سے
گرا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اسکی مژگان سے
لگے گی ابر رحمت کی جھڑی اب چشم گریان سے
اٹھائے مور لاشہ کو ہمارے دست مژگان سے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوران سے

[illegible]

سب کو دنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لئے پھرتی ہے
پھر نا گرشتہ زمانہ مین بھلا کیون خورشید
ہوس گرمی بازار لئے پھرتی ہے

وہ مرے اختر طالع کی ہے واژگون گردش
کہ فلک کو بھی نگونسار لیئے پھرتی ہے

کردیا کیا ترے ابرو نے اشارا قاتل
کہ قضا ہاتھ مین تلوار لیئے پھرتی ہے

جا کے پھرتا نہ تھا اکبار جہان دان مجکو
بے قراری ہے کہ سو بار لیئے پھرتی ہے

کون وقت اے وائے گذرا جی کو گھبراتے ہوے
موت آتی ہے اجل کو یہان تک آتے ہوے

آتش خورشید سے اُٹھتا نہین دیکھا دھوان
آ کھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے

وہ نہ جاگے رات اور یان ضد سے بخت خفتہ کی
بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

چاک آتا ہے نظر پیراہن صبح بہار
کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آئے
جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے

فردوس مین ذکر اُس لب شیرین کا گر آئے
پانی دہن چشمۂ کوثر مین بھر آئے

بتخانہ مین گر آہ کرون عشق صنم سے
ناقوس کا دل آبلہ کیطرح بھر آئے

ممکن نہین کم ہووے تپ سوز محبت
جون شمع مجھے لاکھ پسینہ اگر آئے

نعل جب شکل مہ نو ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے

بوسہ کے مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے
ایسے کیا لعل لب غیرت گلشن کو لگے

آشیان ہو جیو مرغان ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
بے درد اگر دل بخدا بھی ہے تو کیا ہے

آزار محبت کا مزہ کیا کہون جس کی
ہے درد و دوا دیکھو دوا بھی ہے تو کیا ہے

سیراب نہو جس سے کوئی تشنۂ مقصود
اے ذوق جو دہ آب بقا بھی ہے تو کیا ہے

گر رُخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجئے
ہے وہ مثل کہ پھول نہیں پنکھڑی سہی

فرہاد ضرب تیشہ سے ہے سخت ضرب غم
سچ پوچھئے تو چوٹ ہمیں نے کڑی سہی

تم دو گھڑی کو آؤ تو ہیں لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی بیان دو گھڑی سہی

کیا وہ دنیا جس میں کوشش ہو نہ دین کے واسطے
واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کیواسطے

خون کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے
اے سکندر کس لیئے دو گز زمین کیواسطے

ذوق عاصی ہے پر اسکا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کیواسطے

سوزِ دل سے مرے نالے جو شرر بار ہوئے
مدعی جل گئے اچھا ہوا فی النار ہوئے

ٹکڑے اُڑ جائیں قفس کے تو اُڑینگے نہ کبھی
ہم ہیں صیاد کی اُلفت کے گرفتار ہوئے

چمن دل سے ہوئے کم نہ گُل لختِ جگر
وہ اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے

چھپا کے پھولوں میں منہ صبا سے جو مسکرائے سحر کلی ہے
تبسم اُس گل کا یاد کر کے عجب ہوئی دلکو بے کلی ہے
تپش دکھائی جو میں نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو روئے روشن تو شمع محفل میں کیا جلی ہے
بنائیو لِلّٰہ چوب صندل سے میرا تابوت اے عزیزو
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائینگے
آگے جائیں پیچھے جائیں جائینگے پر جائینگے

لیکے جب زیر زمین ہم دیدۂ تر جائینگے
خشک ہیں جتنے کنوین پانی سے سب بھر جائینگے

ابر رحمت ہے تجھے اسدم لگا دے تو جھڑی
کہتے ہین جانے کو وہ دیکھین تو کیونکر جائینگے

گر وہ ہے کھونا دل مضطر سے کسی کے
پانی تو پلا وارکے سر پر سے کسی کے
دل بس مین پڑا اُسکے کہ جو بس مین نہ آیا
جادو سے نہ ٹونے سے نہ منتر سے کسی کے
اللہ کرے یان ہمین پیوند زمین کا
جب دہل ہو بستر ترا بستر سے کسی کے

جو دل نہ کشمکشِ طرۂ دوتا مین پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا مین پڑے
ہوا سے سایۂ طوبے نہین ہے مستونکو
رہین گے تاک کے نیچے کہین ہوا مین پڑے
بتونکے وزد نظر سے ہے دل مرا نالان
یہ جور وہ ہین کہ جو خانۂ خدا مین پڑے

## متفرقات

ایک کلک آہ بس ہے شرح غم کے واسطے
کون تیرے واسطے ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغ ستم کے واسطے
پر لگا رکھتے ہین وہ جھوٹی قسم کے واسطے

تم بیٹھے بغل مین جو رقیبِ دغلی کی
کی گرم بغل ہم نے بھی گورِ بغلی کی
اے ذوق نکر نور مین آمیزشِ ظلمت
کیا کام تبرہ کو محبت مین علی کی

مقابل اُس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے
وہ دل مین رکھتا ہون آہ آتشین اے ذوق
کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

نہ ہمارے سینہ مین وہ آہ آتشین ہے ذوق

اسیری پر تری مرتا ہون اے قمری لڑکپن سے
جدا ان سے ہوئی گردن نہ اُترا طوق گردن سے

| مصرع اول | مصرع ثانی |
|---|---|
| مجھے گہوارہ بھی تھا کشتی طوفان زدہ آسا | رہا جوں طفلِ اشک آفت رسیدہ میں تو بچپن سے |
| یاں لگ چکے سب دین و دل و جاں ٹھکانے | اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے |
| کیا جانیے خبر لایا ہے کیا واں سے کہ قاصد | آتے نہیں تیرے نظر اوسان ٹھکانے |
| مرے حسنِ عمل سے معصیت بھی عار کرتی ہے | مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے |
| اگر انسان قانع ہو تو ہے اکسیر سے بہتر | ہوا و حرص لیکن اسکی مٹی خوار کرتی ہے |
| ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے | اسکو یقین کرنا گر ہو خدا کے بندے |
| مت بھول بندگی پر غرہ میں آکے بندے | زاہد سے تا بہ فاسق سب ہیں خدا کے بندے |
| ہم بتونکو اپنے جذبِ دل سے کھینچے جائینگے | پر بڑے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائینگے |
| دیکھیں تو کبتک نہیں کرتے ترے دل میں اثر | ہم بھی نالے اپنے جذبِ دل سے کھینچے جائینگے |
| کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے | ناصحو جاؤ نہ لپٹو کسی سودائی سے |
| کیونکہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگاؤں اے یار | چار آنکھیں ہوئیں تجھ قوت بینائی سے |
| کونسے دن نگہ تیز نہ خونریز رہی | مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی |
| آتشِ عشق تو ہے گلشنِ جنت کی ہوا | یاں مگر آتشِ دوزخ سے بھی کچھ تیز رہی |
| ہمکو کیا یاں راہ پر ہے کوئی یا گمراہ ہے | اپنی سب سے راہ ہے اور سب سے یاد اللہ ہے |

| | | |
|---|---|---|
| کیا بشر مانند یوسف کیا بشر ہاروت وار | | عشق کے ہاتھوں سے ہو جاتا اسیر چاہ ہے |
| عزیزو ناقۂ لیلی کے دیکھو گے شتر غمزے<br>کہاں ہم - اور کہاں غم سیکشو نکو غم سے کیا نسبت | | اگر مل جائیگی مجنوں کو خدمت ساربانی کی<br>مگر لے حضرتِ دل آپنے یہ مہربانی کی |
| رہے خاطر نہ بے شغل محبت کیونکہ بند اپنی<br>زمین کیا ہے فلک پاؤنکے نیچے سے نکلتی ہے | | کلیدِ قفلِ دل فریاد ہے مثلِ سپند اپنی<br>ہماری خاک پر دکھلا دو رفتارِ سمند اپنی |
| جو دل سے اپنے دمِ آتشیں نکل جائے<br>ستم نے سیم تنوں کے کیا ہے ناکہیں دم | | فلک کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے<br>الٰہی تن سے مرا دم کہیں نکل جائے |
| اُٹھانا عشق کی کیوں اے دلِ ناداں جوکھوں ہے | | ابھی تو مال جوکھوں ہے پہ آگے جان جوکھوں ہے |
| پیش اکرام سے ساری کرامت ہے یہی | | عادتِ بد ترک کر تو خرقِ عادت ہے یہی |
| پھرتے ہیں لکھے پڑھے سودے میں مال و جاہ کے | | طفلِ مکتب ہنستے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے |
| لحد کو چاہیئے یوں پر پشت خسم نکیے | | سرا کو جیسے تھکا اونٹ دسبدم دیکھے |
| بلا سے آشکارا ہو کسی سا قیا چوری | | خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری |

رہی اسطرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسناکی
شرابی کر کے توبہ جسطرح ہوجاے تریاکی

باتون کو نہ ہو حق کرا ے شیخ مناجاتی
سوتے ہوے چونکین گے رندان خراباتی

کیا ہم سخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے
غنچے سے یہ کہدو کہ چٹک جائے چمن سے

قطرہ قطرہ آنسو جسکے طوفان طوفان شدت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل جو پڑا ہے تودہ تودہ حسرت ہے

جسے ہم چاہتے ہین وہ بت گمراہ بھی چاہے
ہمارے دل نے تو چاہا مگر اللہ بھی چاہے

کل کے جو وصل کے عالم ہین نظر مین پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہین گھر مین پھرتے

ہم اور غیر یکجا دونون بہم نہ ہون گے
ہم ہونگے وہ نہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

جنون کے دست مبارک ہین پیرہن کو لگے
رہا بھی تار نہ باقی کہ جو کفن کو لگے

لاشے کو دفن کیجئے میرے کہ پھینکدیجئے
مردہ بدست زندہ جو چاہئے سو کیجے

معلوم ہوا چین و ابروے بتان سے
اک تیر ہے گویا کہ چڑھا ہے دو کمان سے

ڈسا ہو کالے نے جسکو کافر تو وہ فسون کے اثر سے کھیلے
وہان دو گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

| | |
|---|---|
| بیقراری کا سبب ہر کام کی اُمید ہے | نا اُمیدی سے مگر آرام کی امید ہے |
| اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے | لگا یا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے |
| باقی ہے دل مین شیخ کے حسرت گناہ کی | کالا کریگا منھ بھی جو ڈارھی سیاہ کی |
| عیان ہے اشک کی گرمی ہویدا سوزش دل ہے | کہ آتا اپنا اشک سوختہ مانندِ فلفل ہے |
| درد دل سے لوٹتا ہون پر اُسکو درد ہے | مین ہون نقطہ ورد جس پہلو سے دیکھو درد ہے |
| دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے | ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے |
| جو کہو گے تم کہینگے ہم بھی ہان یونہی سہی | آپ کی یونہی خوشی ہے مہربان یونہی سہی |

جس در پہ یہ غل تھے کہ آتی کان پڑی آواز نہ تھی
عقل سحر اُس در پہ بھی حیران کھڑی آواز نہ تھی

راز درون خم سے کسے اس پردہ مین آگاہی ہے
یون تو ہر ایک زعم مین اپنے افلاطون الہی ہے

وہ لعل شیرین کسی کے دل کی الٰہی کیا ہو گیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد دل سے مرے کلیجہ مین ہو رہا ہے

| | |
|---|---|
| کتنے مفلس ہوگئے کتنے تونگر ہوگئے | خاک مین جب مل گئے دونون برابر ہوگئے |
| اب ہے جا زیر مغیلان ترے دیوانون کی | مدتون چھان چکے خاک بیابانون کی |
| الفت کا نشہ جب کوئی مرجائے تو جائے | یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے |
| رات جون شمع کٹی ہمکو جو روتے روتے | بہ گئے اشکون مین ہم صبح کے ہوتے ہوتے |
| کوئی جو اُسکو پڑھکر عاشق کا خط سنائے | اک حرف مدعا پر سَو سَو بے نقط سنائے |
| لاشے کے ساتھ بھی نہ مری قبر تک چلے | ہوتے ہی اذن عام کے گھر کو کھسک چلے |
| نہین ہچکی ہچکی شام سے اکدم ٹھہرتی ہے | ترے بیمار غم کو موت شاید یاد کرتی ہے |

ناخن سے منقار کی میرے داغ جنون کو زاغ کھجائے
عشق یہ تیری فطرت ہے تو سر سہلائے بھیجا کھائے

| | |
|---|---|
| چاہئے زر ان بتانِ سیم تن کیواسطے | یان قلندر ہین نہین کوڑی کفن کیواسطے |
| پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے | ہر روش پر جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہے |
| ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی | ہوتی نہ محبت تو یہ آفت بھی نہ ہوتی |

| | |
|---|---|
| مصروف چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے | مرہم سی لگ رہی ہین زخم جگر کو میرے |
| مٹی سے اپنی مٹی جو تربت مین مل گئی | جو کچھ کہ تھی مراد محبت مین مل گئی |
| بدنہ بولے زیر گردون گر کوئی میری سنے | ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے |
| لاں کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے | میکدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے |
| کیا تاب دل جلون سے جو برق لاگ رکھے | دوزخ بھی ہو تو انکی جلپون پہ آگ رکھے |
| کرے کعبہ مین کیا جو سر بتخانہ سے آگہ ہے | یہان تو کوئی صورت بھی وہان اللہ ہی اللہ ہے |
| ہمیشہ کام مجنون کو رہا صحرا نوردی سے | بسایا خانۂ زنجیر رہنے پائے مردی سے |
| جنون سے میرے مجنون بھاگتا جیسے بگولا ہے | کہ مین صورت ہون وحشت کی وہ وحشی اک ہیولا ہے |
| خاک اڑاتا دشت مین جب تیرا سودائی پھرے | پھر بگولا تو ہے کیا آندھی بھی بولائی پھرے |
| جہان دنیا مین دیکھا سچ کے اوپر جھوٹ غالب ہے | کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے |
| ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے | کرکے مین ضبط ہنسی دیکھون ہون ناخن اپنے |

بیمارِ غم جو اُس کا کھا کر زمین دیکھے
خوش خوش وہ مقبرون کی جا کر زمین دیکھے

کرتے پر رکھنے مین صیاد یہ اغماض کہ ہائے
ملتی اس پر کفِ افسوس ہے مقراض کہ ہائے

وحشت اگر پتنگ کو ہووے گی داغ سے
زنجیر گڑھ کے ڈالینگے وہ دودِ چراغ سے

تری عمرِ دو روزہ غافل اک پتلی ہے دو کل کی
کہ ایک کل روزِ آخر کی ہے اک کل روزِ اوّل کی

دکھلانے کو نہین ہم مضطرب حالت ہی ایسی ہے
مثل ہے رو رہے ہو کیون کہا صورت ہی ایسی ہے

پہلے بتون کے عشق مین ایمان پر بنی
پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پر بنی

جو تیرے ناخنِ پا تیرا مائل دھو کے پی جاوے
تو اُسکے دست و پا پھر ماہِ کامل دھو کے پی جاوے

جسطرح ماہ سارے ستارون مین ایک ہے
یون میرا مہ جبین بھی ہزارون مین ایک ہے

آپ آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے
تیری خاطر سے اجل تجھ سے فراموش ہوئے

قسمتِ برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر
سو بھی آ کر تا سرِ مژگان حیا سے پھر گئی

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

| | |
|---|---|
| اب حال یہ ہے عالم پیری مین اے ظفر | باقی نہین حواس بھی گفت و شنود کے |
| کیا کہون اُس ابروے پیوستہ کے دل بستہین ہے | ایک طعمہ مچھلیان دو کشمکش آپسمین ہے |
| آبلے دکھلائے جب اس دل رنجور نے | دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے |
| اشک کے قطرے جو مژگان پر اکٹھے ہو گئے | خوشۂ انگور کے بھی دانت کھٹے ہو گئے |

## قطعہ

| | |
|---|---|
| کہون کیا ذوق احوال شب ہجر | کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے |
| نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر | مرے بخت سیہ کی تیرگی نے |
| تپ غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم | اور آتے تھے پسینون پر پسینے |
| یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے | کہ او بے مہر بد اختر کمینے |
| کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے | مری جانب سے تیرے دلمین کینے |
| سو اس ظلمت کے پردہ مین کئے ظلم | ارے ظالم تری کینہ وری نے |
| عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج | پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے |
| حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے | قرینے سے ہوئے سب بے قرینے |
| مری سینہ زنی کا شور سُنکر | پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے |
| اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا | مجھے بیتابی و بے طاقتی نے |
| کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سورہ | بہت الماس کے توڑے نگینے |
| نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ | بہت سی جان توڑی جان کنی نے |

بہت دیکھا نہ دیکھا یا ذرا بھی — طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے تجھے یہ ہجر کی رات — یقین سے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منہ میں آنسو — پڑھی لیسین سرہانے بیکسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی — لگا رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ ہے — اذان مسجد میں دی آکر کسی نے
بشارت مجکو صبح وصل کی دی — اذاں کے ساتھ ہیں دو فرحی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر — کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

موذن مرحبا بر وقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

کل ایک تارک دنیا سے میں نے پوچھا ذوق — کہ تو اٹھ کے ادھر سے ادھر ہوا پیوست
گذرتی ہوگی با آرام زندگی تیری — کہ تجھکو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی ہست
کہا یہ اُس نے کہ قید حیات میں انسان — کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو مست الست
اُٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان — کہ با فراغ کرے کنج عافیت میں نشست
چھٹا جو کوئی گرفتار بند سے دنیا کی — تو سلسلہ میں فقیری کے وہ ہوا پابست
رہا وہ خدمت مرشد کی قید میں برسوں — کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست
گر ایک عمر میں پہونچا مقام عالی پر — کہا یہ شوق نے ہو ہمت بلند نہ پست
جو دستگاہ تصرف میں بھی ہوئی اُس کو — تو ہر ارادہ ہوا اور بھی ہوں بالا دست
ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی — کہ نفس دشمن سرکش ہے اسکو دیجئے شکست
جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند — پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتوں میں گر ہے مست
نہیں ہے دام علائق سے مطلق آزادی — مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کرکے جست
کہا ہے خوب کسی نے یہ شعر برجستہ — کیا زبان سے نکل اُسکی جیسے تیر از شست

کہ کرد قطع تعلق کدام شد آزاد
بریدہ ز ہمہ باخدا گرفتار است

دیکھتے ہیں جلوہ گلہائے رنگارنگ ہم
آخرش ہوگا وہی اکدن خزاں کے ہاتھ سے
ہے غنیمت کوئی دم نظارۂ رنگِ بہار
در عدم بودیم و دیگر در عدم خواہیم رفت

مثل نرگس جب تلک ہے اس چمن میں چشم وا
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا
پھر کہاں یہ گلشن اور گل اور سبزہ یہ ہوا
این تماشائے جہان را مغتنم بینیم ما

## رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

اعلےٰ جو علیؑ کی ہے امامت کا مقام
جو لوگ صفِ اول میثاق میں تھے
رکھتے ہیں خبر اُس سے یہاں خاص و عام
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیا تھا امام

سبطین نبیؐ بیٹے حسنؑ اور حسینؑ
عینک ہے یہ تماشائے دو عالم کے لیئے
زہراؑ و علیؑ کے دونوں وہ نور العین
اے ذوق لگا آنکھ سے اُنکی نعلین

دل کو سر بازار جہاں کر نہ اُچاٹ
اے ذوق فلک کے جیب ہیں بارہ چھتے
جسطرح بنے سود و زیاں میں دن کاٹ
سودا ہو نہ کیوں زیر فلک بارہ باٹ

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے
سب کہتے تھے اُن کو آپ ایسے ایسے

| | |
|---|---|
| مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق | پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے |
| اے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا<br>جب تک تھا جوان تھا جوانِ بدمست | ایک دم نہ ترا صرفِ مناجات ہوا<br>اب پیر ہوا اسیرِ خرابات ہوا |
| آنکھ اُسکی نشہ مین جب گلابی ہوجائے<br>دکھلائے جو وہ نہ روئے کتابی اے ذوق | صوفی اُسے دیکھے تو شرابی ہوجائے<br>سب مدرسہ کافرِ کتابی ہوجائے |
| جن دانتون سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل<br>پیری مین کہان اب وہ جوانی کے مزے | اب درد سے ہین وہی رُلاتے ہِل ہِل<br>اے ذوق بڑھاپے سے ہے دانتا کِل کِل |
| اے ذوق فرشتے ہین یہ کہکر روتے<br>غفلت مین یہ رہتا ہے یہانتک ہشیار | اے کاش کہ انسان ہی ہم بھی ہوتے<br>شیطان کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے |
| ان آنکھونسے روئے لالہ گون بھی دیکھا<br>کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہم نے اے ذوق | اور پھر اُن کو ہر اشکِ خون بھی دیکھا<br>یون بھی دیکھا جہانمین وون بھی دیکھا |
| دنیا کے الم ذوق اُٹھا جاوینگے<br>جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے | ہم کیا کہین کیا آئے تھے کیا جاوینگے<br>اب جاوینگے اورون کو رُلا جاوینگے |
| دل جن کا ہے آہن کیطرح سخت وسیاہ | وہ لطفِ سخن سے نہین ہوتے آگاہ |

| | | |
|---|---|---|
| بد اصل کو کیا نام خدا کوئی بتائے | | بندوق کا طوطہ نہ کہے حق اللہ |
| اس جہل کا ہے ذوق ٹھکانا کچھ بھی<br>ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانینگے | | دانش نے کیا دل کو نہ دانا کچھ بھی<br>جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی |
| مشکل ہے بیان پائے خرد کا جمنا<br>ہم پیرو عشق و عشق اپنا ہادی | | اس وحشی رم دیدہ کو کیسا رسنا<br>جو عشق کہے ذوق کہو سلّمنا |
| کھلتا نہیں اے ذوق یہ ہم پر مضمون<br>کہئیے کسے حق یہ اور باطل یہ کسے | | ہر شخص جو مذہب کا ہے اپنے مفتون<br>کل حزب بما لدیہم فرحون |
| اے زاہدو تم سے کیا جھگڑ کر لون مین<br>میخوار و صنم پرست کہتے ہو مجھے | | غصّہ سے کرون کس لئے دلکو خون مین<br>تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہون مین ہون مین |
| دنیا سے ذوق رشتۂ الفت کو توڑ دے<br>پر ذوق تو نہ چھوڑے گا اس پیرہ زال کو | | جس سر کا ہے یہ بال اُسی سر مین جوڑ دے<br>یہ پیرہ زال گر تجھے چاہے تو چھوڑ دے |
| جنکو اسوقت مین اسلام کا دعوی ہے کمال<br>جیسے محفل مین ہنسانے کو مسلمانون پر | | غور سے دیکھا تو اے ذوق ہے اُنکا یہ حال<br>نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال |
| تو بھلا ہے تو برا ہو نہین سکتا اے ذوق | | ہے برا وہ ہی کہ جو تجکو برا جانتا ہے |

| | | |
|---|---|---|
| اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے | | کیون برا کہنے سے تو اُسکے برا مانتا ہے |
| قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق مین اے ذوق<br>جو کوئی آبلۂ پائے مور بھی ہے یہان | | گذرنا اس رہِ دشوار سے نہ آسان ہے<br>ترے ڈبونے کو وہ بھی تنورِ طوفان ہے |
| نذر دین نفس کس کو دنیا دار<br>سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق | | واہ کیا تیری کارسازی ہے<br>مالِ موذی نصیبِ غازی ہے |
| اے ذوق کریگا کوئی دنیا کیا ترک<br>کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا | | دنیا ہے بری بلا ارے کیا ترک<br>جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک |
| دل سے مین اپنے رسولِ عربی کا ہون غلام<br>مین حضوری مین رہون اُسکی نہ کسطرح مدام | | دل کہو جان کہو جانتے ہین اس بات کو سب<br>ہے یہ مشہور مثل مالِ عرب پیشِ عرب |
| ناصحا مجھکو ملامت تو نہ کر<br>بسکہ مجھ کو عشقبازی کا ہے ذوق | | کس طرح مین عشق سے بیزار ہون<br>کیا کرون مین ذوق سے ناچار ہون |
| اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا<br>آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک<br>تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید<br>وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ | | آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا<br>کشتیِ زر مین مہِ نو کی لگا کر سہرا<br>رخ پہ لڑ یہ ہے تیرے منور سہرا<br>دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا |

تا پئے اور بنی ہیں رہے اخلاص بہم / گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا

دھوم ہے گلشن آفاق میں اس سہرے کی / گائیں مرغان نوا سنج نہ کیونکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار / تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرائش / سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گوہر بھی نہیں صدکان گہر میں چھوڑا / تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سی ہے اترائی ہوئی باد بہار / اللہ اللہ رے پھولوں کا معطّر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے میں بدھی / کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک / کھولدے منھ کو جو تو منھ سے اٹھا کر سہرا

کثرت تار نظر سے ہے تماشائیوں کے / دم نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُر خوش آب مضامین سے بنا کر لایا / واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو انکو / دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

## مثنوی

چاہئے نام اُسی کا اے خامہ / زینت نامہ زیب سر نامہ

ہے فلک اک نمونہ قدرت کا / یا قلمدان ہزار صنعت کا

رخ قرطاس کو صفائی دی / اور سیاہی کو روشنائی دی

دیا قمری کو مصرعہ بالا / مصرعہ قد سرو بہ بالا

کی عطا نو خطوں کو کلک ادا / کیا عاشق کو تختہ مشق جفا

نمک افشان ہے عشق شور انگیز / زخم دل کرتے ہیں بریز بریز

نقش ہے سبزہ لب جو کا / وسمہ قوس قزح کے ابرو کا

آئے گلشن میں فصل گل سو بار / بلبلیں ہوں ترانہ سنج ہزار

ساقیا جلد اُٹھ درنگ نہ کر
عرصہ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر

طاق سے تو اُتار لے شیشہ
طاق پر رکھ کتاب اندیشہ

شیشۂ مے کی یہ دراز زبان
اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہان

مین ہون مانند ساغر لبریز
جان بلب جان بلب کو کیا پرہیز

جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے
پانؤن توبہ کے لڑکھڑانے لگے

ق

کردے یانتک مجھے نشہ مین چور
تاکہ مانند خوشۂ انگور

دل کے سارے پھپھولے پھوڑون مین
نکتہ باقی نہ کوئی چھوڑون مین

شب ہجران بسر نہین ہوتی
نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

بستر رنج و کنج تنہائی
رات کیا آئی اک بلا آئی

شام سے حال ہے یہ صبح تلک
نہین لگتی مری پلک سے پلک

کیون نہین بولتے سحر کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیا سیندور

گر لکھون خط مین بیقراری دل
نامہ بر ہو کبوتر بسمل

مضطرب اب جو ہو رہا دل ہے
دل ہے یا مرغ نیم بسمل ہے

دل کی واشد کی کیا کرون تدبیر
غنچۂ دل ہے غنچۂ تصویر

جان بیتاب جیسی بے کل برق
وہ بھی گرم رہ فنا کالبرق

نبضین چھوٹی ہوئین غشی طاری
ایک فرقت ہزار بیماری

دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی
بیقراری نے استقامت کی

ہوس سیر باغ ہے کس کو
دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو

کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر
سگ دیوانہ بن گیا ہے گھر

اب ہو یک لخت دل کہ ہو صد لخت
تن بتقدیر سنگ آمد و سخت

ہو چکی دل کی اپنے عشق مین خیر
رہین دریا مین اور مگر سے بیر

در زلف و رخسار و کمر معشوق

ماہ بے مہر بلکہ دشمن مہر — ہر ستم مین شریک سپہر
برق کا وہ ذرا چمک جانا — اور بغل مین ترا دبک جانا
فتنۂ اُستاد نرگس فتّان — گرد مژگان ہجوم شاگردان
رخ تعالے و زلف صلّ علے — قد وہ سُبحانَ رَبِّیَ الاَعلٰی
زلف جنبان مین رخ کی بُرّاقی — کرے مشّائیون کو اشراقی
گو انا الحکم نہ منھ سے کہے — لیک جاری زبان ہر مو سے
مچھلی بازو کی یا ہے وو الفین — غرقہ کش بحر خون سے مردم عین
کمر و ناف از پے دل زار — رشتۂ کار و عقدۂ دشوار

رنگ پان لعل روح افزا پر
خون ثابت کرے مسیحا پر

قصیدہ نمبر ا

سحر جو گھر مین بشکل آئینہ تھا مین بیٹھا نزار و حیران
تو اک پری چہرہ حور طلعت بشکل بلقیس و ماہ کنعان
پری کی صورت چمن کی رنگت گر اسکا شیوہ تو اُسکا جلوہ
زبان شیرین بیان رنگین کلام رندان خرام مستان
انیس خلوت جلیس جلوہ حریف حکمت ظریف صحبت
بہ بزم یاران بدل بہاران باہل عزلت گلے بدامان
حسین بشکل و مہ منور عرق کے قطرے ہین اُس مین اختر
ہلال ابرو نگاہ جادو خدنگ مژگان و چشم فتان
بروے رنگین نگارستان شگوفہ خندان مگر نہ خندان
ہوے پیچان ہے عشق پیچان جو ہین پریشان تو دل پریشان

وہ گوش پر زیب کج کلاہی جو دیکھو بینی تو یا الٰہی
دہن مین غنچہ لبون مین گلبرگ و روئے روشن مین مہر تابان

نگاہ ساغر کش تماشا بیاض گردن صراحی آسا
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگین بخون جان

کمر نزاکت سے لچکی جائے کہ ہے نزاکت کا بار اُٹھائے
اور اُس پہ سو نور لہر کھائے پھر اُس پہ ہین دو قمر فروزان

وہ ران روشن وہ ساق سیمین وہ پا نازک حنا مین رنگین
وہ قد قیامت وہ فتنہ قامت دلون پہ شامت جو ہو خرامان

جو نام پوچھا کہا خوشی ہون جو وصف پوچھا تو دلربائی ہن
سبب جو پوچھا تو ہنسکے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے نادان

وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہان مین رشک جم و سکندر
جلوس جشن اُس کا ہے فلک پر اسی کے پرتو ہین ست سیاران

یہ سنتے ہی مین نے بالبداہت لکھا وہ مطلع شفق شباہت
کہ جسکو احسن کہے سخنور پڑھے بہ تحسین ہر اک سخندان

مطلع

شہنشاہا تیرے سر پہ دوران ہے چتر بنکے ہوتا قربان
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور ہین آج یکسر مطیع فرمان

وہ ہے ترا اختر ہمایون کہ ہوکے روشن چراغ گردون
مدام کانپے ہے شعلہ آسا بزیر فانوس چرخ گردان

سحاب ہمت جو در فشانی کرے بہنگام حکمرانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی ہوا پہ یکدست ابر نیسان

تری عدالت مین ہے یہ قدغن کمان کو دیکھے نہ ماہ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوق گردن کہ تا ہو دل مین بہت پشیمان
جو تیغ بران کو اپنی شاہا کرے علم بروز ہیجا
تو زیر دامان ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برقِ رخشان
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم مین اُڑکر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پران ترے مخالف کا طائر جان
ہے عید قربان مین تیری سیمون رکھا بزرگون نے شتر گردون
کہ کھائے گاو زمین نہ ہیبت کہین بزیر زمین ہو لرزان
رکھے گا فغفور چینی خانہ تو حکم دے آے شہ زمانہ
بنا صفاہان پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے دربان
تری سخاوت کا سن کے عالم امنڈ پڑا ہے تمام عالم
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم طلب سوال و بدست دامان
جو آئین جنبش مین لعل شیرین چمک ہو انکی کلام رنگین
تو حکم دیوے تو ہو وین آئین تو ہنسکے بولے تو گل ہو خندان
جو ہو سوار سمند تازی کرے تو میدان مین سب تازی
تو سمجھے دور فلک کو بازی بنائے گوئے و بدست چوگان
وہ تیرا ہے نیل کوہ پیکر کہ جسے یہ کہتے ہین سب نظر کر
فلک پہ و مدار ہین دو اختر و یا نمایان ہین اُس کے دندان
ترا جو وصف خجستہ شاہا لکھے قلم کو کہان ہے یارا
ثنا و دعا پر ہے ختم کرتا جو ذوق تیرا ہے تہنیت خوان
کہ روز تجکو خوشی ہو افزون حسود ہون سرنگون کو مجنون
یہ جشن ہو فرخ و ہمایون سدا بصد فر و شوکت و شان

## قصیدہ نمبر ۲

صبحِ سعادت نور ارادت تن بریاضت دل بہ تمنا
جلوۂ قدرت عالمِ وحدت چشمِ بصیرت محوِ تماشا

قصر رفیع و صحن وسیع طرز مسجع سطح مربع
باغِ ارم یا روضۂ رضوان خلد بریں یا جنتِ ماویٰ

مرغِ خوش الحان بر سرِ بستان ہر گلِ بستان خرم و خندان
گوش شقائق محو سرود و دیدۂ نرگس مستِ تمنا

لحن قماری شکل مسجع صوتِ عنادل دردِ مہلل
سرو بہ قامت نخل دعا و نکہتِ گل یا دم بہ مسیحا

فصلِ ربیع و موسم اودی معتدل اک جا گرمی و سردی
میل عناصر سوے طبایع ربطِ قویٰ با عالمِ اشیاء

چہرۂ گلشن آتش رخشان سرخی گل میں لعل بدخشان
سبزہ بہ شبنم رشکِ جواہر لالہ بہ ژالہ لولوے لالا

قلب کو فرحت روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت
جلوۂ ساقی نغمۂ مطرب نالہ بہ چنگ و نشہ بہ صہبا

خندۂ گل پر شاد ہر سر دھن پر لطف سخن پر
نغمۂ بلبل نالۂ صلصل قہقہہ قلقل بر لبِ مینا

غلغلہ اندر محفلِ مستان وجد میں خیلِ بادہ پرستان
نغمہ طرازان بار بد آسا چنگ نوازان مثلِ نگینا

جامِ بلوریں بامے لعلیں صبحِ بہار و گلشن رنگیں
پنبۂ مینا بر سرِ مینا اخترِ صبح و گنبدِ خضرا

ساقی ہوش مست شبانہ مطرب دلکش صرف ترانہ

مژدہ عید اقبال مجسم وقت سعید انوار سراپا

ایک بت ترسا بادل سنگین لعبت کافر باہمہ تمکین

صورت لات و شکل منات و رشک یعوق و غیرت عزےٰ

کان ملاحت بحر صباحت جوئے فصاحت گلشن راحت

شور مین لیلےٰ نور مین سلمیٰ لہجہ مین شیرین جلوہ مین عذرا

وہ لب میگون عارض گلگون وہ قد موزون چشم پرافسون

برگ گل تر لالۂ احمر سرو صنوبر نرگس شہلا

خال لب ہے نقطۂ مشکین یا ہے ہلال و چشمۂ شیرین

مردم دیدہ محو بدیدہ لالہ بداغ و دل بہ سویدا

فوج نظارہ جون رم آہو آہوئے کعبہ نرگس جادو

چین بہ جبین محراب بکعبہ طاق وہ ابرو مسجد اقصےٰ

چاہ زنخدان آب زلال اور اُسپہ تکلم چشمۂ شیرین

ناصیہ روشن جون کف موسیٰ زلف شکن در خط چلیپا

پان کی سرخی لب سے گلوتک دست و گریبان قوس قزح سے

دام برائے گردن عنقا چشم و چراغ دیدۂ حورا

بیت زلالی لب بہ تکلم فسر و خیالی رنگ تبسم

موئے میان جون معنی نازک تنگ دہان سربستہ معمّا

عارض گلگون چشم پرافسون سبزۂ تر سے طرز نظر سے

مایۂ ناز و غمزہ طراز و گلشن رازو راز بدلہا

فتنہ سراپا قہر سراسر سست وفا مین چست جفا مین شرم سے ڈوبا بحر حیا مین ناصیہ رو بر عالم بالا

رمز سے ہو کر صرف تکلم ناز سے ہو کر لب بہ تبسم

مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا تو بھی تو بول اے بلبل شیدا

مین نے پڑھا ایک مطلع روشن مدح مین تیرے جس سے ہو گلشن

روح مغرب سے اے شہ عالم غش ہو جریر او رشاد ہو اعشیٰ

اے شہ عالم و رہمہ عالم عالی اعلیٰ والی والا

لب بہ ستائش دل بہ نیایش جلوہ طراز عرش معلیٰ

نفس خلافت از رہ رتبت تخت خلافت عرش بہ عظمت

تو ہے بہ حکم وجہ جو صورت وہ ہے بہ نفس رتبہ ہیولے

روح مجسم عقل مکرم نفس مقدس جسم مطہر

باتن صافی جان موافی پردہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبیٰ

علم حقیقی علم مجازی تیرے حلول ساری و طاری

اصل مبانی نقل معانی عقل کو تیرے عیش مہیا

سارے پڑھے اسماء الٰہی سب ہین موثر اے شہ اکبر

اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمیٰ

فہم مین لے کر صافی طینت رکھ کے نظر مین اوج قرینت

عرق حیا ہین زمزم و کوثر سر بہ زمین ہین سدرہ و طوبیٰ

خلق کریم و نفس نفیس و ابر مفیض و فائز رحمت

آب بقا و خاک شفا و نار خلیل و باد مسیحا

تو سر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی

تحت ترا ہے تا بہ ثریٰ اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا

حکم پہ حاضر نظم بہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرا

تجھ سے ہی قائم شام و سحر ہے تجھ ہی سے دائم تازہ و تر ہے

بار مراد و برگ نشاط و شاخ امید و نخل تمنا

تو بہ ریاست تو بہ فراست تو بہ مقالت تو بہ سیاست

فطرت لحیان فکر جماعت حسن بیاض و غصۂ حمرا

رو بہ رضا و لب بہ دعا و دست بہبت پا بہ اقامت

لب بہ ہدایت دل بہ درایت صرف بزہد و محو بہ تقویٰ

تو بہ حقیقت تو بہ طریقت تو بہ شریعت تو بہ ولایت

پاک سرشت و نیک نوشت و جسم مطہر قلب مصفّیٰ

رو بہ تحمل خو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلّم

رو کش یوسف ہمسر صالح ہمرہِ موسیٰ ہمدمِ عیسیٰ

تیری محافظ آیۂ کرسی تیری معاون آیتِ قدسی

زیبِ تمائم سورۂ یاسین حسنِ حزائم سورۂ طٰہٰ

جانبِ اعدا تو سر میدان کھینچ لے جب دمِ صارم بُرّاں

نعرہ ہو اُس کا اُقتُل اُقتُل مدیہ ہو اس کا نحنُ قتلنا

جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر

مہ ہو دوائے دیدۂ شپّر مہر ضیائے حیرتِ حربا

تو دمِ فرحت تو دمِ عشرت تو دمِ صولت بر سرِ دولت

ماہ بسرطان زہرہ بمیزان تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا

فہم ترا وہ عقل ارسطو بالغہ جس سے جوہرِ ثانی

عقل ترا دے درس فلاطون فلسفہ جس کی ابجد اولیٰ

حالِ دو عالم تجھ میں ہے پیدا اور ہے یہ نور کشف ہویدا غیر قیافہ غیر سر وہ غیر تفاؤل غیر بہ رویا

تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری

باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

فکر فرنگ و دانش یونان آگے ترے ہے طفل دبستان

تو ہے وہ باہر تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا

تیغ سے تیری پیکر دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو بہ جوشن

پیش حکیمان کب رہے ثابت عقل سے جز و لایتجزی

زینت لوح شوکت وشان تو زیب سر تو تیغ جہان تو

اسپ مزین جون گل طغرا اسپ مسجل جون خط امضا

حاتم دوران منذر نعمان رستم دستان شیر نیستان

تو بہ سخاوت تو بہ عنایت تو دم جرأت تو سر ہیجا

حسن ادا مین نکتہ موزون طرز بیان مین گوہر مکنون

شغل وعمل مین نظم مسجع حرف سخن مین نثر مقفی

تیرا ہے توسن سایہ ذوالمن بر سر جستن وردم رفتن

برق جہان و آب روان وشعلۂ آتش موجۂ دریا

باد بوقت تیز روانی ابر بوقت قطرہ فشانی

جب تو اڑا دے کوہ و جبل پر جب تو چلے روان ہو جا بصحرا

یہان سے دو شعر رہ گئے

فیل ہے تیرا ابر بہاران پر بخیال بادہ گساران

ہووے درخشان برق بہ باران دے جو ہلا زنجیر مطلا

بحر بوسعت کوہ برفعت پر دگہ کوہ نور بہ ظلمت

اسپہ طلوع جلوۂ طلعت طرہ پہ گویا نور تجلے

پشت پہ اُسکی ہو دُرج زرّین قوس قزح سے مشک رنگین

تیرا طلوع اے خسرو خاور صبح شفق کر دے ہویدا

تھا جو سخن آغاز ثنا کے ختم سخن ہو حسن ادا سے

ذوق سخندان تیری دعا سے طرز سخن موزون ہو سراپا

دل ہے ترا انوار کا عالم بلکہ فروغ طور کا عالم

پیش نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا

ورد ملائک نام خدا ہے دیکھ زبان پر کس کی ثنا ہے

دل کہ سراپا دست دعا ہے دست دعا او دامن شبہا

تا کہ زمان منضم یہ زمین ہو دور مین چتر چرخ بریں ہو
شاہ کا عالم زیر نگین ہو سطح زمین ہو عالم بالا

## قصیدہ نمبر ۳

| | |
|---|---|
| خضر نصیب کی گر دنیا مین رہبری ہو | اور شاہ راہ دل پر چشم ہنر وری ہو |
| منظور ہر نظر مین تب شکل آئینہ ہون | روشن قلم سے میرے تاج سکندری ہو |
| تارہ کی طرح چمکے ذرہ مرے سخن کا | اور نام میرا روشن جون مہر و مشتری ہو |
| مین رستم معانی اور سیستان سخن ہے | دیتا جو زور قسمت دل کو تو نادری ہو |
| برگشتہ بخت اپنا گر آئے راستی پر | گردون بھی سرنگون پھر یہ دیکھ ہنروری ہو |
| یہ کہ رہا تھا مین جو یکبار عقل بولی | وہ بات کہہ کہ جسمین میری بھی دلبری ہو |
| تجھکو خبر نہین کیا ہے دور شاہ اکبر | رفعت سے پست جسکی شان سکندری ہو |
| ہے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہان مین | اور دل کا اُسکے مقصد خود بندہ پروری ہو |
| مثل سحاب جا کر باندھے ہوا فلک پر | جس پر کہ اُس کی چشم الطاف سرسری ہو |

دربار مین تو اُسکے ہو بہرہ یاب جاکر
بہروزی ہووے سیری اور تیری بہتری ہو

لیکن رہِ رسائی اُس وقت ہو گی روشن
جب خضر راہ تیری طبع سخنوری ہو

توبھی تو سوچ دل مین تیرے دُرِ سخن کا
اُسکے سوا جہان مین کون آج جوہری ہے

اُسکی نظر چڑھین گر یہ تابدار گوہر
پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری ہو

تب بحرِ فکر مین دل غواص ہو کے اُترا
معلوم تا کہ سب کو زورِ شناوری ہو

مطلع یہ ہاتھ آیا شہوارین کے موتی
شرمندہ جسکے آگے صد کانِ جوہری ہو

شاہا نظر کرم کی جس ذرہ پر فری ہو
وہ آسمان پہ جاکر خورشید خاوری ہو

دیکھی ہے چین ابرو آئینہ جبین ہین
کیونکر نہ تن مین اُسکے ہیبت سے تھرتھری ہو

کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے
گر بہر پاے بندی ایماءِ سرسری ہو

یہ آستانِ دولت ہے سجدہ گاہِ عالم
دل کو تری عقیدت اور ننگِ سروری ہو

دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی
دربان جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو

سورج مکھی کا تیرے اک پھول مہرِ انور
قربان چترِ دولت نہ چرخِ چنبری ہو

باغِ جہان مین نرگس لے کیون نہ جامِ زرین
جب ہر گدا کو دیتا اک ساغرِ زری ہو

دکھلائے آبداری جب تیغِ شعلہ دم کی
شیرون کے دلمین ٹھنڈا خونِ دلاوری ہو

کشتِ امل کو سرسبز آب گہر سے کردے
ابرِ کرم کی تیرے جب فیض گستری ہو

بیشہ مین معدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا
نوشیروان کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو

شیوہ ہو سون کا مہر کرم مین تیرے
تیری گدا اگری ہو کیون کیمیا گری ہو

گر آفتاب تیرا اڑالے کرن کو اپنی
تاجِ گدا کا جلوہ جون تاجِ قیصری ہو

تیری ثنا مین شاہا لکھتا ہون اب وہ مطلع
جس کی چمک سے کاغذ جون کاغذ زری ہو

پابوس نقشِ پا سے تیرے جو کنکری ہو
جاکر فلک پر اُسکو تارون سے برتری ہو

ابر کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا
کشت فلک مین پیدا سرسبزی تری ہو

سورج کی جو کرن ہے گردون سے لے زمین تک
مانند عشق پیچان پھر سر بسر ہری ہو

مریخ کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت
دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اس سے جانبری ہو

نعرہ سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ
دل پر دلاوری کے وہ تیغ حیدری ہو

تیرے سوا جہان مین کون آج ہے توانا
جو دل کے ناتوان کو دیتا توانگری ہو

جاروب کش ہے تیرے مشکوے خسروی کا
زیبا ہے ماہ کو گر فرمان مہتری ہو

خورشید نذر لائے جب افسر شعاع سے
منشور افسری پر توقیع خاوری ہو

ابروے تاج بخشی جس دم کرے اشارت
کشتی مین لے کے حاضر وہ افسر زری ہو

لائین پے سواری توسن کو جب سجا کر
صورت مین ہووے پتلی پرواز مین پری ہو

چلتا ہوا ہے افسون اڑتا ہوا چھلاوہ
پھر اس سے آگے بڑھکر کیا سحر سامری ہو

کیا برش قلم وان دکھلائے شہسواری
جب توسن تصور کھاتا سکندری ہو

خاک قدم ہو اس کی اہل نظر کو سونا
جو نقش سم ہے اس کا وہ مہر اکبری ہو

تو اس پہ بر سر زین جون رحل پر ادب سے
ام الکتاب لیکر جبریل نے دھری ہو

کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے موزون
کرتا نہ فیل گردون جس کی برابری ہو

اس طرح جلوہ گر ہے تو بر سر عماری
برج حمل مین جیسے خورشید خاوری ہو

چار آئنہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو
اور سر پر اسکے ٹوپی فولاد کی دھری ہو

پر جیسے آئنہ سے تیر نگاہ گذرے
یون غرق اس مین تیرے ہر تیر کی سری ہو

کیا سعد و نحس کا یان رہوے حساب باقی
جب چھائی آسمان پر فرخندہ اختری ہو

ختم ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر
تو مدعا پہ اس کے گر ملتفت ذری ہو

جو ہو ترا دعاگو گل رنگ ہو وہ کھل کر
بد خواہ اگر ہو خندان صد برگ جعفری ہو

ہو سیر بخت تیری گر اوج میمنت پر
رفتار بخت اعدا بر رجع قہقری ہو

## قصیدہ نمبر ۴

تا زبانِ زود ہر مین ہو فلسفی کا یہ کلام
ہے پئے افلاک لازم نفیِ خرق و التیام

تا خطِ محور پہ ہووے گرم گردش آفتاب
تا نہ قطبین فلک تک پہنچے دورِ صبح و شام

سبعہ سیارہ ہوں سائر تا سرِ سقفِ آسمان
ہو ثوابت کا سپہر ہشتمین بر از دوام

منجمد ہو کر میانِ طبقہ ہائے زمہریر
قطرہ افشان تا بخارِ ابر ہوں بن کر غمام

آبِ باران سے گذر کر تا منتشر ہو شعاع
انعکاسِ رنگ سے قوسِ قزح پائے نظام

تا حقیقت کے لئے لطفِ سخن ہووے مجاز
صنعتین پیدا ہوں اُس سے با مرام و بے مرام

تا کرین روشن معانی و بیان سحر بدیع
جن سے ایراد معانی ہو بہ تحسین الکلام

تا اَن و لَن کے اِذَن دین فعلِ مستقبل کو نصب
جازم فعلِ مضارع اِن و لَم لَمّا و لام

تا کہ علمِ شعر ہو داخل بہ اوزانِ بحور
تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائین انقسام

اور زحافون کا عمل لیکر ردیف و قافیہ
گہ عرب کا ہے عجم مین انکو دے موزون مقام

تا اطبّاء زمان کو ہووے علمِ طب کے ساتھ
غور نبض و فکرِ بحران فکرِ الوان قوام

تا حس و حکاک لازغ رخوہ و ثاقب ثقیل
جب تلک امراضِ مہلک کا اطبا مین نام

کلیات خمسہ ہوں منطق مین ایسا عوجبا
یعنی جنس و فصل و نوع و خاصہ و عرضِ عام

مادی و فاعلی علت کو تا صورت کے ساتھ
علتِ غائی پہ دیوین اہلِ دانش التزام

تا ریاضی و طبعی سے بر در فلسفہ
فیلسوفانِ جہان علم و عمل مین لیوین کام

تا کہ بیت سعد اکبر ہوں فلک پہ قوس و حوت
تا کہ جوزا اور حمل مین شمس کو ہو احتشام

سنبلہ کو تا منجم کہوے ہے شاید عقیم
تا کہ ہو دست و بغل جوزا فلک پر شاد کام

حکم ہو برجیس و کیوان کا روان برچین و زنگ
تا کہ تیر و ماہ روم و بلخ پر رکھین مقام

تا خراسان مہر کو بہرام کو ہو ملکِ ترک
ماوراء النہر پہ ناہید کو تا ہو قیام

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس
ارتفاع ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

تا زحل کے ساتھ شکل عقلہ و انکیس کو
زائچہ میں دیتے ہوں صاحب بل نسبت مدام

ہووے دائر عرصۂ برزخ میں تا بحث حکیم
ہوں مذاہب جبر اور تفویض میں اہل کلام

رد کریں تا دعوے رویت کو اہل اعتزال
اور ملاحد وسوسوں سے دین نبی کو اتہام

محو ہو جب تک کہ جوگی شغل استدراج میں
سینہ و سر میں رکھے مرغ نفس کو اپنے تھام

تا کہ سالک مسلک تقویٰ میں کرتا ہو سلوک
تا رہے مجذوب مست بادۂ غفلت مدام

تا وجود پاک سے ابدال اور اوتاد کے
انتظام اہل عالم ہووے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و تبریز سے
نغمہ ریز فارس آبادان کرے اپنے مقام

مدھم و پنچم کھرج گندھار و دھیوت اور نکھاد
نغمۂ ہندی کا ہووے سات سُر سے انتظام

تا کہ فروردی ابار و آب ایلول و اویل
ماہ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام

یارب اس کا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزون
دولت اس کی ہو کنیز اقبال ہو ادنیٰ غلام

کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دین پناہ
نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیکنام

زور دینداری سے جس کی ہے دکھاتی خود بخود
بیخ و بنیان ضلال و کفر شکل انہدام

کیا تعجب ہے اگر اُس کے بہار فیض سے
گلشن گیتی ہو رشک روضۂ دارالسلام

مرغزار عالم اُس کے فیض سے ہے بسکہ سبز
پائے ہے رنگ زمرد پارۂ سنگ رخام

کہکشاں سے لے عصا نقرئی پیر فلک
کرتا ہے وقت سواری شکل چاوش اہتمام

لے شمیم خلق اُس سے گر تو ہو جائے ابھی
طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام

گلشن مدح و ثنا سے اس کی اے گلچین فکر
لا گل مضمون تازہ جلد بہر استشمام

محترم یوں ذات عالی ہے بہ جمہور انام
حلقۂ تسبیح میں جوں سر برآوردہ امام

مائدہ اور من و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج
مطبخ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام

بہرہ در خورشید سے کوہ بدخشان ہے فقط — نیر اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام

غنچۂ تصویر کو بھی مثل گلہائے چمن — ہے نسیم لطف سے تیرے ہوائے ابتسام

ق

ہے ملا دستِ سخا کے ساتھ تجکو زورِ حکم — دستِ قسام ازل سے بسکہ وقتِ انقسام

فیض تیرا ہے کہ پائے خرقۂ ماہی درم — حکم تو دیوے تو رہوے زیرِ دریا تشنہ کام

دشمنِ بدبین کو آبِ خضر بھی زہرآب ہے — اور دمِ عیسیٰ گلے مین بُرّشِ آبِ حسام

پر ہوا خواہون کو تیری مرحمت سے حشر وا — فیضِ انفاسِ الٰہی ہین نفوسِ انتقام

دستِ صحت سے رگِ ہر سنگ کوہ و دشت مین — نبضِ سالم کی طرح جنبش دکھائیگی دوام

دین مریضون کو دمِ عیسیٰ تو یون نکلین وہان — قطرۂ ریزش گرین جسطرح سے وقتِ زکام

مستفید نور کب ہے شمس سے جرمِ قمر — نیر اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے وام

روبرو دستِ کرم کے ہوتی گرد و باد ہے — آبروے ابر گوہر بار اے ذوالاحترام

تو جھروکون مین جو بیٹھے آکے بہر عدل و داد — شیر و آہو گھاٹ پر جمنا کے ہون آپس مین رام

تا نہ آئے زخم عاشق کے دل ناکام پر — تیغ ابرو پر بتان دکھتے ہین وسمہ سے نیام

ق

اے فریدون تو جو کردے راہِ خونریزی کو بند — اور لبون سے جام کے چھلکے رحیق لالہ فام

شانۂ ضحاک کے مانند ایک ایک اسکی موج — مار پیچان بن کے ہووے متحد باخطِ جام

معجز انصاف سے تیرے سرِ دشت و جبل — ہر غزالہ ناقۂ صالح ہے گو پائے زمام

قصد صید اُس کا کرے کوئی معاذ اللہ اگر — ہو خدا کا قہر نازل اُس پہ بہر انتقام

آیا جب تیرے مقابل اے نہنگِ بحرِ رزم — شکل خرچنگ اُلٹے پاؤن ہٹ گیا دستان سام

گنجِ استقلال پر ہے قفل اگر تیری سپر — وقت پر شمشیر ہے مفتاحِ ابوابِ مہام

جون عصا حضرت موسیٰ سرِ دریائے نیل — نیزہ تیرا لشکر اعدا مین کرجاتا ہے کام

ہے خدنگ تیر تیرا یا ہوا پر ہے عقاب — دمبدم دیسے ہے قضا کا اُڑکے اعدا کو پیام

گر عدو سدِ سکندر کو کرے چار آئینہ — آگے تیری تیغ کے وصلی ہے پر کاغذ ہے خام

تیرے وصف ناوک اندازی پہ تیر انداز فکر
مطلع برجستہ کو ہے لکھ کے دینا انتظام

بر سر پرواز ہوں جب میرے شہباز سہام
جوشن جسم عدو میں ہووے دم محبوس دام

دست دہقان میں فلاخن شعلۂ جوالہ ہو
لیں ترے برق غضب کا کشت اعدا پر جو نام

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو
حال اہل قاف وہ اے خسرو عالی مقام

وادی بطحا میں جیسے بر سر اصحاب فیل
معجز طیراً ابابیل آیا وقت انہزام

جنبش خامہ سے میرے سرد ہو برق جہان
گر کروں شاہا رقم وصف سمند تیز گام

ترک تازی میں پڑی تھی اسکی شوخی پر نظر
ابلق چشم بتان کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ غبرا پہ کھائے نقطۂ رمال رشک
دیکھے نقش سم جو اُس کا جلوہ گر وقت خرام

سرعت طی منازل کا لکھوں گر اسکے وصف
حال مستقبل کا داخل فعل ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگان میں جب اسکو بوقت معرکہ
لائے جولانی میں دیکر جنبش دست لگام

گاہ سرپٹ گہ اُڑان اور گاہ بیٹھا پوئیہ
گاہ دلکی اپیہ اور گاہ جائے شاہ گام

اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر
اس طرح اڑ جائے جوں مرغ نظر بالائے بام

فیل کو تیرے شب یلدا تو کہتا ہے جہان
پر جو ہے نقش قدم اسکا وہی ماہ تمام

یا سیہ خیمہ ہے لیلی کا دیا ہے تھم گئی
جان قیس تفتہ دل بنکر دھوان شکل غمام

حلقۂ زلف بتان کب کھائے یون پیچ و تاب
جب اُٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام

منزل توصیف کو کیونکر تری طے کر سکے
دم کہاں پیک خرد میں یہ خیال اسکا ہے خام

تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجکو با عیش و طرب عید صیام

جو کہ ہوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہیں
اور ہوا خواہوں کے دل ہو دیں ہمیشہ شاد کام

## قصیدہ نمبر ۵

صبحدم فکر جو تھا سیر فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اک آن میں مانند براق

چمک اس برق جہان کی ہو بیان کیا کہ اگر
اُفقِ طبع پہ دکھلاے فروغِ اشراق

شعلۂ رنگِ حنا کرکے اُڑا دیوے ابھی
قفسِ دل مین جو ہین بند طیورِ اشواق

رات مجھکو یہ فلک گرد وہان لیکے گیا
کہ عقولِ عقلا کی بھی جہان طاقت طاق

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوے مشائین
نورِ اشراق سے تھے ہوگئے سب اہلِ رواق

تھے سعادت سے جو سب برجِ فلک مالامال
بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و وثاق

تھی تعجب کی نہ جا بار جلالت سے ہو گر
حرکتِ چرخِ گرانبار کی قطبین پہ شاق

انجمِ ثابت و سیار سعادت سے بہم
یون نظر آئے کہ جون دست و بغلِ اہلِ وفاق

نجمِ ناہید لقب جس کا ہے رقاصِ فلک
تھا چپ و راست باہنگِ ہاے عشاق

بدر تھا پل مین قمر پل مین نظر آتا ہلال
خارستِ دائرہ داری مین تھا ہر رنگ سے طاق

اُسکا طنبور جو دیتا تھا سرون کو بہتات
جرمِ خورشید سے ہوتی تھین شعاعین اشراق

تیر گردون کا خوشی سے تھا جو دل لہرا اُٹھا
ہوکیے ترتیب ثریا کو باقسام ایاق

جلترنگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد مین تھے
لعبتانِ فلکی صورتِ اہلِ اذواق

نظر آجاتا تھا گر اخترِ دمدار کوئی
دیتا مریخ دمِ تیغ سے اُسکو الحاق

ہاتھ پر مارکے جو رنگ کا اک بھرتی سے
دم مین تھا اپنے طپنچہ پہ چڑھاتا چقماق

جو چلا پارۂ تن اُس کا سوئے عالمِ خاک
یہ اُڑا اُسپہ تڑاقا وہ اُڑا اُسپہ تڑاق

سعدِ اکبر کہ جسے کہتے ہین قاضیِ فلک
حسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربطِ وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پے دامادی
زالِ دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دیکے طلاق

چرخِ ہفتم پہ فلک ہے تو بطی الحرکت
عالمِ خاک مین پر ہے تگ و دو کا مشتاق

نفخِ تفریح سے پر باد ہے گردون کا شکم
لیکن اسوقت مین تنقیہ بہت اسکو ہے شاق

ہے جو ہر کوچہ مین آرائشِ نوبت خانہ
خالی آوازِ دمامہ سے نہو کوئی رواق

یون جو آراستہ افلاک پہ ہو بزمِ طرب
گلشنِ عیش و طرب کیون نہو بزمِ آفاق

آج وہ روزِ ہمایون ہے جسے کہتے ہین عید / بذلہ سنجی مین شگفتہ ہے دلِ اہلِ مذاق

بزمِ خسرو مین چل اے باربُدِ بزمِ سخن / سب یہ کہتے ہین کہ تو نکتہ سرائی مین ہے طاق

تیرا قانون ترے پاس خطِ مسطر ہے / چھیڑ وے زابل و تبریز و خراسان و عراق

تیرے نغمے ترے مضمون ہین بہ تشبیہِ قلم / دم کشی پر ہے سرِ دست کمر بستہ وچاق

زمزمے مدح کے لکھ اُسکی جسے کہتے ہین سب / نائبِ ختمِ رسل ظلِ خدائے خلاق

کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر / دستِ بخشش سے خجل جسکے ہے بحرِ آفاق

طبعِ نقّاد کی گر اُسکی رقم ہو توصیف / مہرہ اختر کا ہو اور ماہ سے آئے مہراق

نیرِ جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے / کاہش رشک سے رکھتا ہوس استدقاق

عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم مین لبریز / ہووے گر لخلخہ سا اُسکی نسیمِ اخلاق

خسرِ دارات کو تھا منزلِ دلمین میرے / کاروانِ شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق

اُنکے خرجینون سے چن چن کے مین لایا ہون متاع / مدحِ حاضر کے لیئے تیرے بصد استغراق

تو ہے وہ نسلِ خواقین بہ تبارِ آفاق / جسنے توران سے کیا ہند مین آکر قشلاق

گر ترا مہرِ طبیعت ہو بہ جوزائے غضب / زمہریر ازپے آرامِ جہان ہو ییلاق

گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینہ مین کبھی / رحمتِ عام نہو مایۂ ماءِ مُہراق

تر زبان وصف مین سب ہین ترے طفلانِ نبات / دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق

تیرے شیلانِ کرم پہ ہے زمانہ مہمان / مہ و انجم سے فلک پر ہین مہیا اطباق

گر سبق لین نہ ترے فلسفۂ حکمت سے / اہلِ یونان پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق

ہون نظر سے کبھی باہر نہ غوامض کے طیور / تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق

درکِ امراض کرین جبکہ انامل تیرے / نبض آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق

دیکھکر نجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع / مادرِ شب پسرِ مہ کو کرے شرم سے عاق

تو جو محرابِ عبادت مین رکھے سر بسجود / طاقِ مسجد مین جھکے آکے سرِ ہفتم طاق

پاس دین تیرا جو زنار کی جا ہے تبدیل
دوش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق

ہوگیا تیغ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو
دم نہ مارے گا ترے آگے حسود بقباق

رعب شمشیر ترا یون ہو سپر سے دہ چند
جیسے نقطہ سے کرین ایک کو دس اہل سیاق

ہو ترے فیض تکلم سے شفا عام تو ہو
زہر کی جا دہن مار مین پیدا تریاق

عدل نے تیرے شہا دفع یہ کی خونریزی
فصد کی منع اطبا نے پئے دفع خناق

اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم
ہم عدد جس سے نہ افراد کبھی ہون نہ سپہر قلماق

تیرے دربار جلالت کے جو ہین تیر غضب
کہکشان کو ہین سپر دوش لیے شکل چماق

اور ایک مطلع دلکش نے طبیعت سے مری
ہے ترے عدل کی تعریف مین پایا الصاق

اُٹھ گیا دہر سے ہر سے یہ ستیز و شقاق
زید سے عمر کے دلمین نہین باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبد بے در مین رہین گے محبوس
دم نہ مارینگے مگر گونج کے شور و شلتاق

گر لکھون وصف ترے اسپ جہانگرد کا مین
دے فلک از پئے پامال قلم ہفت اوراق

تن مین اس طرح سے ہے اسکے پھڑکتی شوخی
قفس تن مین ہو جون طائر جان عشاق

ماہی زیر زمین لوٹ کے ہوجائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق

وقت کو باندھ کے فتراک مین راکب اُسکا
چرخ پہ دائرے کھینچا کرے مانند نطاق

اُس فلک سیر کو گلگشت مین گر تو شاہا
جودت طبع کی جنبش کا چھوا دے مطراق

یون اُڑے سوئے فلک جیسے بتفریح مشام
بوئے گل جائے تنفس مین دم استنشاق

کیا لکھون وصف ترے فیل فلک پیکر کا
کہ گرانباری ہے اسکی تن البرز پہ شاق

عمر بھر مطبخ عالی مین رہا نعمت خوان
صفت اطعمہ پر خام رہا جون بسحٰق

ہین ستارون کی بھی آنکھیں انھین ہاتھو نکو لگی
نور ہمت کا زمانہ مین جو ہے عام انفاق

بر سر دشمن بدکیش بہنگام وغا
گر قشون ہووے جلوریز بدشت قبچاق

تو عجب کیا ہے کہ اُس کشورِ برفانی مین — شعلۂ تیغ شرربار ہو برقِ حرّاق

دل مرا ہو گیا اس وقت ہے وہ عالم نور — جس کی مشرق سے کرین نورِ معانی اشراق

کر دعا صدقِ ارادت سے کہ ہے وقتِ دُعا — کیون خموشی پہ کیا ذوقؔ زبان کو مشتاق

دوشِ گردون پہ ہو تا فرغلِ سنجاب غمام — سبزۂ تا خاک پہ ہو پیرہن استبراق

دخترِ رز کو بہ سرِ محفلِ اہلِ تقوے — جب تلک سینۂ مینا مین رہے دردِ فراق

تجھکو آفاق مین ہووے رمضان بھی مہِ عید — ہو ترے رویتِ دیدار پہ عیدِ آفاق

اور ترے نیّرِ اقبال کے آگے دشمن — یون رہے جیسے کہ ہو ماہ بایامِ محاق

صفحۂ دہر سے پھر گردشِ افلاک اُسے — حرفِ باطل کی طرح دیوے جہان سے اڑا ق

## قصیدہ نمبر ۶

گردش مین چشمِ مست کی ہو دل مرا گرہ — اور کھولے ہائے دانہ کی یون آسیا گرہ

سینہ مین دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لیئے — ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دلِ گرفتہ چمن مین نہ وا ہوا — غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل — ہے ایسی چشمِ تر سے ہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاک گریبان چمن مین آہ — اے سرو گل سے دے سرِ بندِ قبا گرہ

ہون وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجومِ اشک — ہوتا ہے شکلِ خوشۂ انگور آ گرہ

مین مجمعِ فنا مین ہون کیا وا نہ سینہ — کھولے ہے کار بستہ کی میری صدا گرہ

تصویرِ غنچہ ہون چمنِ روزگار مین — وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

مرقد پہ میرے طرّۂ شمشاد کی طرح — پھوٹے گی نخلِ شمع مین بھی جابجا گرہ

آیا ہون مین سرشت مین لیکر گرفتگی — ہو دینگے استخوان بہ گلوے ہما گرہ

رہویگا شکلِ دستِ حنا بستہ حشر تک
قاتل کے دست دل مین مرا خونبہا گرہ

گر مین گرفتہ دل ہون تو جون دانۂ انار
محفل مین ہوگا خندۂ دندان نما گرہ

مین عکس اپنا دون تو ہو موج ہر سے آئینہ
جون دام موج شکل خط بوریا گرہ

عکس دل فسردہ سے مینائے بزم مے
رہ جائے شکلِ دانۂ انگور کھا گرہ

یہ زہرِ غم چڑھا ہے کہ سبزہ بزیرِ زلف
سوجھے ہے یون کہ زہر کی تھی یہ بلا گرہ

مین دل گرفتہ آہ اگر کاروان مین ہون
حیرت سے اینٹھ کر ہو زبانِ درا گرہ

رہ یا مین شکل شیشہ کبھی کھول کر نہ دل
میرے گلو مین گریہ ہمیشہ رہا گرہ

دل بستگی کا اپنے قلمبند کرکے حال
بازو پہ مرغ دل کے اگر دون لگا گرہ

کھائین کبوتران گرہ باز کی طرح
سینہ سے انکے سرِ دوش ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہون کہ اگر نکلے پاس سے
جون غنچہ ہو رہون بہ جبینِ صبا گرہ

پھیلاؤن گر شمیم مضامین کو ہند مین
ہووے ختن مین نافۂ مشکِ خطا گرہ

رجعت سے نجم بد کی مری ماہی سپہر
خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ

پیدا ہون سو گرہ اگر اک دل سے کھولئے
جون کوکنار و لالہ و تخمِ حنا گرہ

گہنا نا ماہ رو کا ہے کہتا کہ دیکھیو
قینچی کی طرح کترے ہے چرخ دوتا گرہ

ق

آہین تو کھینچین سینۂ صد چاک سے بہت
کھلنی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن کا رشتہ بن کے کھنچا جنتری مین آہ
ہے زیر پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطرون سے خون دل کے ہون سو سو گرہ عیان
ایک آبلہ سے دل کے جو کھولون ذرا گرہ

یہ عقدہ مثل ابروئے خوبان کینہ جو
ہے ڈالتا بناخنِ عقدہ کشا گرہ

رمال قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو
انگلی سے پوری پوری مین اسکی جدا گرہ

ہر قطرۂ سرشک مرے روئے زرد پر
خاطر گرفتگی سے ہے جون کہربا گرہ

یارب وہ شانہ پاؤن کہان ہیچ دل سے آہ
دے کھول شکلِ عقدۂ زلفِ دوتا گرہ

وابستہ تار موے میان سے ہون شکلِ ناف
چشمِ کشادہ کار رکھے مجھسے کیا گرہ

نقطہ کی طرح مرکزِ گردش رہا صدا
مین تھا مگر بہ دائرۂ دیر پا گرہ

دل تھا گرہ خیال مین جو آکے عقل نے
یون کھولدی بناخنِ فکرِ رسا گرہ

اُس آفتاب پر تو نظر کر کہ جون تگرگ
پل بھر مین ایک زمانہ کی ہے کھولتا گرہ

وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کامِ دل سے ہے کی بارہا گرہ

گل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا
وہ کھولدے دلون کی بہ فضلِ خدا گرہ

لایا ہون بہر نذر مین وہ دُرِّ آب دار
ہو جسکو دیکھ آپ دُرِ بے بہا گرہ

جون برق لکھ کے مطلع برجستہ خامہ نے
مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

مہ طلعتون مین جسُن سے کی تو نے وا گرہ
کیون میرے دلمین خالی سویدا رہا گرہ

کھلجائے نامِ پاک سے اک آن مین ابھی
گر ہووے کوہ مروہ و کوہِ صفا گرہ

ہیبت سے تیرے نطق کے تبخالہ نکلے ہے
دعوے کے لب پہ آسخن مدعا گرہ

چاہے جو اُسکو آبِ فصاحت کرے روان
لکنت وہین زبان پہ دیوے لگا گرہ

تیرے سحابِ جود سے گلشن مین صبحدم
لے مشتِ زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ

گر دل خنک کی جان فروبستہ کھنچ کے ہو
ما بین کوہ قاف میان سُشتا گرہ

تو ناخنِ نگاہ سے مانند آفتاب
دے کھول دم مین دیکھ کے یہ ماجرا گرہ

کھولے ہین کاربستۂ عالم سے دانہ دار
تیری ہوائے لطف و سحاب عطا گرہ

دست گرہ کشا نے ہے باقی کہان رکھی
جز تکمہ ہاے پیرہن اغنیا گرہ

البتہ دل مین غنچۂ پیکان کے ہے ترے
جانب سے حاسدونکے صباح و مسا گرہ

یا جو تری کمان نگارین مین ہے نمود
وہ ابروے نگار پہ ہے خوشنما گرہ

اکدم مین تیرے ناخنِ شمشیر سے ہون وا
ہین سر جو حاسدون کے بروز وغا گرہ

تیرے فروغ نیر حشمت سے کیا عجب
گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکل سہا گرہ

اللہ رے تیری قوت بازو کہ مثل گوے
چوگان کے آگے کوہ کو ہے جانتا گرہ

تو چاہے گر تو دامن ساحل مین بحر کو
دونو طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ

پنجہ سے تیرے مہر کے گردون پہ ہر سحر
کھلجاتی ہے ستارون کی لا انتہا گرہ

منقار ماکیان کی طرح ناخن ہلال
ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ

لاے جو شعلہ حرف شرارت زبان پہ
تاثیر عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ

اللہ رے بیم عدل کہ خون زمانہ مین
دشنہ بھی رکھے کر کے جبین پر ابا گرہ

ق

زلفون کے دام جیسے حسینان نازنین
ہین ڈالدیتے دیکھ کے بسوے قفا گرہ

مار سیہ کے سر مین اسی طرح زہر مار
ہو ویگا مثل مہرۂ مار ایک جا گرہ

انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک
ہر سال کہکشان مین ہے دیتا لگا گرہ

توسن ترا زمین پہ جو کاوے کا ڈالے نقش
سمجھین کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ

جولان پہ اپنے آئے تو جون جنبش صبا
غنچون کی کھولے باغ مین وہ بادپا گرہ

دامان ابر تر پہ وہ پاتا ہے برق نام
اُسکا شرار نعل جو دے ہے اُڑا گرہ

گر اُسکی گرد سم سے بمیدان کارزار
ہو گردباد دامن صحرا مین کھا گرہ

لاے اُڑا کے تو اسے از شرق تا بغرب
کھلنے نہ پاے یان پہ جبین ہوا گرہ

رفعت پہ تیرے فیل کی طرح رسا نے رات
پھینکا کمند وہم کو جو کر کے وا گرہ

آیا نظر کہ صفحہ چشم زمانہ مین
اک نقطۂ مشک ناب کا ہے ہو رہا گرہ

ہے بسکہ رکھتا عقدہ کشائی کا دل مین شوق
دیکھا جو منکرین کہ ہین جا بجا گرہ

کرتا ہے آشنا اُسے دندان سے وہ فقط
اسواسطے کہ اُسکی بھی ہو دل کی وا گرہ

سلک دُر سخن مین دلا صبح تا بشام
جون سبحہ دیگا بیٹھا ہوا تا کجا گرہ

وا کر لب سوال بدرگاہ ذوالجلال
تا رہ نجاے سینہ مین دل کی دعا گرہ

غلطان بزیرِ گنبدِ گردون ہوا کرے
بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ

تا چرخِ واژگون پہ سرِ شاخِ کہکشان
ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ

میدان ہو تا سپہر کا اور گوے ماہ و مہر
اور دورسہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ

تا دل گرفتگی سے زمانہ کی بزم مین
ہر دم گلوے شیشہ مین ہو قہقہا گرہ

حبِ نبات کو پڑے در دو مریضِ عشق
تا دین نکال لب بتِ شیرین ادا گرہ

جب تک شمیم کاکلِ پیچان کے رشک سے
نافہ مین ہووے مشکِ ختن بے خطا گرہ

ہر سال تجکو جشن مبارک ہو خسروا
اور مشکلاتِ خلق کی ہون اُس سے وا گرہ

پر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جون حباب
ہرگز محیطِ دہر مین غیر از فنا گرہ

## قصیدہ نمبر ۷

قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار
تو اپنے نقش مٹا دین جہان کے جادوگار

سخنورون نے جو باندھے سخن کے ہین نیرنگ
زبان سے اُسکی ہے وابستہ اُنکے سب اسرار

سوار توسنِ دست روان پہ ہو کے یہ جب
کرے قلمروِ معنی کو دم مین باجگذار

جو شاخ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائرِ مضمون
تو اُڑ کے صورتِ شاہین کرے یہ اسکو شکار

زبانِ تیغِ نگہ سے لیا فسون شاید
کہ اس پہ اُڑ کے مضامین ہین کرتے جی کو نثار

ہین دست بستہ کھڑے چاہون باندھون جسکو
کہ لفظ و معنی و مضمون ہین بے شمار و قطار

ہے کرتی کام جہان جا کے اُسکی نوکِ زبان
قلم دبیرِ فلک کا ہے وان پڑا بیکار

سخن زبان پہ ہے اور ہے نگاہِ دل دل پر
کہ سو ہین دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار

سخن شناس انھین دیکھکر یہ کہتے ہین
کہ جو گہر ہے وہی اسمین ہے دُرِ شہوار

کرون مین اُسکو مگر کیا کہ مشتری نہ رہے
متاعِ بخت کو بیچون جو مین تو کس بازار

شراب ورد سے دل ہو گیا ہے مست ایسا
کہ شامِ روزِ جزا تک نہ جسکا اُترے خمار

بنائے ناوکِ تقدیر خاک تودہ جسے
بچا سکے اُسے کیا خاک بُلبُلے کا حصار

ہزار درد اسے بیدردی زمانہ دکھائے
زبان پہ لایا نہ لائیگا شکوہ یہ زنہار

ق

مین لایا سینہ مین تھا دل کی جا پہ آئینہ
کہ اہلِ دل اسے سمجھین گے مطلع الانوار

سو اُس کو توڑا ہے لوگون نے سنگ باران سے
مین کہتا تھا کہ گہربار ہون گے یا گلبار

صفا کا اُسکے اک ادنےٰ سا وصف یہ دیکھو
غبارِ غیر کی خاطر مین ہو تو اِسپہ ہے بار

مین آبگینہ کے آگے ہون آپ شرمندہ
کہ ایک بات سے پڑتے ہین بال اسمین ہزار

مگر تردد ایام کیون کرون اے چرخ
نہین رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار

لے آیا حسنِ مقدر اُس آستان پہ مجھے
کہ سجدہ کرتے ہین جھک جھک کے جسپہ لیل و نہار

سحابِ جود سے اُسکے زمانہ ہے گلشن
نہال ابرِ کرم اُسکے ہین صغار و کبار

یہ سن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے نادان
کچھ اُسکے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار

ہے اُسکے نام کا لینا بھی یون تو بے ادبی
کہ چشمہ پاس نہ دریا نہ ابرِ دریا بار

سو مین زبان کو گیا لے کے دھلنے دریا مین
مذاقِ آب گہر مین ہلا لیا کئی بار

اور اُسکے بعد ہون کہتا کہ نامِ پاک ہے وہ
جسے نمازون مین لیتے ہین سب پکار پکار

خدا کا سایہ ہے اور نائب رسولِ خدا
محمد اکبر و عالم نواز و عرش وقار

ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت
بدین پناہ و بدل دولت و برزخ انوار

خدا شناس و طریقت نما حقیقت بین
بدستِ جود ہے دریا بہ تمکنت کہسار

نہ حق وصف ہوا اُسکا ادا کبھی لب سے
زبان بھر سر مو آکے گر کرے گفتار

ہوا ہون لیکے مین حاضر یہ تہنیت کے پھول
کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار

سنا ہے آج اُسی شاہزادہ کی شادی
جہان مین جو ہے جہانگیر شاہ نیک اطوار

وہ شاہزادہ ہے پر ہے ابھی سے شاہ نشان
وہ شاہزادہ جوان ہے و لے کہن کردار

پڑھوں حضور میں اک مطلع دعائیہ — قبول جس سے دعائیں ہوں بر سر دربار

شہا دعا ہے خدا سے یہی مری ہر بار
کہ شادیاں ہوں شبستان میں تیرے لیل و نہار

شکوہ شادی شہزادہ کس زبان سے کہوں — کہ جوں شگاف قلم بند ہیں لب اظہار
جو لکھنے بیٹھا میں ساچق کا وصف آرائش — تو نکلا خامہ سے جو حرف تھا خط گلزار
یکایک اتریں پرستان سے آنکر پریاں — ہوئیں جو تخت ہوائی پہ ناچنے کو سوار
ہجوم عیش و طرب اسقدر زمیں پہ ہوا — دبیر چرخ سے بھی ہو سکا نہ اسکا شمار
یہ لعبتان فلک پر ہوا خوشی کا جوش — سہاگ گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار
شب برات کی وہ روشنی کہ صبح علے — ہو روز عید اگر آئے سامنے شب تار
جو ٹٹیوں پہ ہوئی روشنی تو شور اٹھا — فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار
دیا ہے لایا ارسطو طلسم یونان سے — کھلایا ست سکندر میں چین کا گلزار
لگے ستاروں کو جب آگ دینے آتشباز — تو بولے اہل نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار
یہ دینگے آگ کا دانہ جب اپنے موروں کو — تو آکے ہووینگے طاؤس خلد اپنے نثار
جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادر گنج — زمیں پہ سب کو نظر آئی آسمان کی بہار
ہمارے کانوں کے پردے تو اڑ گئے اسدم — پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار
پکارے سب کہ قواعد ہے فوج میں شاید — کہ فیر اڑ رہے ہر صف میں ہیں قطار قطار
عجب تماشا ہوا پتلیوں کو جب دی آگ — کہ ناچنے لگے ملکر ثوابت و سیار
ہوائی کہتی تھی جا کر شہاب ثاقب سے — کہ تو زیادہ ہے یا میں فزوں ہوں آتشبار
ہیں ابر طور سے برسے زمیں پہ نور کے پھول — زمیں تو تودۂ گل ہے گی آسمان گلبار
اب اس دعا پہ قصیدہ کو ختم کرتا ہے ذوق — کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار
پر اس ہوس کی ابھی چھٹ رہی ہے مشتاقی — قلم میں سال عروسی کا پھول دیوے بہار

اسی خیال مین تھا دیکھتا خدا کی طرف — کئے خموشیٔ فکرت نے وا لبِ گفتار
کہو سرِ لبِ لبستہ سے شادیِ فرزند — مبارک آپکو ہو اے شہ سپہر وقار

جو ہو وین اُسکے ہوا خواہ وہ رہین سرسبز
ہون اُسکے دشمنِ بدکیش خالدًا فی النار

## قصیدہ نمبر ۸

اُفقِ دلپہ مرے عیش و طرب دونون بہم — آج یون آئے سحر جیسے دو پیکر توام
ایک کا ایک سے وہ ربطِ سخن تھا گویا — دو لبِ یار ہین یا حضرتِ عیسےٰ ہمدم
روشِ ناز پہ ہمدوش تھے یون جیسے کبھی — لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم
یا تھے دو مصرعِ مربوط بہم دست دبغل — یا کہ پیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم
ملکے دو تارِ نظر ایک ہوے تھے دونون — یا وہ اک بینی کے دو پرے تھے باہم ہمدم
دونون پیچیدہ بہم ایسے تھے یہ مستی مین — کوئی مشاطہ بھی یون گوندھے نہ جعدِ پرخم
ایک معنی کے وہ لفظِ مترادف تھے دو — ایک مضمون کے دو فقرے تھے مگر مستحکم
تھے جڑے دو دُرِ شہوار کہ ہرگز نہ ملین — ابرِ نیسان سے گرین لاکھ اگر قطرۂ یم
ایسے تھے دونون وہ یکدل کہ دو قالب یکجان — یک زبان دونون وہ اسطرح کہ جون چاکِ قلم
آئے لپٹے ہوے یون عالمِ سرشاری مین — نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جون نالۂ بم
مین نے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا — تو یہ ہاتف نے کہا غیب سے ہو کر ملہم
کیا مضمون کے دلِ تنگ مین معنی ہون تنگ — جب ہے معلوم تو پھر بات رہے کیون مبہم
آج اُس شاہ کے فرزند کی ہے شادی بھی — کہ شجاعت مین وہ رستم ہے سخا مین حاتم
کون وہ ظلِ خدا شاہ محمد اکبر — جس کی ہمت سے ہون دریوزہ گر اربابِ ہمم

شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم
اس لئے عیش و طرب مثل قران السعدین
یمن اس عقد نے بخشا ہے جہان کو ایسا
آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر
و تیا سکلون مین ہے پیوند بدیہ الانتاج
بزم عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ

ہو سلامت روی اُسکی بسلامت منضم
متفق ہو کے پئے تہنیت آئے اُسدم
جو گرہ آج لگا ئین سو ہے لگتی محکم
دو درختون کو جو پیوند لگا ئین باہم
یہ قلم سمجھے نہ تہذیب نہ جانے سلم
پڑھتا یہ مطلع رنگین ہے وہ ہو کر خرم

ہے اُٹھا عیش کا طوفان بسر ساحل یم
زمزمہ موج کا بر ربط ہے ہوا ہے ہمدم

گٹکری کا سا ہے لچھا بہ گلوئے مینا
لوگے جس ساز خدا ساز کو آغوش مین آج
اثرِ نغمہ شیرین سے جہان بھول گیا
جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام
تار طنبور بنی آج رگ سنگ صفا
نہین کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس
دھوم اس شادی کی یہ ہے کہ منڈھے کیصوت
رقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا
شاخ گُل پہنے کلائی مین کلی کا کنگنا
عطر دامین گل نرگس وہ بلا ہے عطر سہاگ
بل بے تیاری پوشاک کہ ہے سرخ اطلس
یہ خیاطہ کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے
یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ جڑے ہے ہر صبح

ہچکیان قلقل مینا جو ہے لیتی پیہم
تار چھیڑو گے کھرج کا تو سنو گے پنچم
کہ سوا راگ کے سم کے ہے کوئی اور بھی سم
وجد مین آئین سنین آج گر آہوئے حرم
بے زبان زمزمہ سنجی کرے موج زمزم
تا کہ دکھلائی نہ دے صورت اہل ماتم
چھا گیا گلشن آفاق یہ ہے ابر کرم
کہ جوانان چمن آئین جو مل کر باہم
رز و جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم
سارے گل بھرنے لگین بلبل بیتاب کا دم
لایا اطلس جو لگانے تو یہان نکلی کم
شکم کرم بریشم ہی مین تار ریشم
وہ گلدگی پہ گل داؤدی کے ہیرے شبنم

اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ
جس کی انگلی مین پنھائیگا سلیمان خاتم

ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اُسکی ٹکور
گوش افلاک سے بھرتی ہے سوا گوش اصم

نئے قلیان کو بھی گر منھ سے لگاتا ہے کوئی
تو وہ بھرتی ہے ہم آوازی شہنائیکا دم

پہنچا یہ طنطنۂ کوس کا گردون پہ دماغ
کہ نہین رکھتا سر روے زمین اپنا قدم

آتی اس طرح سے پیہم ہے جلاجل کی صدا
کہ پریزاد ہے آتی کوئی کرتی چھم چھم

کہتا ہر دم ہے یہ نقارچی پیر فلک
کہ تھا مدت سے دمامہ کا مرے پھولا شکم

سارے ارمان نکالو نگا وہ اس شادی مین
اسکے سینہ سے جو نکلین گے آوازۂ بم

چوگھڑے روپے کے اور سونے کی ٹھلیان اُٹھین
صف بہ صف دیکھ کے اُنکو یہ پکارا عالم

ہے یہ سلک در شہوار بگوش بہجت
یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم

ہر سبوچے پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ
اپنے اُبھرے ہوئے پستان پہ چڑھا دے محرم

دیکھ نقلونکو سبوچون مین یہ حیران ہے خلق
کہ بھرے موتیون سے کیونکہ حباب لب یم

ایسے شیرین کہ اگر رکھے زبان پران کو
وصف شیرین سخنی ہائے زبان ابکم

کرون تحریر جو رنگت کو حنا بندی کی
شاخ گل مہندی ہو پھولون سے ابھی میرا قلم

ہوے روشن جو کنول شکل رخ آتشناک
تو لٹین اُنپہ دھوئین کی ہوئین زلفین پرخم

کاغذ زرد کے پھولونمین یہ گل کترے تھے
آ گیا تھا گل صد برگ کا پھر کر موسم

نخل آرائش اگر دیکھو تو ایسے دلکش
نوجوانان چمن جیسے بصد ناز و نغم

بیاہ کی شب وہ تجمل تھا کہ اللہ اللہ
کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردون ہر دم

سچ کہو کہتے ہو نظارہ جہانکا جب سے
کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تھین آنکھونکی قسم

دیکھے دولہ کے نہین دست حنا بستہ ابھی
ورنہ مٹھی کا ابھی غنچہ کے کھل جاتا بھرم

منھ پہ نوشاہ کے یون سہرۂ زرتار کی زیب
روے خورشید پہ جون خط شعاعی کی جھلم

ہوا شبدیز فلک سیر پہ دولہا جو سوار
روز نے صدقہ کیا اشہب و شب نے ادہم

وصف مین اُسکے پڑھون کیونکہ اک مطلع مین
مطلع
توسنِ طبع نے اب تیز نکالا ہے قلم

یار ہمدم نہین لیکن ہے وہ نسلِ آدم
ہے وہ اُس نسل مین جس اصل مین رخشِ رستم

مرزا کب ہے یہ آگاہ وہ صرصر رفتار
گذرے گر دو لمین توقف تو وہین جائے بھسم

ہے تو وہ حور شمائل نہین پر زادۂ حور
خوے آدم ہے و لیکن نہین نسلِ آدم

چادرین بھیجا مہتاب کی ہے بسکہ فلک
چاہئے اسکو زمین پر نہ گلیم و نہ گلم

نور کے قطرے فلک سے ہین زمین پر برسے
چھوٹتے گنج ستارون کے کہان ہین بہم

سر اُٹھایا یہ ہوائی نے ہے آخر کہ ہُوا
شعلہ اُسکا علمِ کاہکشان کا پرچم

ٹہنیان جھومی ہین اس رنگ سے نازانکی
جیسے رکھے ہون تراشے ہوئے جامِ سلیم

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا یل عشرت کے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانندِ خُم

نخل پھولا ہوا دم بھر مین نکل آتا ہے
ہے انارون مین اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹے گھن چکر اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ مین آیا جسے دیکھ کے گردون دژم

پھولین کیونکر نہ چمک کر گلِ آتشبازی
شاخ بھی گل کی قلم بنگئی شورے کی قلم

جھاڑ ابرک کے نہین چادرِ مہتاب کے ہین
جُز تلک لپٹے ہوے نخل گلستان ارم

شجرِ طور کا جون وادی ایمن مین ہو نور
شمع ابرک کے کنول مین ہے دکھاتی عالم

ہین جو سرگرمی شادی کے فتیلے روشن
تاب کیا خانۂ گیتی مین رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق بسرِ ہر انگشت
پنج شاخون کو کہو نخین نہ کبھی دستِ صنم

کھولا مصحف تو زبے ہین کہ سرِ لوح ورق
اسم اعظم تھا عیان خطِ شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم

ایسے شادی کے تجمل کو لکھے کیا کوئی
دھوم ہے جسکی گئی تا سرِ ہفتم طارم

جی مین ہے توسنِ خامہ کی عنان پھیر کے مین
مدحِ اکبر شہِ ثانی کرون پھر زیبِ رقم

جس کے باعث سے منور ہے چراغِ خورشید
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم

اُسکے دینداری کے نقارہ کی اللہ رے صدا
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے
انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

مدح میں اُسکی رقم کرتا ہوں ایک تازہ غزل
کہ غزل خوان ہے ہر ایک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابرِ سخا تو ہے وہ دریائے کرم
جس میں ہوں فلس کی جا کیسۂ ماہی پہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب
مشکِ سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم

پہنچی ہے روحِ عدو سہم کے ناوک سے ترے
مثلِ آہوئے رمیدہ سرِ صحرائے عدم

تیرا خنجر ہے مہنگ ایسا کہ غرق زہرآب
تیری شمشیر وہ اژدر ہے کہ ہے آتش دم

حق میں اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا
اور ترا جوہرِ شمشیر قضائے مبرم

توڑے دل شیشہ کا ہرگز نہ ترے عہد میں سنگ
رحم کھاوے کہ لیا اُسنے مرے گھر میں جنم

تیرے انصاف کا پرتو ہے جو عالم پہ محیط
تو نہ پایا ہے نہ پائینگے فروغ اہلِ ستم

روبروِ بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ
ڈالے روغن کی جگہ اُسمیں جو پیہ ضیغم

ق

گلشنِ مدح میں دے تیرے ترا ذوق لگا
خرمنِ گل کی جگہ تازہ مضامین کا اٹم

پر یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلالت کل پر
کہکے اک شمہ تری وصف کا آئینک شمیم

یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے
شادی وصلتِ فرزند بصد جاہ و حشم

ہوں شبستان میں ترے دست و بغل عیش و طرب
گھر میں حاسد کے دل آشوب رہیں محنت و غم

## قصیدہ نمبر ۹

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ نازِ بتان
نم تیغ اسکو غنیمت ہے کہ دیکھا لب نان

ہون وہ لب تشنہ کہ مین دامنِ دریا سمجھون
وہ خنک دل ہون کہ جسکے نفسِ سرد سے آہ
مین ہون وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردون
مین وہ مجنونِ جگر تفتہ ہون جسکے دمِ فصد
چشمِ سوزن سے نہ لو سلسلۂ زنجیر کا تم
ہون وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
ہون وہ تصویرِ سرِ صفحۂ عالم جس پہ
دل گرفتہ ہون وہ مین دہر مین مانندِ انار
ہون وہ فرسودۂ غم جسکے بچشمِ بینش
قطرہ شبنم کا ہو گُل پہ تو مری نظرون مین
مین وہ ہون کشت کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے
فلکِ سبز کے نیچے ہون مین تلوار کا کھیت
ہون وہ خود رفتہ کہ جون عمرِ تلف کردہ مجھے
ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیان ہون سرِ کو
ہون وہ سرگشتہ کہ گرساقی و ساغر جا ہون
اس گلستان کی روش پر گل بازی ہو تین
دل نے لیمو سے کیا رنگِ طلا کار روشن
مین وہ گردش زدۂ دہر ہون جسکا پسِ گ
مین وہ ہون بسملِ دل خون شدہ جسکے خون مین
اشکِ خونین ہے مرا آتشِ یاقوت ہمین
دل اُڑا جاتا ہے جل جل کے جو مین آگ مرا

برقِ پُر سوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ دامان
دم مین بخ بستہ ہو سرچشمۂ مہرِ رخشان
کہ اگر دل کو قرار آئے تو جگر مین ہو جان
ہر بنِ مو سے عوض خون کے نکلتا ہے دھوان
دلِ وحشت زدہ ہے لاغر و بے تاب و توان
دستگیر آکے عصائے مژہ مورِ چگان
مو قلم دو تو کرے کارِ سنان و پیکان
اک گرہ وا ہو تو صد گرہ ہو اندر دامان
کرتا سرو چمن دہر ہے کارِ سوہان
سنگِ حسرت ہو کہ رکھتا ہون بزیرِ دندان
اور اگر ہے تو ہے آغشتہ بزہرِ آبِ سنان
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جان
حشر تک ڈھونڈین تو ممکن نہین ہاتھ آئے نشان
اور ابھی پل مین جو دیکھو تو عیان ہون نہ نہان
حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقان
نہ ادھر ہون نہ اُدھر ہون نہ وہان ہون نہ یہان
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تابان
سنگِ تعویذ بھی جگر مین ہو مانندِ فسان
تیغِ قاتل روشِ کشتی دریا ہو روان
گرچہ ہون آب ولیکن ہون ہمیشہ سوزان
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہون پران

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات
کہ ہنسی لب مرا خندان ہے یہی ہے گریان

وہ سیہ بخت ہون مین خاک نے جس کی لکیر
ہے سیہ کر دیا آئینہ چرخِ گردان

مین وہ بیمار ہون مایوس شفا جسکے لیئے
دمِ عیسیٰ نے کیا کار نفوسِ ثعبان

اُٹھ سکا سر نہ مرا مزرعۂ گیتی مین ذرا
دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گران

شرحِ جانسوز سے میری نئے قلیان کیطرح
کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھوان

دل مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد
یون لگی کہنے کہ بے فائدہ کیون آہ و فغان

پھر تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو
دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احسان

وہ شہنشاہ کہ جشن اُسکا ہے افلاک کی سیر
سنتے ہے مہوش ہین تو کرتے ہین ستارے افشان

ماہِ گردون پہ ہے اور آ کے زمین پر مہتاب
کثرتِ عیش سے دریا مین ہے شب کے رقصان

سنکے یہ مژدۂ جان بخش ہر ایک کو یا تنک
شوقِ نظارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہان

دیکھتا ہون کہ سرِ شاخ غرہ کاسۂ چشم
رنجِ نظارگیان پر ہے بنا نرگس دان

آج عالم کا ہے دل شاد کہ جون عالمِ نور
جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شان

ماہِ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر
تاجِ شاہانِ زمان فخرِ سلاطینِ جہان

دیکھا ہے دولت و صولت کا جو اُسکے اقبال
وہ ہر سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کمان

مدحِ حاضر کے لیئے حاضرِ دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیِ ہند اور وہ ہے خاقانِ زمان

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہان
گر ہے کچھ وزن تو آ جائے بسوے میزان

تیرے جلوہ کی تجلی نے جو روشن کیا دل
ہو گیا شمع مرے سینہ مین تارِ رگِ جان

آستین اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم
ہر شکن سے ہو عیان لُجۂ بحرِ عمان

کیون نہ اربابِ ہمم ہون تری ہمت کے غلام
حق یہی ہے کہ الانسان عبید الاحسان

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لب کا سوال
کھولے کس منہ سے کہ کچھ بھی ہے رکھتا مرجان

سرخ روئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
شیر کے بال سے ہے تیر ترا سکو رگ پان

کانپتے ہیں پڑے ہیبت سے پلنگ و نہنگ
بحر و بر پر ہے تری تیغ کی برش یکسان

ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہ آب
سینے جوشن سے نیستان میں ہر اک شیر ژیان

تیغ ہندی تو کمر میں ہے پر ایک اک جوہر
رکھتا و زیر نگین ہے صفحات صفہان

کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے بہ پشت ماہی
جیسے ابروے بتان ہو تہ آئینہ عیان

ترے خنجر کو ملا شہپر قدرت سے ہے زور
مرغ دل سہنیوں سے جون زاغ و زغن ہیں پران

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیران

آتش قہر کی ہیبت سے تری نار سعیر
رکھتی شعلہ سے ہے انگشت بزیر دندان

گنبد چرخ ہوا کلبۂ پردود اُسے
روح کو سینۂ حاسد میں بجا ہے خفقان

تیرا فرمان تھا کہ فرمان بر دولت کے سوا
ہووے اک برگ نہ پیدا بہ گلستان جہان

ہووے یہ منکر اقبال ترے نا پیدا
کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گل نافرمان

ترے مہتاب کرم سے جو سر قلزم قہر
پر وہ نور میں اُبلا ہے تنور طوفان

عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب
آب آئینہ میں روشن ہے رخ برق شان

دل انگار کا ہے سودۂ الماس علاج
سنگ ہے سنگ جراحت بہ سر زخم جہان

تیری تاثیر محبت نے دیا ہے تریاک
ورنہ تھا زہر دلوں کو خط سبز خوبان

اُفق صبح سے کافور کا لیکر مرہم
رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتان

سرزنش عدل نے کی تیری یہاں تک معدوم
کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشان

بے علف ناقہ لیلیٰ ہے مگر قیس غریب
نہیں دیتا بہ ضیافت سر خار مژگان

خسروا تیری توانائی اقبال سے آج
ناتوانوں کو ہوئی دہر میں یہ تاب و توان

مور کا سلسلۂ نقش قدم گر ہو کہیں
اپنے حلقہ میں جکڑ لیتا ہے صد پیل دمان

آگیا جلوہ کے ترے پرتو خورشید سے گرد
آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرم کیوان

اس تصور میں جو ہے پیش نظر عالم نورا
اسکو اک مطلع موزوں میں ہوں کرتا میں بیان

گر تری ذات نہو کعبۂ اقبال جہان
آسمان ہووے نہ پھر پھر کے زمین کے قربان

ہوس ناصیہ سائی تری خورشید کو روز
سو کشان لاتی ہے در پہ ترے ہو سرگردان

مہرگان ہمت عالی کا جو بادل لاے
ایسے نیسان سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشان

جن کی شادابی گوہر کو اگر دیکھے تو دور
طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقان

آتش قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ
مشتعل ہووے اگر سوئے گلستان جہان

ہے یقین صورت نخل گل آتشبازی
نخل فوارہ بھی پانی میں رہے شعلہ فشان

ماجرا خامہ نے شیرین سخنی کا تیری
صورت موج میں دریا کے دیا تھا بزبان

سخن وا اہل سخن سب بسر ساحل تھے کھڑے
دونوں لب اُسکے حلاوت سے بہم تھے چسپان

وصف شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم
کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جون برق طپان

باندھوں کس طرح سے مضمون سواری ہیں آگے
تڑپ اُٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبع روان

قلم و حرف نہیں پیش نظر ہیں اس دم
سر حاسد سے ہے دل کھیلتا گوئے و چوگان

کیوں شائستگی اس بادیہ پیمائی میں کیا
تازیانہ ہے بجا اُسکو نہ درکار عنان

نہیں انسان ہے مگر کام میں انسان سے فزون
پر نہیں پردہ پری سے ہے زیادہ پران

خسروا سرعت رفتار ہو گر مد نظر
چلے ہو قاف سے تا قاف سراسر میدان

جلوہ گر خانۂ زین پر ہو پھر اس شان سے تو
بر سر دوش صبا جیسے نسیم ریحان

تازیانہ جو لگا دے تو نکلیں پر اُسکے
اور چمک کر کبھی اُڑ جائے وہ بجلی پران

ابھی گونجے کی صدا کو دے پھر کر نہ چلے
وہ کئی بار پھرے وان سے یہان یان سے وہان

کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا
آئے گو سوئے نظر جب تو عیان راجہ بیان

جھومتا جھامتا آتا ہے در دولت پر
کہتے ہیں ساقی طناز سے یون بادہ کشان

سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوشِ ہوا
خم بخم پہ آج چلے جام نہ آئے بریان

اس کی مسک پہ سپر اور وہ نگارِ خرطوم
کریں آنکھوں پہ رقم قوسِ قزح کا عنوان

اور اگر یہ نہیں مضمون تو کسی ہوش کی
زلف پر گل ہے دیا کا کل عنبر افشان

اُس کے دندان یہ نہیں غور سے دیکھا میں نے
کشورِ زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگان

کیا لکھوں آگے ترا وصف کہ منہ میں میرے
پاس آداب سے جوں شعلہ زبان ہے لرزان

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق
کہ زبان کو بس اب آگے نہیں یارا بیان

تجھکو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری بخت رہیں تیرے جوان

جو دعا گو ہیں ترے ان کی دعائیں ہوں قبول
صبحِ جشنِ طرب افزا میں ہو دائم خندان

اور برنگِ شبِ دیجور ترے سب بد خواہ
روسیہ محفلِ عالم میں ہوں جوں ماتمیان

خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزائے جہان
کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

حکم دے تو جو شہا واسطے قربانی کے
سعد ذابح بھی کرے ایسا چھری کو بُرّان

گاؤ گردوں نہ فقط خوف سے اُس دم کانپے
بلکہ ہو زیرِ زمیں گاوِ زمیں بھی لرزان

تو جو ہو حامیِ اسلام تو بُت خانہ میں
بت کرے قصدِ نماز اور کہے ناقوس اذان

نیّرِ جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز
مہرِ تابان کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہان

قطرہ افشان ہو اگر تیرا سحابِ ہمت
لیکے پنجہ میں گہر بحر سے نکلے مرجان

اور گہر بھی ہوں وہ خوش آب جنہیں دیکھ کے وو
درفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقان

نطقِ شیریں ترا وہ ہے کہ ثنا میں اُس کے
تر زبان موجۂ دریا ہو اگر ایک زبان

آبِ دریا میں ہو یہ جوشِ حلاوت پیدا
لبِ دریا بھی بہم ہو کے ہوں دونو چسپان

اسقدر تابعِ فرمان ہے زمانہ تیرا
نہ ہو گلشن میں بھی روئیدہ گل نافرمان

ہوکے سرسبز بہارانِ کرم سے تیرے
شاخ پر گل چمنِ دہر میں ہو شاخِ کمان

بلکہ حیرت کی نہین جاکہ سرِ شاخِ خدنگ
روشِ غنچۂ گل ہووے شگفتہ پیکان

وہ ترا زورِ حمایت ہے کہ جسکے باعث
ناتوانون کو بھی ہو دہر مین یہ تاب و توان

ہل سکین پھر نہ جگہ سے کبھی گر باندھ رکھین
ایک تارِ نگہِ مور سے سو پیلِ دمان

دیگِ مطبخ پہ ترے یہ فلکِ پر انجم
کیا عجب صورتِ سرپوش ہو گر قطرہ فشان

پیل تیرا گُلِ سوسن کا بڑا ہے انبار
گُلِ مہتاب کے گلدستہ ہین اُسکے دندان

اُسکی خرطوم کسی دلبرِ لیلےٰ وش کی
جعدِ مشکین ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشان

لکھون شوخی جو ترے توسنِ چالاک کی مین
جنبشِ خامہ بھی ہو موجِ دمِ برقِ جہان

وقت کاوے کے دمِ معرکہ راکب اُسکا
سرِ حاسد کو رکھے صورتِ گوے چوگان

دلمین ہین جوشِ مضامین تو نہایت لیکن
دل حوادث سے زمانہ کے ہے بیتاب و توان

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری
کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زبان

عیدِ اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سایہ مین جہان

## قصیدہ نمبر ۱۰

ہے ابرِ درفشان وہ چمن مین کمال کے
عاشق نہال کیون نہ ہون عاشق نہال کے

ہین دیدہ ور ستارون مین خورشید و ماہ اگر
روشن ہین دونون نور سے اسکے جمال کے

اُسکی نگہ سے گر جگرِ سنگ پاے رنگ
بھر جائین پل مین لعل سے دامن خیال کے

ہے جو اُسکے سامنے کشتی بکف گدا
پھرتا صدف ہے کھولے ہوئے لب سوال کے

ہین اُسکے در کے خاک نشینون کے دل غنی
خواہان وہ ملک کے ہین نہ جویان ہین مال کے

دنیا نے خاکساری اُسے دی ہے نذر مین
مٹی خمیر یہ ہی ہے گھر مین کلال کے

ہو اُسکا حلم عام جو بر منعِ انقطاع
رہ جاے ارّہ چوب پہ دندان نکال کے

دل جس کا اُس کے زورِ حمایت سے ہے قوی — وہ پیرِ زال سمجھے ہیں رستم کے زال کے
ہیبت جو اُسکی داوری حق میں کرے ظہور — جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے
اُسکی شمیم خلق معطر کرے جو گل — لے لیکے سونگھیں اہلِ چمن پھول ڈھال کے
خوشبو سے اُسکی فیض کے ہوتا ہے مشکبو — ہے وہ جو خون جام میں نافِ غزال کے
کیا تاب رات دن میں تغیر ہو بال بھر — وہ لاے گر زمانہ میں دن اعتدال کے
ہو شکر ثنا سے اگر اُس کی کامیاب — لب بند ہوویں طوطی شیریں مقال کے
طائر بھی اُسکے ذکر سے ہیں سرخ رو ہوئے — نکلے ہے پھر پھر صدا منہ سے لال کے
آب گہر میں ہووے روان کشتیِ گدا — دستِ کرم سے اُس شہِ دریا نوال کے
جی چاہتا ہے ہو کے مخاطب بیان کرون — اوصاف ایسے شاہِ کرامت خصال کے
اے سیدِ جلال کے خورشیدِ پر جلال — قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے
تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا تجھے — صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے
گردوں بھی پست ہو گئے ہو اخوب منفعل — رتبہ کو دیکھا جب ترے اوجِ کمال کے
انجم جبین میں ہیں کیتے منجم جہان کے — قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال کے
اے شاطرِ زمانہ تصدق ہو پیلِ چرخ — شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے
دیکھا جو تیرے فیض کو جاری تو رہ گیا — دریا بھی منہ بھنور کے گریبان میں ڈال کے
جس دل پہ تو نگاہ کرے اُسکے سامنے — جامِ جہاں نما ہے برابر سفال کے
ق ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جمال — روشن ہوا کمال سے قطبِ شمال کے
سنتے ہیں جان نثاروں سے جب تیرا ذکرِ خیر — گویا اذان کو سنتے ہیں منہ سے بلال کے
سر تا قدم ہیں شوق ترے طالبِ جمال — مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے
ساعت بقدرِ روز ہے اور روز ہفتہ وار — ہر ہفتہ ماہ و ماہ برابر ہے سال کے
بیتاب اس طرح ہیں ترے اشتیاق مند — جیسے طیورِ تازہ گرفتار جال کے

مرغ نظر کے ساتھ اڑا چاہتا ہے دل
مژگاں سے دونوں بازوؤں پر پر نکال کے

جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہر دم تری طرف
دھو دھو کے پاؤں پیچھے پیک خیال کے

شاہا یہ تیرا ذوق ہے امیدوار لطف
ہو حال پر نگاہ اس آشفتہ حال کے

تا جلد اسکا کوکب طالع پئے عروج
آجائے سمت اوج پہ گھر سے وبال کے

کر دے بہار نام سے اپنے اسے نہال
جھونکوں میں آگیا ہے سموم ملال کے

دنیا میں زندگی کرے آرام سے بسر
ایمان اسکے ساتھ ہو وقت انتقال کے

نکلے جو صبح حشر تو رنگ اسکا جوں شفق
ہو سرخ دوستی سے محمدؐ کی آل کے

## قصیدہ نمبر ۶

### در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

پیری میں پر ضرور ہے جام شراب ناب
پائے فروغ صبح نہ بے نور آفتاب

تائب نہ ہو تو اس سے کہ داڑھی ہوئی سفید
کر خوب سیکنی کہ یہ ہے سیر ماہتاب

ہے پیر دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر
یہ برف وہ نہیں جسے رکھیں نمد سے داب

ہستی کا اپنے کر نہ بھروسا حباب وار
تعمیر بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طناب

آئی ہے جب سے قالب خاکی میں تیری جان
غافل پئے سفر ہے اسی دن سے پا رکاب

جو دم مزے سے گذرے غنیمت سمجھ کہ روز
گردش ہے آسمان کو زمانہ کو انقلاب

ہر بازی فلک پہ تو نوروز روز کر
رکھ آفتاب گنجفہ پر سال کا حساب

حاصل ہے کیا ہنر سے دلا آئینہ کو دیکھ
جوہر سے دلمیں رکھتا ہے کس درجہ پیچ و تاب

گر ہو سکے تو خاک در میکدہ ہو تو
اس خاکداں میں تا نہ ہو مٹی تری خراب

آسودہ گان کنج خرابات کے لئے
جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب

یا تنگ ہین بدماغ نہ بولین گے منھ سے وہ / دیگا جواب نامہ نکیرین کو جواب

رکھتا ہے چرخ اہل سعادت کو بدمذاق / گذران ہے ہما کی سر روزی کلاب

دیکھے جہان کو دیدۂ عبرت سے تو اگر / جام جہان نما ہے ہر اک کاسۂ حباب

ساقی جو تجھکو عین عنایت سے جام دے / لے اور لگا کے آنکھون سے پی جا اسے شتاب

گر بے حساب جام پہ جام آئین تیرے ہاتھ / روز حساب تک تو پئے جا علی الحساب

مستی مین ایسا مطلع تازہ کوئی سنا / جامی بھی لکھے دل پہ جسے کرکے انتخاب

گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میرا آب / بیضون سے بلبلون کے ہو پیدا بط شراب

گلگون نشۂ مے گلگون پہ ہو مرا / پابوس آسمان روش حلقۂ رکاب

مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز / ٹپکے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب

بیہوشیون نہین ہین مری وہ گرم جوشیان / ہوتے ہین جس سے طائر ہوش و خرد خراب

جاگ اٹھین وہ جو خواب عدم مین ہین ہنوز / غفلت مین گر بلند ہو میری نفیر خواب

نہ پردۂ فلک کو اٹھاؤن اک آن مین / ہو جاؤن مین جو عالم مستی مین بے حجاب

ہو وہ صوابدید فلاطون مین خم نشین / کہہ بیٹھیون گر نشہ مین کوئی حرف ناصواب

یہ ذہن کو ہے عالم مستی مین روشنی / ہر خشت خم ہے حکمت اشراق کی کتاب

ہر روز بجام بادۂ روشن کا مجکو شغل / ہے مثل شغل آئینہ و شغل آفتاب

پرہیز میرا یہ ہے کہ تقوی سے ہے گریز / تقوی ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب

لیکن ہے ابر رحمت باری سے درفشان / دامان تر مرا در کشش دامن سحاب

مداح ہون مین اسکا کہ ہے جسکے دور مین / شیب زمانہ کے لئے کیفیت شباب

پیر فلک بنے ہے جوان سیاہ مست / ریش شعاع مہر پہ ہے ابر سے خضاب

مانند ناف آہو اگر جام مین ہو خون / اسکی شمیم فیض سے ہو جائے مشکناب

اُس شاہ کے نم کرم و بوئے خلق سے — ہر خار بن ہو ہمسرِ فوارۂ گلاب
وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسمِ پاک — ہے دُرجِ زمانہ کا یکتا دُرِ خوش آب
ظلِ الٰہ خسرو دیندار دین پناہ — شاہِ بلند جاہ و خدیوِ فلک جناب
تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر کہ ہے — گنجِ ہزار فتح کی مفتاحِ فتحِ باب
روشن دلی سے اُسکی عدو تیرہ بخت ہے — دزدِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب
ہو مغزِ جانِ کافرِ نعمت کے واسطے — مطبخ میں اُس کے پشۂ نمرود ہو ذباب
ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں — اُسمیں دمِ وفورِ عطا گرمیِ عتاب
کج خلقی اُسکی طبعِ رواں میں نہیں ذرا — دریائے موج زن کو ہزاروں ہیں پیچ و تاب
پڑھتا ہوں میں وہ مطلعِ روشن حضور میں — جسکا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نورِ مجسم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو ترے سایہ سے اکتساب

تلوار تیری ہے وہ غضب برقِ کفر سوز — ہے جسکی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب
جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا — سرکش کو لکھ کے حرف بحرف آیتِ عذاب
ق
اللہ رے پاسداریِ اسلام و پاسِ شرع — اللہ رے تیری مصلحت اللہ رے احتساب
انگورِ زخمِ دل پہ نہ بدخواہ کے بندھے — اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب
کیا ہی مے پرست ہو مانندِ چشمِ یار — مقدور کیا کرے قدحِ مے کا ارتکاب
بلکہ نہ لے دعا، قدح کا بھی منہ سے نام — بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب
شاہا تری حمایتِ دولت کے سایہ میں — گنجشک رشکِ باز ہے رشکِ ہما غراب
کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا — تمثیلِ عدل سے تری میزان میں آفتاب
خورشید شیرِ چرخ جو کھینچتا ہے تیغ — چاہے ہے شیرِ جنگ یہ تجھ سے مگر خطاب
کہئے تو تیرے نظمِ شیریں کو شہد کیا — یہ شربتِ خضر ہے شہا وہ قئے ذباب

ق

چالاکی ہے وہ توسنِ چالاک مین ترے  
شوخی ہے چشم یار مین عاشق مین اضطراب

کاوے مین یون وہ جیسے کہ طاؤس وقتِ رقص  
اُڑنے مین یون وہ جیسے کہ پرواز مین عقاب

چمکائے ایک ذرا سرِ میدان جو تو اُسے  
بے پر ہوا پہ جائے وہ جون ناوکِ شہاب

کرتا ہے یون ثنا کو دعا پر اب اختصار  
یارب دعائے ذوق ہو مقبول و مستجاب

تا عید وعید گاہ ہو اور خطبہ و نماز  
تا خطبہ و نماز سے منظور ہو ثواب

ہر سال تجکو عید ہو فرخ بعز و جاہ  
ناکام ہون عدو ترے اور دوست کامیاب

## قصیدہ نمبر ۱۲

### در مدح ابوظفر بہادر شاہ مرحوم

ساون مین دیا پھر مہِ شوال دکھائی  
برسات مین عید آئی قدح کش کی بن آئی

کرتا ہے ہلال ابروئے پُرخم سے اشارہ  
ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتی طلائی

ہے عکس فگن جامِ بلورین سے مےِ سُرخ  
کس رنگ سے ہون ہاتھ نہ میکش کے حنائی

کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے مین  
ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اُڑائی

یہ جوش ہے باران کا کہ افلاک کے نیچے  
ہوئے نہ تمیز کرۂ ناری و مائی

پہنچا کمکِ لشکرِ باران سے ہے یہ زور  
ہر نالہ کی ہے دشت مین دریا پہ چڑھائی

ہو قلزمِ عمّان پہ لبِ جو تبسم  
تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی

ہے کثرتِ باران سے ہوئی عام یہ سردی  
کافور کی تاثیر گئی جو زمین پائی

سردی حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک  
معشوق کا گر ہاتھ مین ہے دستِ حنائی

عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیرِ ہوا سے  
گردون پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی

کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم  
ہے مدرسہ مین بھی سبق صرف ہوائی

خالی نہین مے سے روش دانۂ انگور ‏— زاہد کا بھی ہر دانہ تسبیح ریائی

جو آئینہ دل ہے وہ عاشق کی بغل مین ‏— گویا کہ ہے مینائے مئے کاہ ربائی

کرتی ہے صبا آکے کبھی مشک فشانی ‏— کرتی ہے نسیم آکے کبھی لخلخہ سائی

تھا سوزنئے خار کا صحرا مین جہان فرش ‏— سبزہ نے وہان مخمل خوش رنگ بچھائی

آرائش گلشن کے لئے جامۂ رنگین ‏— زیبائش غنچہ کے لئے تنگ قبائی

ہے نرگس شہلا نے دیا آنکھ مین کاجل ‏— برگ گل سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوس و قزح وسمہ تو خورشید ‏— سرخی شفق سے کرے ریش اپنی حنائی

رخسارۂ گلچین کا ہے سرخی سے یہ عالم ‏— جون وقت غضب چہرۂ ترکان خطائی

کیا ساغر رنگین کو کیا جلد مہیا ‏— نرگس نے تو سرسون ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہین اک ساغر گل کی ‏— شاخ گل احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجاز نواسنجی مطرب سے چمن مین ‏— ہر خار کی ہے نوک زبان شعر نوائی

حیرت کی نہین جائے کہ دیوار چمن پر ‏— ہر طائر تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا ترے جلوہ سے ہے یہ عید کی رونق ‏— عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی

کہتے ہین مہ نو جسے ابرو نے وہ تیری ‏— کی آئینۂ چرخ مین ہے عکس نمائی

پرتو سے ترے جام مئے عیش سر بزم ‏— لے ساغر جمشید کرے کار روائی

ٹپکے لب ساغر سے وہ قطرہ کروی شکل ‏— ہو مثل فلک جس مین تماشائی خدائی

کیا علم سمائے ترا سینہ مین فلک کے ‏— دریا کی کہان ہوسکے کاسہ مین سمائی

پڑھتا ہون ترے سامنے وہ مطلع موزون ‏— احسنت کہین سن کے بہائی و سنائی

یون کرسئ زر پر ہے تری جلوہ نمائی ‏— جسطرح کہ مصحف ہو سر رحل طلائی

رکھتا ہے تو وہ دست سخا سامنے جسکے ‏— ہے بحر بھی کشتی بکف از بہر گدائی

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لا دے | رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہنمائی
تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر | دشمن کی ترے ہو نہ کبھی عقدہ کشائی
خورشید سے افزون ہو نشانِ سجدہ کا روشن | گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی
عکسِ رخِ روشن سے ترے جون یدِ بیضا | کرتا ہے کفِ آئنہ اعجاز نمائی
کرتا ہے تری نذر سدا النقدِ سعادت | ہے مشتری چرخ کی کیا نیک کمائی
اک مرغ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوڑے | گر سر ہوا ہووے ترا تیر ہوائی
ہر کوہ اگر کوہِ صفا ہو تو عجب کیا | ہو فیض رسان جب ترے باطن کی صفائی
ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگِ صنم مین | ہر بت مین کرے صورتِ حق جلوہ نمائی
ہر شعرِ غزل مین ترے معنی شفا مین | قربان غزل کے تری دیوان شفائی
مانع جو ہوا دستِ درازی کو ترا عدل | پروانہ کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی
زنجیر مین جوہر کے رہی تیغ ہمیشہ | خونریز کو ہو عہد مین ترے نہ رہائی
دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمونِ ثنا مین | ہے ذہن رسا کو یہ کہان اس کی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

## قصیدہ نمبر (۱۳) اکبر شاہ ثانی کی مدح مین ہے مگر نظر ثانی نہین پائی

شاہا جمال و حسن کا ترے لکھون مین وصف کیا | ظاہر مین تو ظلِ خدا باطن مین تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر بہجت فزا | روے مقدس کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا

صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

انوارِ عرفان سے ترا سینہ ہوا ایسا ہے صاف | جسکی پہنچتی روشنی ہے قاف سے لیتا بہ قاف

خورشید دسہ کو روبرو تیرے کہاں مقدور لاف — کرتے ہین وہ تو روز و شب اکر تیرے در کا طواف

اے قبلۂ روشن دلان اے کعبۂ اہل صفا

ہے تیری فرّہ فرہی فرّ فریدون کا نشان — نصفت کو تیری دیکھکر کسریٰ کی بھی ہو کسرِ شان

تو وہ سکندر قدر ہے اے فخر شاہان جہان — تیرے ضمیر پاک کو پہنچے ہے جام جم کہان

وہ جام ہے گیتی نما یہ آئینہ ہے حق نما

تیری بہار لطف سے ہر دشت ہے رشکِ چمن — پیدا ہون خار خشک مین گلہائے نسرین و سمن

تیرے سحاب فیض سے اے ظلِ ربِّ ذو المنن — جس جا کہ موجِ ریگ ہو بحر روان ہو موج زن

اور دامن ہر موج مین لاکھون ہون دُرِّ بے بہا

اللہ رے دریا دلی تیری دم جود و کرم — ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لیکر تا قدم

آگے تری بخشش کے ہے دریا کہین رتبے مین کم — تو بخشدے اک آن مین سو گنج دینار و درم

پیسہ بھی دے سکتا نہین وہ فلس ماہی کے سوا

جس پر عنایت ہو تری سکو نہین پروائے زر — جسکا کہ حامی تو ہو کیون اُسکی شکستہ ہو کمر

اللہ نے تجکو کیا بیچارہ گان کا چارہ گر — اے خسروِ والا گہر تیرے تلطف کی نظر

ہے مفلسون کو کیمیا ٹوٹے دلون کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسروِ والا نگاہ — اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ

جب تک زمین پر ہے فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ — فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ

بدخواہ تیرا ہو سدا رنج و الم مین مبتلا

## قصیدہ نمبر ۱

واہ واہ کیا معتدل ہے باغ عالم مین ہوا — مثل نبضِ صاحب صحت ہے ہر موجِ صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم باد بہار — بن گیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم زخم جگر
شاخِ لبِ شکستہ کو ہے باران قطرہ مومیا

ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغ سے پانے لگا نشو و نما

ہوگیا زائل مزاجِ دہر سے یانتک جنون
بید مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
برگ مین ہر نخل کی سرخی ہے جون برگِ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا مین کہین
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہین ہے کہربا

ہر مزاجِ بلغمی مین ہوتی ہے تولید خون
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا

نام کو اشیا مین نہ تلخی رہی نہ سمیت
بنگئی تریاک افیون زہر میٹھا ہوگیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
کیا عجب گر آبِ حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین
کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا

راحت و آرام کا اس دور مین ہے دور دورا
چاہیے واقف ہو دورانِ سر سے آسیا

سوتیا بند آنکھ مین اپنی جو رکھتی ہے صدف
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا

آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہین حرفِ دوا

نسخہ پر لکھنے نہین پاتا ہو الشافی طبیب
کہتا ہے بیمار بس کر مجکو بالکل ہے شفا

فرق چاہا یانتک اعضائے بدن کے درد نے
درد کے جو حرف ہین وہ آپ ہی ہین سب جدا

لاغرون کو ہو کمال تاب و طاقت یہ شباب
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب مین ہو بدر الدجا

صبح صادق کے ہے گو سر مین سفیدی آگئی
لیکن اس پیری مین بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اُسکو یک نفس فرصت نہو
قرص سے خورشید کی جب تک نہ کرلے ناشتا

رات بھر ٹوٹا کیا انجم کے دانہ چرخِ پیر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم مین کچھ نہ تھا

پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانہ مین
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکارین کرنا

کوس بھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
جون حباب اسکے نہین مطلق شکم مین امتلا

ہضم کامل اس قدر معدہ نے پہنچایا بہم
جید الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال — ساتون اقلیمین ہین گویا اب بخطِ استوا

رکھیگا تعویذ اور گنڈا کوئی کیون اپنے پاس — باغِ عالم مین یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو — پھینکدیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج — نام گلشن مین نہین ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو — جبکہ ہو اُسکی نوید غسلِ صحت جان فزا

وہ ولیعہدِ زمان مرزا محمد بو ظفر — اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنادے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہین برگِ زرد — ہون مقویٔ دل و جان مثلِ اوراقِ طلا

شادیٔ صحت سے اُسکے آج ہو کر شاد شاد — تہنیت خوانی مین ہین سرگرم سب مرغِ سرا

مین بھی اُس رشکِ چمن محفل مین وہ مطلع پڑھون — بلبلِ تصویر سنکر بول اُٹھے مرحبا

**مطلع**

آج ہے عالم مین وہ روزِ سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جان بخش صحت ہے ترا ماء الحیات — جس سے جون سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق — ذات ہے تیری جہان مین چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کے ترے — ہون دُرِ خوش آب پیدا اسقدر قوت فزا

ہو وین استعمال یاقوتی مین وہ موتی اگر — بخشتے پیرانِ کہن کو نوجوانون کے قوا

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جسدم وقتِ غسل — گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدوئے سنگدل کا تھا شقاوت سے جو سخت — زیرِ پا پامال ہوتا تھا بہ رنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لئے — دے گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِّ بے بہا

شادیٔ صحت کا تیری کیا کہون عالم کہ آج — جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم — بزم مین پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جون موجِ تبسم موجِ مے — شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزمِ تصویرات فانوس خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگان ہے زیر گردون جابجا

کر رہا صحنِ چمن ہی مین ہے کیا طاؤس رقص
آشیانہ مین ہے رقصان طائرِ قبلہ نما

خانہ ہاے چشم مین بھی پتلیون کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس مین ثریا و سُہا

صنعِ آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگِ پارس سے کہین بارود کو پیسا تھا کیا

ہوگئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گلریز سے
ریزۂ فولاد نکلے بنکے گلہاے طلا

گنج چھٹتے تھے ستارون کے عجب انداز سے
ماہ پارون کا تھا گویا خندۂ دندان نما

منہ سے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہمتاب ہو
غازہ سے ہرچند چمکے رنگِ روے مہ لقا

برج جو اڑکر ہوے قندیلِ شب زیرِ فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کردیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہین رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف مین
ذوق کہتا ہے اُٹھاکر ذوق مین دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیٔ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہون وہ رنج مین ہون مبتلا

## قصیدہ نمبر ۳

شب کو مین اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت
نشۂ علم مین سرمستِ غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت

ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو
تھا مرا ذہن نہ محتاج حصولِ صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربہ کی اتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجکو نتیجہ سے نہ تھا شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت

ذہن مین سب مرے حاضر صورِ علمیہ
پر جبانی مجھے منظور نہ تھی علمیت

چارہ و ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی | درس تدریس پہ آجاتی تھی مجکو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف میں صرف | کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویت
کبھی منطق کو تفوق یہ مرے ناطقہ سے | تحتِ حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحتِ حکمت
کبھی میں کرتا تھا تصریح و معانی و بیان | کبھی میں کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت
کبھی تقسیم فرائض کبھی تفہیم اصول | کبھی تعلیم عقائد بہ کتاب و سنت
کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا | کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت
کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم | کبھی مثل متکلم مجھے پاس ملت
کبھی کرتا تھا قدم حیز کا ثابت بجہات | اور کبھی کرتا تھا باطل لبِ سماء انشقت
کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل | کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے تھی حجت
حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردد مجھ کو | کبھی تھی عالمِ برزخ میں مجھے اک حیرت
کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر | کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت
کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش | کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت
کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم | کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت
کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول | کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت
کبھی میں حافظ قرآن بعلم تفسیر | کبھی میں قاری قرآن بعلم قرأت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر | کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج | کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت
کبھی میں لون سے بینندۂ بیمار و صحیح | کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت
گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے | گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت
کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں پیشروی | کبھی لیجاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت
کبھی میں نفی حقائق میں تھا سوفسطائی | کبھی میں معتزلی باعث ردِ رویت

کبھی مین جبری و مجبور بعقل و تدبیر
کبھی مین قدری و مختار بقدر و طاقت

گہ ملاحد کی بھی تردید کلام الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت

جون مہندس کبھی مالوف بشکل و مقدار
جون محاسب کبھی مصروف بضرب و قسمت

کبھی حرفون سے تھا مطلوب مثال جفّار
کبھی کچھ نقطہ سے مقصود تھا رمال صفت

خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکل داخل
شکل خارج تھی کبھی داخل بیت غربت

کبھی کرتا تھا قران مہ و زہرہ پہ نظر
کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم
کبھی تجویز ذکوۃ اور کبھی قصد دعوت

کبھی تھا علم قیافہ مین یہ ادراک مجھے
ایک صورت سے بیان کرتا تھا مین سیرت

کبھی مین رہتا سرودی مین تھا ایسا مشغول
کہ نہ بھی ایک نفس ضبط نفس سے فرصت

سیمیا سے کبھی تصویر کش موہومات
کیمیا سے کبھی مین زرکش گنج دولت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

کبھی مین قرب فرائض سے تھا عالی درجہ
کبھی مین قرب نوافل سے تھا والا رتبت

ماہر موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چارون ست

کبھی مین شاعر غرّا و ادب دان بلیغ
نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا بھی مین قافیہ تنگ
طبع موزون کی دکھاتا تھا جو موزونیت

کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف مین نظر میری سر ہر آیت

کبھی زرتشتیون مین ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند مین کرتے تھے مری تبعیت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید پُران
کرون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کھنڈت

کبھی مین حل معمّا و لغز مین ذی ہوش
کبھی اخبار و تواریخ مین صاحب خبرت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر
عاقبت پایا تو ہان بلہ کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

فائدہ کیا کہ جو دیکھے کتب ہر مذہب
فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت

عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا
کہ ہر شکل ہو ایک تازہ محل صورت

یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو
ہیکلِ روم سے بتخانۂ چین تک حیرت

بے مقدر نہ پڑے صورتِ بہبود نظر
دورِ آئینۂ دل سے ہنوز زنگِ کلفت

پڑھوں اک مطلع برجستہ مین اس موقع پر
جس کو سنکر کہین احسنت سب اہلِ فطنت

گر نہ دے صاحب جوہر کو مقدر عزت
جوہرِ فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت

کیا ہوا علم معقولہ سے اگر کیف کی ہے
لیک بے یاوریِ بخت نہین کیفیت

قاضیِ چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے
مثلِ دہقانِ فلک رکھتے ہون طالع نکبت

دورِ گردون نہ موافق ہو تو ہو اور خفیف
جرِ اثقال مین تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگیِ بخت کے چلنے کی نہین
نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت مین تو سحبان ہے و لے بے تقدیر
حرفِ مطلب پہ زبان کو ہو تری سو لکنت

گو ریاضی مین ہے صناع اگر بخت ہین بد
نقش باطل ہے تری شکل وہ جسمین صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلہ سیر و مدار
پستیِ بخت سے تجکو جو نہین ہے رفعت

کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطرلاب
طالعِ بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب
پور سینا ہے تو کیا سینہ مین خون ہے حسرت

سو دوائین ترے نسخہ مین ہون پر بے تقدیر
نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت

علم نیرنج سے گو بووے تو نخلِ نارنج
بے مقدر نہ ہو حاصل ثمرِ خوش لذت

علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ
بختِ بد سے ہوا مستوجب رجم و لعنت

ہوا مسجودِ ملائک یہ ظلوم و جہول
یعنی انسان قوی بخت و ضعیف الخلقت

گو تصوف سے ہو تو صوفیِ سجادہ نشین
بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرقِ عادت

علم سے لاکھ ہو شیخی پہ تری بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ
ہوئے یکبار جو افسانۂ خوابِ غفلت

لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب میں ہوں
کہ مجسم نظر آئی ہے نویدِ بہجت

اللہ اللہ رے حُسن اُسکا کہ سرتا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشائے ظہورِ قدرت

یاد کرتا قدِ رعنا کو ہے اُسکے زاہد
دمِ تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت

چشمِ وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو
چشمِ آہو سے ہرن نشۂ جامِ وحشت

دلِ شامت زدہ کے درپے تدبیرِ ہلاک
زلفِ واژوں تھی وہ رخسار پہ واژوں قسمت

آتشِ حُسن سے اک شعلۂ سرکش بنی
موجۂ دودِ لطیف اُسکی بھوؤں کی حالت

فوجِ مژگاں وہ بلا ہو کے صف آرا تو کرے
دستِ بیداد سے یکدست دو عالم غارت

چاہِ بابل وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس
دل گرفتار عذاب اسمیں ہو ہاروت صفت

لعلِ شیریں کی حلاوت پہ جو دے جان عاشق
تو دمِ نزع بھی عناب کا چاہے شربت

نہ دمِ شرم تبسم سے لب اُسکے خوگر
نہ تغافل سے اُن آنکھوں کو نگہ کی عادت

کھول دے معنیٔ معدوم کمر کی جنبش
وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت

شوخی و ناز کی تعریف میں اُسکی مطلع
وہ پڑھوں میں کہ جسے سُنکے ہو دل کو فرحت

شوخی اُس چہرہ میں یوں گلمیں ہو جیسے حمرت
ناز یوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت

لبِ پان خوردہ کی شوخی سے ہے آگے کیا بات
گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خون کی تہمت

نازک اندام وہ اور سنگدل اُن سے بھی سوا
آیا جن سنگدلوں کے لئے ہے ثم قست

سیلی سینہ پہ نہ تھی جلدِ پسِ پشت کا عکس
نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت

چینیی رنگ کا وہ اپنے دکھا گر عالم
ایک عالم کا ہو دل ایکے بغل میں جنت

اللہ اللہ رے تری نکہت اُف رے تمیز
داد دے تیرا [illegible] تری [illegible]

قہر انداز بلا ناز قیامت طناز
سحر چشمک ستم ایماؤ کرشمہ آفت

جا بجا عالمِ مستی مین قدم کو لغزش
دمبدم نشۂ صہبا سے زبان کو لکنت

آکے اُس رشکِ مسیحا نے کہا بالین پر
لا تنم قم کہ یہ غافل نہین وقتِ غفلت

شورِ بختی سے نہ اتنا نمک افشان ہو کہ ہو
بادۂ میکدۂ عیش کی گم کیفیت

کیا سبب ہو تا کدورت سے نہین کیون خالی
دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت

بزمِ ہستی مین تو ہنس بول رہیگا کب تک
صورتِ شمعِ سحر سوختہ روتی صورت

آتشِ دل سے ترے گوشۂ تنہائی مین
بنگئی شعلۂ جوالہ کمندِ وحدت

وقت ضائع نہ کر اُٹھ بسترِ اندوہ سے تو
چل درِ میکدہ تک ہے حرکت سے برکت

فکرِ باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے
ہے تجھے مثلِ سحر یک دو نفس کی مہلت

دیکھ تو کیا افقِ مشرقِ انوار سے ہے
جلوہ افروز رخِ بانوے صبحِ عشرت

ادہمِ لیل سرِ عرصہ ہے برگشتہ عنان
اشہبِ یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت

جانبِ شرق ہے نوری فلقِ بال کشا
جانبِ غرب ہے پروازِ غرابِ ظلمت

چرخِ مینائی پر اک سبز پری کا عالم
شفقِ صبح پر اک لال پری کی حالت

نکہتِ گل جو ہوا مین تو ہوا عطر فشان
تازگی گل کو چمن مین تو چمن کو نزہت

کھلے ہی جاتے ہین سب غنچہ رہے جوشِ نشاط
لوٹے ہی جاتے ہین گل بل بے ہنسی کی شدت

آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہین
نرہی کلفتِ عصیان سے جہان مین ظلمت

طفلِ نو مشق کی مشقی کی طرح سو سو بار
دھووے مستون کے سیہ نامہ کو ابرِ رحمت

کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک
مانگے گر بادۂ نو زہدِ کہن کی قیمت

قل ہوا زہد کا قلیا ہوئی زاہد کی تمام
سنتے ہی قلقلِ مینائے شرابِ عشرت

اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند
بھیڑ مین گر تار گھڑی رج کا تو ہو پیدا صوت

نغمہ بر لب کہین مطرب بسر زہرہ جبین
جام در دست کہین مغبچۂ مہ طلعت

لیکے انگڑائی کہین ہنسنے لگی رام کلی
اُٹھی ملتی ہوئی آنکھونکو کہین اپنی للت

چشم سرمست سے نازین کا جل پھیلا
لب مسگین پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت

بے نمک آیا نظر حسن مہ و انجم چرخ
ہوگیا زرد رخ شمع و چراغ خلوت

چونکے مرغ سحری عرش سے آوازِ خروس
ہوگئی خواب کو آوازۂ کوس رحلت

باغِ عالم مین ہین مرغانِ اُولی اجنحہ تک
مثل مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت

دی ہے مسجد مین مؤذن نے اذان بہر نماز
باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانہ سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

اُٹھے میخوار صبوحی کے لئے لیکے سبو
کہ عداوت ہے اگر کیجئے ترکِ عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحر عید ہے کر عید کا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش مین لیکر تجکو
کہے طوبیٰ لک ہر شاہد طوبیٰ قامت

اب ہین بیدار ترے بخت مددگار نصیب
اب قوی ہین ترے طالع تری یاور قسمت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کے تو
دور مین جسکے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف
خسرو جم خدم و داور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرعِ نبی ماحی شرک و بدعت

حکم شرعی سے کرے سلب وہ سب جذبۂ شوق
مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت

کون اُسکا نہین وصافِ صفاتِ نیکو
کون اُسکا نہین سرگرم ثنا و مدحت

سنتے ہی مین نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سامنے جسکے خجلت

مصحف رخ ترا اے سایۂ ربّ العزت
کھولدے معنی اتممت علیکم نعمت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقام امید
تیرا دیوان عدالت ہے محل عبرت

تیرا احسان بہارِ چمنِ صد رونق
تیری نیت چمن آرائے ہزار امنیت

تیرے عشرت کدہ مین بار کسے غیر نشاط
تیری خلوتکدہ مین دخل کسے جز طاعت

صفحۂ علم پہ ہر جبیں سے تو ہم زانو
محفلِ عیش مین ناہید سے تو ہم صحبت

ماہِ نو ایک فلک پر ترے نو بر دون مین
نو فلک نوکر و نو مین تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرفِ انعام
طاقۂ اطلسِ گردون ترا وقفِ خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حسنِ عمل
عمل خیر ترا جلوۂ حسنِ نیت

ذہن عالی ہے ترا طائرِ شاخ سدرہ
طبع رنگین تری گلچین ریاضِ جنت

تیرا افضال جہان کے لیے برہانِ کرم
تیرا اکرام زمانہ کو دلیلِ رحمت

علم ظاہر سے ہے یکسان تجھے دور و نزدیک
نورِ باطن سے برابر ہے حضور و غیبت

ذہن صافی ہے ترا پردہ درِ معنیِ غیب
موشگافی ہے تری کوہ شگافِ دقت

عقل مین شمس ہے تو علم مین کانِ گوہر
فضل مین کعبہ ہے تو حلم مین کوہِ رحمت

تیری تدبیر پر از وفرِ ہوش و فرہنگ
تیری شمشیر پر از جوہر فتح و نصرت

دعوتِ صدق پہ لائے تری ایمان تصدیق
دستِ ہمت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کے محبوب
تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

عزم کو ہے ترے ہر عزم مین عزمِ بالجزم
قصد کو تیرے ہے ہر قصد مین قصدِ سبقت

قوت روح ملائک چمن قدس مین ہو
ذات قدسی کا تری عطر قبائے عفت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق
کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکرِ نعمت

نطق شیرین سے تری عام حلاوت ہو اگر
ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت

شوکتِ عقرب جرارہ کے مانند ہے
دل حاسد مین خلش گر ترا رشکِ شوکت

روشِ شاہ پہ ہر اک سنگ ہے بر زدیدہ
پڑے البرز پہ گر آنچ کی تیرے حضرت

سر کشف دار جھکا ہاتھ فلک زیر سپر
کیا غضب ہے تری شمشیرِ غضب کی ہیبت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر
کشتیٔ نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی ہے برش کہ سایہ جسکا
کردے اکدم میں ہیولے سے مفارق صورت

تیرا بدخواہ رہے حرز سے یا تنگ محروم
دین نہ تعویذ اُسے تا بہ نشان تربت

آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گرد زمین
تیرے توسن کی جو کاوے کی اُڑا جا پھرت

کیا ترے فیل کی اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے
ابر رفتار جبل پیکر و گردوں رفعت

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلی کی مثال
تو ہیں دندان صفا ساعدِ سلمٰی کی صفت

کیا عجب گر ہو تپ لرزہ ہیبت سے تری
نبض کیطرح رگِ سنگ میں پیدا حرکت

آب باران کرم تیرا ہے وہ شربت خضر
برسے لالہ پہ تو افیون میں نہو سمیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسم رشوت

عہد میں تیرے عجب کیا سر داغ دلِ شمع
شعلہ میں مرہم کافور کی ہو خاصیت

سیخیٔ گربۂ سر بچۂ موش و کنجشک
ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت

دور انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلاشبہ پڑے دینی مہوس کو دیت

دیا اللہ نے وہ قلبِ مصفا تجھ کو
اے شہنشاہ صفا وہیں دو سراپا صفوت

فردِ تفصیل حوائج ہے رخ حاجت مند
عرض حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہے ظاہر وحدت

لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیم اخلاق
تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشک تبت

منتہی ہوں نہ کبھو تیرے صفات نیکو
گر بیاں کیجئے تا حشر صفت بعدِ صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں
با شکوہ و حشم و جاہ بعمر و صحت

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط
اور بد خواہوں کے رخسار پہ اشک حسرت

## قطعہ در تہنیت جشنِ نوروز

خسروا اُن کے ترا مژدہ جشنِ نوروز
آج ہے بلبلِ تصویر تلک زمزمہ سنج

خبرِ عیش تری دی ہے چمن کو جا کر
زرِ گل پیکِ صبا پائے نہ کیونکر پا رنج

بادۂ جوش جوانی کی ہے گویا اک موج
تن پیرانِ کہن سال پہ ہر چینِ شکنج

چند قطرہ سے ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر
آگے ہمت کے ترے گوہرِ شہوار کے گنج

حسنِ نیت سے ہے تو یوسفِ مصرِ بخشش
دستِ حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ و ترنج

شش جہت پر ہے جو غالب ترا پنجۂ امن
فتنہ کو اُٹھنے میں جون نرد ہے کیا کیا شش پنج

نہ بجھے آب سے آتش نہ خس آتش سے جلے
ایک سے ایک موافق کہ مرجان و مرنج

تیرے منصوبہ کے تابع ہیں سب احکامِ نجوم
صفحہ تقویم کا گویا ہے بساطِ شطرنج

لایا ہے معنیِ رنگیں سے یہ لعلِ خوش رنگ
ذوق جو مدح و ثنا میں ہے ترے گوہر سنج

خسروا ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
رنگِ نوروز جو ہے ایک برنگِ نارنج

بزمِ رنگین میں تری رنگِ طرب ہو ہر روز
اور تری خاطرِ اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

## قصیدہ نمبر ۵

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامہ سے تحریرِ نغمہ جائے صریر

زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازۂ خوشتر از بم و زیر

ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلیدِ قفلِ دلِ تنگ و خاطرِ دلگیر

کرے ہے وا لبِ غنچہ در ہزار سخن
چمن میں موجِ تبسم کی کھول کر زنجیر

کچھ انبساط ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر

قفس میں بیضہ کے بھی شوقِ نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغِ چمن بنالہ صفیر

اثر سے باد بہاری کے لہلہاتے ہیں
زمیں پہ ہمسر سنبل ہے موج نقش حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم نشاں
تو سبز فیض ہوا سے ہو وہ برنگ شعیر

زمیں پہ گرتے ہی سے آئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

نہ خار دشت ہے نرمی میں خواب مخمل سے
ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہے تار حریر

ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دود گلخن بھی
برستا اُٹھتا ہے آتش سے مثل ابر مطیر

یہ آیا جوش میں باران رحمت باری
کہ سنگ سنگ میں سنگ یدہ کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغر عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب
ہر ایک گھر گھر شب چراغ پر تنویر

کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ
کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلف مشکیں کو
سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

نہال شمع سے ہر شب چنے گل شبتو
بہار عیش میں گلچیں کی طرح سے گلگیر

ہنسے ہے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول جھڑیں
حیا سے رنگ گل آفتاب ہو تغییر

رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی کش
بایں درازی ریشش آفتاب ساغر گیر

عجب نہیں ہے کہ آرائش زمانہ سے
حنائی پنجہ ہوں تاک و چنار و بید انجیر

چمن میں ہے یہ درختان سبز پر جوبن
کہ زہر کھاتے ہیں سبزان خطۂ کشمیر

نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
کہ آتی ہے نظر اک قدرت خدائے قدیر

ظہور نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر
نسیم نکہت گل الطف و لطیف و خبیر

شمیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں
کہ قرص عنبر اگر ہے زمیں تو گرد عبیر

حمل سے حوت تلک جابجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالم بالا بھی عالم تصویر

حباب شیشہ سے بزم جہان ہے وسعت خواہ
کہ ہے ہجوم نشاط و سرور جمِ غفیر

زمانہ دشمن عشرت کا اس قدر قاتل
مہ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر

ہوا ہے مدرسہ یہ بزمگاہ عیش و نشاط
کہ شمس بازغہ کی جا پڑھیں ہیں بدر منیر

اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ
نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر

زمین میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز
کہ لائے مے سے ہو دیوار قہقہا تعمیر

دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسل صحت نے
ضمیر خلق سے اے بادشاہ پاک ضمیر

عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثل نبض صحیح
کرے اگر حرکت موج چشمۂ تصویر

شہنشہا ترے یمن شفائے کامل سے
جو لاعلاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر

کہ چوب گل کو اگر ماریں بید مجنون پر
تو صورت بشر ہوشمند خوش تقریر

اشارہ فہم ہوا ایسا کہ وہ بیان کرے
زبان برگ سے گونگے کے خواب کی تعبیر

یہ سیل کحل بصارت ہو کلک خط غبار
تو چشم دائرہ عین بھی ہو چشم بصیر

نہ موج مے کو ہو پیچش نہ شیشہ کو ہچکی
گئی جہان سے یہ بیماری فواق و زحیر

نہ برق کو تپ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام
نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تبخیر

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو
شراب تلخ بھی ہو میکشوں کو شکر و شیر

قوی ہے قوت تاثیر سے دوائے طبیب
غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر

ق

شکست دل کو ترے یمن تندرستی سے
کرے درست اگر مومیائیے تدبیر

تو موئے کاسۂ چینی کو چارہ ساز قضا
نکالے کاسۂ چینی سے مثل موئے خمیر

کھجائے سر جو کبھی مفسدان سرکش کا
علاج خارش سر ہو ناخن شمشیر

بنا ہے نقش شفاخانہ ہزار شفا
ہر ایک خانۂ تعویذ صاحب تکبیر

ہر ایک اسم عزیمت میں اسم اعظم ہے
ہر ایک نسخہ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر

رہا نہ کوئی گرفتار رنج عالم میں
چھٹے جو تیرے تصدق میں مجرمان اسیر

شہا ہے دم سے ترے زندگانی عالم
یہ تیرا دم ہے وہ اعجاز عیسوی تاثیر

مثال خضر تو اے رہنماے ملت و دین
جہان مین پیر ہو پر ہو کرامتون سے پیر

تو وہ ہے حامی دنیا و دین زمانہ مین
کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دین کو توقیر

کیا شہان سلف نے مسخر ایک جہان
کئے ہین تو نے شہنشاہ دو جہان تسخیر

سحر سے شام تلک زرفشان ہے پنجۂ مہر
نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنج خطیر

فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر
نشان سجدہ ہے زیب جبین ماہ منیر

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہان کہن
کہے نہ کوئی دوشنبہ کو بھی جہان مین پیر

حیات بخش جہان تیرا مژدۂ صحت
جو بخشے خلق کو عمر طویل و عیش کثیر

ہزارون سال سر ہر صدی نکال کے دانت
ہنسین اجل پہ جوانون کی طرح مردم پیر

جہان کو یون تری صحت کے ساتھ صحت ہے
صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہون جس سے رنجور یون
ہلال بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھون ثنا مین تری اب وہ مطلع روشن
کہ جسکا مطلع خورشید بھی نہ ہووے نظیر

شہنشہا وہ تری روشنی راے منیر
عقول عشرہ کے انوار جس کے عشر عشیر

جو ہو نہ تابع امر شاورهم فی الامر
تو عقل کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہین نکات و معانی بشر کے فہم سے دور
وہ تیرے ذہن مین موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظہ مین تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

حیا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ
تو ہے ضمیر کی جانب تری صفا کی ضمیر

ترا تو سئیہ بھی یون ہے داخل حسنات
کہ جیسے صحبت اصحاب کہف مین قطمیر

کرے ہے سلب تغیر کو ذات حادثہ سے
زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر

مجال کیا کہ ترے عہد مین شرر کیطرح
اٹھائین سر کو شرارت سے سرکشان شریر

ہوا میں آکے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ — تو چٹکیاں دلِ آتش میں لے ہے آتشگیر

ترے نسق سے ہو بالکل رہی نہ خونریزی — لڑائیوں میں کہیں پھوٹتی نہیں نکسیر

جو پہنچے بتکدہ میں تیرا شور دینداری — بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر

کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم — کہ کوئی زلفِ بتاں پر نہ کر سکے تکفیر

جہان میں چشمِ سیہ مست یار کا ہو یہ رنگ — جو میکشوں کو ترا احتساب دے تعزیر

پڑے گلے میں رسن خطِ سرمہ سے اُسکی — رہے مدام وہ گردش میں از پئے تشہیر

وہ برقِ قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم — کہ جسکی آنچ ترے دشمنوں کو نارِ سعیر

جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود — تو ہے تفنگ کا تیرے دلِ عدو نخچیر

ترے نہیب سے ہوں شکلِ فلسِ ماہی الگ — کریں نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر

جو تیر نکلے کمان سے تری وہ ہو جاوے — طلب میں جانِ عدو کی رواں قضا کا سفیر

ق

ترے ہے خامۂ طغرا نگار میں یہ زور — جو کھینچے ایک روش خطِ منحنی وہ لکیر

تو اُس سے ایسی ہوں اشکالِ ہندسی پیدا — مٹا دے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر

ق

وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ مقلہ اگر — لگائے آنکھوں سے سرمہ کی جا تری تحریر

تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھ لے حرف بحرف — جو ہووے لوحِ جبین پر نوشتۂ تقدیر

رقم میں گر ترے اوصاف کے قصور کرے — زبانِ خامۂ عطارد کی ناک میں دے تیر

ق

ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام — نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اُسکا نظیر

کہ سیرگاہ ہے اُسکی تو راہِ یک وزدن — اور اُسکا شرق سے تا غرب عرصۂ گامِ مسیر

ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھوں — کروں حکایتِ شیرین و کوہکن تحریر

کہ فیل کوہ کحکت تیشہ فیلبان فرہاد — وہ دونوں دانت صفا ایک ایک جوئے شیر

چلے نہ اشرفی آفتاب عالم میں — خطِ شعاع سے اُسپر جو یہ ہو تحریر

ابوظفر شہِ والا گہر بہادر شہ — سراجِ دینِ نبی سایۂ خدائے قدیر

شہ بلند نگہ شہریار والا جاہ — خدیو مہر کلہ خسروِ سپہر سریر
جہان مسخر و عالم مطیع و خلق مُطاع — فلک موید و اختر معین و بخت بصیر
زمین ہو سبز جو تیرے سحابِ بخشش سے — تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر
ق
بچشم مہر اگر تیرا نیرِ اقبال — کرے نگاہ سرا آبجُو و آبِ غدیر
تو فلس فلس سے ہو ماہیون کے وقتِ شکار — نگین دستِ سلیمان بدست ماہی گیر
نہ ہے ثنا کے لئے تیرے اختتام و تمام — نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا و اخیر
مگر یہ ذوق ثنا سنج مدح خوان تیرا — غلام پیر کہن سال ایک فقیر حقیر
کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ — سنا ہے جب سے کہ رحم خدا دعاے فقیر
الٰہی آب یہ ہو تا زمین زمین کو ثبات — زمین یہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر
فلک یہ چھوڑے نہ تا دامن مسیح حیات — زمین یہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر
عطا کرے تجھے عالم مین قادرِ قیوم — بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر
تن قوی و مزاجِ صحیح و عمرِ طویل — سپاہ وافر و ملک وسیع و گنج خطیر

## قصیدہ نمبر ۶

ہین میری آنکھ مین اشکون کے تماشا گوہر — اک گہر دیکھو تو ہون کتنے ہی پیدا گوہر
نظرِ خلق سے چھپ سکتے نہین اہل صفا — تہِ دریا سے چمک کر نکل آیا گوہر
رزق تو در خور خواہش ہے پہنچتا سب کو — مرغ کو دانہ ملا ہنس نے پایا گوہر
پاک دنیا سے ہین دنیا مین ہین گو پاک سرشت — غرق ہے آب مین پر تر نہین اصلا گوہر
ہے دل صاف کو غربت مین بھی گرد سے غبار — گرد آلود یتیمی ہوا تنہا گوہر
کور باطن کو ہو کیا جوہر دانش کی شناخت — کہ پرکھتا نہین جز دیدۂ بینا گوہر
غیر پر مایہ نہ کم مایہ سے ہو ضبط ہوس — بہ گیا ژالہ ہوا لگ کے نہ پگلا گوہر

جوہرِ خوب کو درکار ہے آرائش خوب
خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہین بے مغز نہ پر مغز و قار
جز حباب آب سے سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناچیز سے کرتے ہین کوئی پاک نہاد
ہو نہ ہم صحبتِ تار رگِ خارا گوہر

دلخراش اور ہے طاقت دہِ دل ہے کچھ اور
کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالمِ بالا کی ہے شرط استعداد
قطرہ یکجا ہے طباشیر ہے یکجا گوہر

صدق اور کذب پہ ہر نکتہ کی ہے شرطِ نظر
کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر

صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست
مول بھی ٹوٹ گیا صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت مین اگر قدر نہ خوش جوہر کی
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلشِ خارِ جنون سے ہے پڑا تا کیا کیا
ہر قدم پر قدم آبلہ فرسا گوہر

دلِ عاشق مین کرے کیون کہ نہ آنسو سوراخ
اسی الماس سے چھدتا ہے یہ بن بیدھا گوہر

ذوق موقوف کر اندازِ غزلخوانی کو
ڈھونڈھ اس بحر مین اب تو کوئی اچھا گوہر

غوطہ دریائے سخن مین ہے لگانا بہتر
آ گئے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر

اثرِ مدح سے اُس خسروِ دریا دل کے
کر سخن قابلِ گوشِ دلِ دانا گوہر

وہ بہادر شہ غازی کہ برنگِ نیسان
روز برسائے ہے ابرِ کرم اُسکا گوہر

جشن سے اُسکے ہے اک فیض کا دریا جاری
بہتے پھرتے ہین برنگِ کفِ دریا گوہر

زیور آرا ہون اگر آج چمن مین گل سرو
بیضۂ قمری و بلبل ہون عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوشِ صدف تک یہ نویدِ عشرت
اتنا بالیدہ بخود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیسان بھی کہ اس دور مین کاش
ہوتا مین دانۂ انگور نہ ہوتا گوہر

جدول آب مین کثرت سے حبابون کے بھرے
مانگ مین مثلِ بتِ خویشتن آرا گوہر

ٹوٹا ہے کشمکشِ عیش سے جو صبح کا ہار
بکھرے شبنم سے ہین گلزار مین کیا کیا گوہر

گلِ شگفتہ مین یہ قطرۂ باران سے بہا
بھر دئے درجکِ یاقوت مین گویا گوہر

موجِ گوہر میں بھی ہے طرزِ تبسم پیدا
کوئی دم میں روشِ غنچہ ہنسنے لگا گوہر

رخِ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بن جائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آب لطافت سا ہے ٹپکا پڑتا
گوشِ خوبانِ سمنبر میں مصفا گوہر

مدح حاضر میں کروں میں کوئی مطلع تحریر
آج ہے خامہ مرا منہ سے اگلتا گوہر

آج وہ دن ہے کہ اے خسروِ والا گوہر
کوہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر

بحر و بر میں ہے شہا تیری مہیا یے نثار
سیم سے زر تلک اور لعل سے لے تا گوہر

ہو ترے فیضِ قدم سے جو زمیں گوہر خیز
ہو نصیبِ صدفِ نقشِ کفِ پا گوہر

مشتری کہتے ہیں جسکو وہ اٹھا لایا چرخ
لوٹ کر جو تری سمرن کا گرا تھا گوہر

صبحِ اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترا طرۂ دستار کا چمکا گوہر

تیرا آویزۂ سرپیچ کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیلِ درِ مسجدِ اقصا گوہر

حلبِ خلق میں ہے سینہ ترا آئینہ
عدنِ علم میں ہے قلبِ مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابرِ کرم
موتیا میں عوضِ غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ کہنے کے لئے ہے نہ کہ گننے کے لئے
تیرے کنٹھے کا کہوں کیا اسے زیبا گوہر

دُرفشانی سے تری اتنے گہر ہیں ارزان
لکھتے ہیں نسخۂ مفلس میں اطبا گوہر

ق

عکس سے نیرِ اقبال کے دریا میں ترے
اے محیطِ کرم و جود کے یکتا گوہر

آبِ گوہر ہو تو ہو آب یہ اعجاز نما
کفِ دریا کو بنائے یدِ بیضا گوہر

کوہ کا زہر کرے آب تری ہیبتِ عدل
گر یہ سن پائے کہیں سنگ نے توڑا گوہر

طبعِ نازک پہ تری بار گہر ہو جو گران
پوستِ بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر

آبِ دریائے کرم سے جو ہو تیرے سیراب
ابرِ مردہ سے برسنے لگیں کیا کیا گوہر

آج محفل میں تری وہ گہر افشانی ہے
لگنِ شمع میں ہیں آنسوؤں کی جا گوہر

دستِ فراش مین جاروب ہے ریشِ فرعون
فرش پر تیلیون مین اُلجھے جو صدہا گوہر

تیرے دورانِ حفاظت مین کہان رنج و گزند
حق مین بیمار کے تبخالہ ہے لب کا گوہر

افعیِ زلف کے کاٹے کو ہے جون مہرۂ مار
زگوشِ خوبان مین تہِ زلفِ سمن سا گوہر

سینہ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا
دلِ روشن کا ترے ایک نمونا گوہر

نقرۂ خنگ ترا ایسا برنگ شفاف
روبرو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر

غرق دریائے جواہر مین ہے وہ کوہ گران
گل ہین منھدی کے جھڑن لعل پسینا گوہر

پیل تیرا ہے بلندی مین فلک سے افزون
جھول مین جسکے ہین انجم سے زیادہ گوہر

لیکے خرطوم مین جو آب ہو وہ قطرہ فشان
دیوے جون ابرِ بہاران ابھی برسا گوہر

ہے ترے قطرۂ پیکان سے دمِ بارشِ تیر
جگرِ چاکِ عدو مین صدف آسا گوہر

تیر انیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانہ کے
مہرۂ پشت سے دشمن کے ہے چنتا گوہر

شعلۂ برقِ غضب سے ترے شاہا تہِ آب
مثلِ مریخ ہر اک سرخ ستارا گوہر

مہرداروں مین ہے دربار کے گر نام عقیق
آبداروں مین ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر

گرچہ گردون کی طرح سے وہ بآوازِ مہیب
جوہری جسکو کہ تبلائے ہے گرجا گوہر

ہو تری کلکِ کرم جبکہ شہا گوہربار
جیم محتاج کے دامن مین ہو نقطا گوہر

نقطۂ قاف قلم سے جو ہو تیرے ہمسر
قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

سینہ صافی سے تری ہووے صفا ایسی عام
دلِ کافر مین بھی ہو خالِ سویدا گوہر

ہو جو روشنگرِ عالم ترا نورِ دانش
موے چینی مین پرویا کرے اعمیٰ گوہر

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصافِ نکو
تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

تار ہے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلا
تا گرہ مین رکھے شب عقدِ ثریا گوہر

دانۂ انجم گردون سے پروئے جب تک
رشتۂ کاہکشان مین شبِ یلدا گوہر

جب تلک جوش بہاران سے ہوا دم صبح
تا کہ شبنم سے سر دامن صحرا گوہر

ہر برس جشن ترا تجکو مبارک ہووے
بر سین نیسان کرم سے ترے شاہا گوہر

دوستون کو ہو ترے گنج گہر روز نصیب
ہو نہ جز اشک سر دامن اعدا گوہر

## قصیدہ نمبر

ہے وہ جاندار وسے نافع اعضا و حواس
کہ دل مردہ ہو زندہ تن بےحس حساس

قطرۂ مے سے ترقی حواس خمسہ
یون ہو جسطرح کہ اک نقطہ سے ہون پانچ پچاس

ہووے اس روغن کبریت سے مثل زر سرخ
رنگ رخسار جو کلفت سے ہو ہمرنگ نحاس

خشک مغزونکو جو ہو بوئے گلاب اسکی بو
تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرط عطاس

قلب ماہیت اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیون
قلب انسان مین تہوڑے سے مبدل ہو ہراس

اسکی دولت سے عجب کیا دل مفلس ہو غنی
کہ یہ ہے شربت دینار علاج افلاس

دیوے ساقی جسے ایک جام وہ دعوی سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی دبالا دستی
شب کے مست کہ کر لولی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آب سبیل
کہے مینوش کہ بجھتی ہے کہین اس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب ساقی
اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفاس

بیٹھ گوشہ مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسہ کو
دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین برقع مینا مین مگر جلوہ فرد نہ
کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط
غم کو جا دل مین نہ دے جبکو نرکھا اپنے اوداس

دل جو گھر غم کا ہو کیا اسمین ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلہ مین چیل کے ماس

دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفل وسواس

مین یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھسے کہا
توبہ کر توبہ نہ کر اتنی زیادہ بکواس

اے بسے مردار بد افعال کا تو نام نہ لے
حامی شرع ہے وہ بادشہ پاک انفاس

شاہ دیندار بہادر شہ غازی جس نے
خانۂ توبہ و تقوی کو کیا محکم اساس

دور مین اُسکے ہو گر مرتکب مے کوئی
کرے ہر قطرہ کلیجے مین خراشِ الماس

مے اگر آبِ بقا بھی ہو تو ہو وہ زہر آب
جسکے پینے سے ہو جینے ہی سے میخوار کو یاس

دھووے اس عہد مین گر زخم کو مے سے جرّاح
تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس

کہتے اس آب شر انگیز کو ہین آج بشر
کہ یہ روغن ہے سر آتشِ شر خنّاس

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے مین مستی
توڑتا سنگ نمک سے ہے وہ شیشہ کا گلاس

احتساب اُسکا جو دے سنگ سے شیشہ کو ٹپک
تو صدا ہو نہ بلند اُس سے بجز حمد و سپاس

مدح حاضر مین پڑھوں اُسکے کوئی مطلع مین
کہ سخن فہم و سخنور کا ہے وہ قدر شناس

نطق شیرین وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان مین جس کی شہا فیہِ شفاءٌ للنّاس

ہندوے زلف کے ہے پاس سدا مصحف رخ
عہد مین تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس

مومیائی ہو حمایت ترے حق مین اُس کے
سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آئے
بل بے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر ہے وہ گھاس

چمن دہر مین نرگس بھی تری بخشش سے
رکھتی اک کاسۂ زرین ہے اور اک سیمین طاس

کیا عجب فیض سے گر ابر کرم کے تیرے
بید مجنون مین ہو پیدا ثمر سیب و گلاس

تیری شمشیر کے آگے نہین رکھتی ہرگز
معزلی تیغ مہ نو کی شہا رتبۂ داس

فیض تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان
احمق الناس اُسے جانئے بلکہ نسناس

لوح تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف
تربیت سے تری اُمّی بھی ہو یہ حرف شناس

یون ترا حاسد پر عیب ہے عالم مین حقیر
اسپ بد خال کوئی جیسے میان نخاس

دیکھے آہو کو جو صیغم تو وہیں عدل ترا — ڈھانک دے آنکھوں کو اسکی روشِ گاوخراس
رہے خورشید کے طالع کہ شعاعِ خورشید — دمِ تزئین ترے گھوڑے پہ لگے جاے قطاس
ایسا چالاک کہ اس طرح سے اُڑ جاتا ہے — جسطرح عاشقِ دلباختہ کے ہوش و حواس
پہنچے اُس رخشِ فلک سیر زمین پیما کو — نہ منجم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس
تیرا ہاتھی ہے فلک کاہکشان ہے خرطوم — کان دو نوبہ دخور دُم ہے ذنبِ سر راس
ذنب و راس وہ جن سے ہون سیہ بخت عدو — ماہ و خوردہ کہ ہوا خواہ ہون روشن انفاس
رنگ ہاتھی کا سیہ اور وہ دانت اسکے سفید — کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس
طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شبِ یلدا نے — صفحۂ صبحِ منور کو مثالِ قرطاس
ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح — ق — تا ہون دریا مین گہر کان مین پیدا الماس
توشہ بحر و برائے شاہ سکندر فرہو — دے خدا عمرِ خضر تجکو حیاتِ الیاس
عید ہر سال ہو فرخ تجھے با عیش و نشاط — تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بدخواہ اُداس

## قصیدہ نمبر ۸

ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارشق — تابِ رخسار فلق سرخیِ رخسار شفق
وہ جبین ماہ مبین اُسپہ خطِ چین جبین — تھی وہ انگشت بنی جسنے کیا ماہ کو شق
کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار — باندھکر کھینچ لے دل زلفِ مسلسل کی وہق
تیر انداز جو مژگان تو ادا دشنہ گذار — چشمِ ابلق تو نگہ ترک سوارِ ابلق
غمزہ و ناز کرشمہ و بلا غارت گر — کہ نہ چھوڑین تنِ عشاق مین جان ایک رمق
سرو قامت سمن اندام گلستان رخسار — ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و بینی زنبق
سرو قامت سے اگر اُسکے ہو طوبیٰ سرکش — راست ہان راست ہے، یہ کُل طویل احمق
شکر آمیختہ بادامِ مقشر دندان — سیبِ فردوس زنخدان لبِ خندان فستق

کھلتا اسکے دہن تنگ کا ایسا مشکل — جیسے دشوار ہو مفہوم کلام مغلق
مصحف روے کتابی کو جو دیکھو اُسکے — تو کہین صورت اخلاص نہ یاد مطلق
لوح رنگین سے نہ زیبا ہو بیاض گردن — تاکہ ہو سرخی شنجرف نہ خون ناحق
دست و بازو و بر و دوش عجب صبح بہار — پنجہ و پنجۂ خورشید و حنا رنگ شفق
سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا — ناف ایک عکس فتن اسمین بجائے زورق
نازک ایسی کمر اُسکی کہ سمجھنا مشکل — جسطرح شعر خیالی مین ہون معنی ادق
ہے گران اُسپہ نزاکت سے نہ باندھے ہرگز — گر ہو تار نظر و دیدۂ عنقا منطق
اُسکا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اُسے — آئینہ آب خجالت مین رہے مستغرق
کیا کہون ساق بلورین کی صفائی اُسکی — شمع گر دیکھے اُسے شرم سے آجائے عرق
قد جو گلبن تو وہ بانون کے حنائی ناخن — نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہو گل کے ورق
آکے بالین پہ وہ طناز سراپا انداز — مجھ سے یہ کہنے لگا کیون ہے تو غمگین ناحق
مژدۂ عید سے ہے گلشن عالم مین بہار — نغمۂ عیش سے ہے بزم جہان مین رونق
دوش پر سرو لب جو کی ہے اک سبز قبا — بر مین لالہ کے بھی گلشن مین ہے گلگون یلمق
جوش سبزہ سے ہے وہ فرش سر صحن چمن — کوئی مخمل اُسے کہتا ہے کوئی استبرق
باغ عالم مین ہے یہ جوش بہار عشرت — ٹپکے ہے نخل سے ہستی مین ہمیشہ رُواق
تو بھی کر تہنیت عید کا اُسکے سامان — کہ ہے وہ خسرو دین حامی دین بر حق
وہ بہادر شہ غازی کہ دم معرکہ ہون — اُسکے تیر دنکے ہدف اُسکے حسودونکی حدق
مدح اُسکی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب — یعنے توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق
سن کے یہ مین نے کہا مدح مین اُسکے مطلع — جسپہ احسنت کہین مجھ کو لبید و عمعق

تو ہے وہ نائب ختم رسل سایۂ حق
کہ ترے سایہ مین ہے گلشن دین کو رونق

ابر رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق — کیونکہ سایہ مین ترے ہو نہ جہان کو رونق

کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو — جو ترا امر ہے الحق جو کہے تو صدق

ذکر حق سے کوئی خالی نہین تیرا ہے وہ دور — کرتا میخانہ مین ہے شیشۂ مے بھی حق حق

گر کرے نشو و نما نامیۂ فیض ترا — گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق

حرف ہیبت کا تری کوئی زبان پر آیا — ہوگئی وقت کتابت جو زبان خامہ کی شق

نطق شیرین سے ترے ہووے حلاوت گر عام — کام مین خلق کے بورا ہو بجائے بورق

ناتوانون کو جو دے زور حمایت تیری — ملدے لات اڑکے سر پیل دمان بچۂ بق

کہتے ہین برق جہان جسکو وہ ہے اک دنے — توپخانہ مین تری توپ پہ زرین بیرق

کوہ بھی جسپہ کرے کاہستان کی بھی کمند — وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جوسق

قطرہ افشان ہو اگر تیرا سحاب ہمت — بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرمق

کرتا دانے کو جو اعلےٰ نہ ترا منصوبہ — پاتا شطرنج مین فرزین کا نہ رتبہ بیذق

کرتا اک جست مین ہے ماہی گردون کا شکار — طائر تیر ہوائی ترا مثل لقلق

ق اے شہ دادگر اے خسرو انصاف پرست — الغداللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

اتنا عالم مین حذر خون سے ہے خونخوارونکو — خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق

پرتو افگن ہو اگر روشنی طبع تری — ابرق آئینہ ہو اور سنگ سیہ ہو ابرق

مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے — آفتاب ایک ترے گنجفہ کا گر ہے ورق

ق ابر ہے گرچہ مثال سمند رمیدہ — گر تری برق غضب جھاڑ دے اسپر چقمق

تو شتابہ سے بھی چل اٹھے زیادہ وہ شتاب — آگ لگ جانے مین دیر اسکے نہووے مطلق

تیرے توسن مین وہ جلدی ہے کہ اگر چھیڑ دے تو — یون وہ اڑ جائے کہ جیسے سر آتش زیبق

ق شمس کو پہنچے تری رائے یون شرق مین نور — تو ہو مغرب مین گرائے پرتو نور مطلق

جسطرح روشنی قلب سے اہل اشراق — عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہین سبق

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح
تا کہ ہوں ارض و سما دونوں طبق زیر طبق

ہووے ہر سال مبارک تجھے عید رمضان
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

## قصیدہ نمبر ۹

ہے آج جو یوں خوشنما نور سحر رنگ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق

بہ جوش نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن میں گویا چھا گیا نور سحر رنگ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیب چمن شان چمن
ہر سیمبر گلگوں قبا نور سحر رنگ شفق

افشاں جبیں پر سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھوں میں حنا نور سحر رنگ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوش بہار و موج گل
دندان پان خوردہ ہیں یا نور سحر رنگ شفق

ہر مجمع پیر و جوان ایک طرفہ مشرق ہے کہ واں
روشن دل و رنگیں ادا نور سحر رنگ شفق

جام بلوریں میں ہے یوں عکس شراب لالہ گوں
ہو جیسے کیفیت فزا نور سحر رنگ شفق

حسن گل مہتاب نے جوش گل سیراب نے
کیا باغ میں چمکا دیا نور سحر رنگ شفق

دیکھے چمن میں برگ گل آلودہ شبنم جو کل
خجلت سے پانی ہو گیا نور سحر رنگ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ ہوں ملکر جدا نور سحر رنگ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اس رنگ پر
آب و ہوا جاے فزا نور سحر رنگ شفق

جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے
ہے اس لئے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق

وہ خسرو روشن گہر جسکو خجل ہوں دیکھکر
ماہ و ثریا و سہا نور سحر رنگ شفق

اک صاف مطلع میں لکھوں اور وہ ثنا جس سے کہ دوں
ہوں دیکھکر غرق حیا نور سحر رنگ شفق

رو کش ہو تیرے رخ سے کیا نور سحر رنگ شفق
ذرہ ہے تیرے فیض کا نور سحر رنگ شفق

اے آفتاب عز و شان تیری جبیں سے ہے عیاں
نور یقیں رنگ حیا نور سحر رنگ شفق

روشن بیانی سے تری رنگین کلامی سے تری — شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ سیمگون ایوان ترا وہ سائبان رنگین کھنچا — لین وام اب جس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوس شیشہ لعل گون روشن تری محفل مین یون — گویا کہ شیشہ مے بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

انصاف نے تیرے شہا سیماب و آتش کو کیا — یون جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری امان و حفظ سے ہو جاے حق مین شمع کے — نارِ خلیل آبِ بقا نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق مین نہو — جز درّ و لعل بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جسپر کہ تو ہووے غضب ہو اُسکے حق مین کیا عجب — سیلِ فنا برقِ بلا نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک خونِ عدو سے یک بیک — دکھلائے ہے روزِ وغا نورِ سحر رنگِ شفق

پیکان ترا الماس گون متھ سرِ سوفار و یون نکلے — گویا لگا کر پر اُڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا — ہے جسکو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپ خبالتہ ترا وہ نقرہ خنگ بادپا — غیرت سے جسکے اُڑ گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ق اب ذوق کی ہے یہ دعا جب تک رہے شاہنشہا — خورشید و مہ ارض و سما نورِ سحر رنگِ شفق

جبتک لباسِ مہر کو صابون اور شنجرف ہو — زینت دہِ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر جشنِ فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے — ہون تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق

شاہا زمانہ مین ہوتا یا آبرو اور سرخ رو — ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق

دشمن کا تیرے منھ ہو فق اور خون بہے دل ہو کے شق — دیکھے نہ وہ اسکے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

## قصیدہ نمبر ۱

طرب افزا ہے وہ لوزونہ کا نارنجی رنگ — دیکھکر بھاگے جسے رنج ہزارون فرسنگ

بلبلے بالید گی عیش کہ برگ گل پر — قطرہ شبنم کا ہے مینائے شرابِ گلرنگ

واہ کیا گلشنِ آفاق مین ہے جوشِ بہار — چہچہے کرنے لگی بلبلِ تصویرِ فرنگ

کلک نقاشی قدرت سے گلستان مین ہے آج
تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقش ارژنگ

خسروا آج کیا تونے وہ جشن نوروز
دیکھکر جسکے تجمل کو ہو جمشید بھی دنگ

ہے تری بزم طرب مین پئے رسم نوروز
صورت بیضۂ رنگین فلک مینا رنگ

مشک افشان ہو جہان مین جو تری نکہت خلق
تا ف آہوئے ختن سے نہ ہو کم داغ پلنگ

بلکہ ہو جوش بہاران کرم سے تیرے
کیا عجب شاخ مین آہو کے گل رنگا رنگ

تیرے انصاف سے ہے بزم جہان مین حالا
شمع گلگیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

ہو اگر شعلہ فشان تیری ذرا آتش قہر
تو سمندر رہے پانی مین بجائے خرچنگ

ق زیر ران تیرے ہے وہ توسن چالاک کہ تو
چھیڑ دے ایک ذرا اسکو جو وقت صف جنگ

یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد
منھ سے اڑ جائے حریفون کے ترے خوف سے رنگ

رکھتی سرعت ہے تپ لرزہ ہیبت سے ترے
نبض محموم کی مانند جبل مین رگ سنگ

مرغ دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ
اور جگہ چوب قفس کے ہے تیرا تیر خدنگ

ہو وے حاسد کو نہ آزار حسد سے صحت
تا کہ دارو نہ پیالہ مین بھرے تیری تفنگ

مفسد و حاسد و غماز و عدو وے سرکش
زیر شمشیر غضب تیرے ہون چارون چورنگ

آ نہین سکتے بیان مین ترے اوصاف تمام
ہوتا ہے قافیہ سنجون کا یہان قافیہ تنگ

ق کرتا اس رنگ سے ہے ختم سخن دیکے دعا
ذوق جو ہے ترا مداح محبت یکرنگ

گلشن دہر مین ہر سال مبارک تجھ کو
جشن نوروز بہر رنگ بتاج و اورنگ

اور ترے حاسد جو بین کو دکھائین لاکھون
خر دار وزنئے رنگ فلک کے نیرنگ

## قصیدہ نمبر ۱۱

حبذا ساقی فرخ رخ و خورشید جمال
مرحبا مطرب ہاروت فن و زہرہ خصال

بارک اللہ کہ درفشان ہے تو اے ابرِ بہار
خیرِ مقدم کہ خرامان ہے تو اے بادِ شمال

للہ الحمد لبالب ہے مئے عیش سے جام
شکر للہ زرِ گل سے ہے چمن مالا مال

جوشِ روئید گی سبزہ سے ہو جائیگا سبز
گل زمینِ چمنِ حسن مین تا دانہ خال

اللہ اللہ ری سرسبزی گلزارِ جہان
کیا عجب ہو روشِ خضر اگر رنگ بلال

شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوے گل
بل بے جوشِ گلِ خودرو سرِ دامانِ خیال

جوشِ فوارہ ہے وہان کثرتِ تارِ بارش
سرِ مجنون کے تھے آلودہ جہان گرد سے بال

کیا عجب رحمتِ باری سے کہ وقتِ باران
ابرِ مردہ سے بھی ہو قطرہ فشان آبِ زلال

معجز باد سے مانندِ عصاے موسے
شجرِ خشک بھی ہو جاے تر و تازہ نہال

ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چمن مین رقاص
شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوال

شورِ طبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج کہ گل
بن گیا کثرتِ شبنم سے نمکدان کی مثال

دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیت مے
اس ہوا مین ہے بطِ مے کہ اُڑون بے پر و بال

ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی مشرب
رقص مستان مین ہے ہر وجد کنان شامل حال

بید مون کو جو نئے چارہ گرِ علیلے دم
شمعِ مردہ کی رگِ تار سے کھولین قیفال

پتلیان ناچتی ہین چشم کے گھر مین بے ساز
جنبشِ دست مژہ دے ہے اس انداز سے تال

ہون قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غبار
صفحۂ دہر پہ کیا دخل جو ہو گردِ ملال

روزِ جشن آج ہے اُسکا کہ جسے کہتی ہے خلق
نائبِ ختمِ رسل ظلِ خداے متعال

وہ بہادر رستم غازی کہ اگر تیغ اُس کی
اپنی دکھلاے چمک چرخ پہ کٹ جاے ہلال

وہ نکو خوے نکو روے و خجستہ منظر
وہ بلند اختر و فرخ رخ روش و فرخ فال

وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان
وہ سلیمان وش و موسی کف و صالح اعمال

چمنِ خلق و نسیم کرم و ابرِ سخا
چشمۂ فضل و ہنر کانِ عطا بحرِ نوال

آسمان جاہ و عطارد قلم و مہر علم
مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال

خسروِ جم حشم و داورِ کسریٰ انصاف
شاہ دارا دل و سلطان سکندر اقبال

مدح حاضر مین پڑھون اُسکے وہ مطلع جس سے
ہمسری کی نہ رکھے مطلعِ خورشید مجال

ہو تری یک نظرِ فیض سے ناقص کو کمال
مہر سے گر مہ کامل ہو دو ہفتہ مین ہلال

نیرِ جاہ ترا وہ ہے جسے تا دورِ فلک
نہ کسوف و نہ غروب و نہ ہبوط و نہ وبال

آگے بخشش کے ترے خرمن دُر یکدانہ
آگے ہمت کے ترے کوہِ طلا یک مثقال

ہووے جون چادرِ مہتاب گلیم شب تار
رخ پر نور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال

جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق ہی رہا
دستگیری نے لیا تیری جو گرتون کو سنبھال

گر ترے قہر کی گرمی تپ محرق بن جائے
لب دریا پہ حبابون کی جگہ ہون تبخال

قوت ماسکہ ممسک کے قویٰ سے گم ہو
فیض جاری سے ترے بخل کو یا تنگ ہو زوال

حکمت آموز ترا علم جہان ہو تو وہان
نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطون کو مجال

ہو تری عقل سے عاجز دمِ بحثِ معقول
اک معقولہ مین فقط فعل کے عقلِ فعّال

ق
دم ہے کیا بادِ صبا مین کہ دمِ سیرِ جہان
تیرے گلگون سبک سیر کے جاوے دنبال

یونہی دو چار قدم خاک اُڑا کر رہ جاوے
اور پہنچ جائے کہین سے وہ کہین مثل خیال

ہے وہ ہیکل مین اگر دیو تو صورت مین پری
ہے اُڑان اُسمین ملک کی تو بشر کے سے خیال

جلد اتنا کہ جہان عرصۂ جولان اُس کا
عہد مستقبل و ماضی کا وہان ہے یک حال

زیب تن اُسکے جو مہندی کا ہو ہر گل تصویر
پھرتا کاوے مین ہے وہ صورتِ فانوس خیال

اُس فلک سیر کو جولان جو کرے تو تو یہ ڈر
مزرعۂ سبز فلک ہو نہ سبادا پامال

ق
تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ
سر بہ اندیشہ نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال

کہکشان کو وہ فلک پر سے زمین پر پھینکے
نیشکر راہ مین مانگین اگر اُس سے اطفال

جیسے ماتھے پہ بزرگون کے ہو سجدہ کا نشان
اُسکی مستک پہ شہا جلوہ نما یون ہے ڈھال

ہے جو اُس فیل کی خرطوم سرافیل کا صور
آئے اعدا پہ قیامت سرِ میدانِ قتال

اُسکے دانت انکے لئے ہین روشِ تیرِ شہاب
ہے جن اعدا کو سرِ اوجِ شیاطین کی مثال

ق
آبداری مین تری تیغ کہ ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتشِ سیّال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز مباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائرِ روحِ عدو کے لئے صیادِ اجل
سبزۂ تیغ مین جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقتِ دم زدن اس دور مین ہے کسکو رہی
دیکھکر تیرا نسق اے شہِ فرخندہ خصال

پر ترا ذکر جو آتا ہے زبان پر تو نفس
لب پہ آجائے ہے سینہ سے پئے استقبال

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے ترے
شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

ہے ترے عہد مین فتنہ سے زمانہ خالی
فیلسوفی ہے حکیمون کی خلا کہنا محال

ق
آتش و آب مین یہ ربط ترے عدل سے ہے
دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی مین جو ڈال

کاکلِ موجِ دُخان کے لئے اُسکے دریا
لے تہِ آب سے شانہ پرِ ماہی کا نکال

خبر جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید
مبتدا جسکا شہا غرّۂ ماہِ شوّال

ہوتی ہے حیرتِ توصیف سے تیری شاہا
روشِ غنچۂ تصویر زبان منہ مین لال

ق
بس دعا ہی پہ فقط ختمِ سخن کرتا ہے
یہ جو ہے ذوق ثنا خوان ترا اور مدح سگال

جشن ہر سال ترا ہووے مبارک تجکو
رہے جب تک کہ زمانہ مین حسابِ مہ و سال

## قصیدہ نمبر ۱۲

لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخِ محیل
واہ بگڑا ہے کچھ اس خم مین عجب رنگ سے نیل

ڈر زمانہ سے وہ عیار ہے یہ ہوش ربا
لاکھ بیہوشیون سے جسکی بھری ہے زنبیل

ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار
کہ بجز حفظِ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل

گم ہون ظاہر کی خرابی سے صفات اصلی
زنگ دیتا ہے چھپا جوہر شمشیر اصیل

پیشِ دشمن نہ گذر حق سے نہین سانچ کو آنچ
بلکہ ہے آتش نمرود گلستان خلیل

ہوئے سیرت سے ہین مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

نہین بے قید علائق کسی عالم مین بزرگ
رسمِ تحریر مین بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے نہ خاک بھی قارون کو سفر حشر تلک
نہین تا تحتِ ثری منزلِ آرامِ بخیل

عید یکروز جہا مین رمضان ہے یک ماہ
بعد ہے کثرتِ تکلیف کے یان عیش قلیل

کشت سبز فلک دون سے نہ رکھ چشم ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعۂ نیل

قابل انسان کی صحبت کے ہے انسان نہ ملک
بنگیا پیش نبی صورتِ دحیہ جبریل

جتنا خورشید تپے اُتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیونکر تپش عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچوائے ہے اک ذرۂ جفاکش سے بزو
بارِ صد کوہ الم بے عملِ جر ثقیل

لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم مین اجزائے دخانی کیطرح ہون تحلیل

شمع کشتہ کے لئے ہے دمِ عیسے آتش
سوزشِ عشق سے زندہ ہون محبت کے قتیل

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل درد اظہار
نالہ ہے دلکی زبان دل ہے موکل یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق مین وہ حقیقت ساری
جسکا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل

جی مین ہے اور پڑھون مین کوئی مطلع ایسا
گوہر مخزنِ معنی سے ہو جس کو تادیل

گنج حیرت مین کرون علم خموشی تحصیل
یہ عجب مدر... ہے جسمین کہ ہے قال نہ قیل

ق

درس توحید سے لون ایک شفا کا نسخہ
بحث مین علتِ معلول کے ہے عقل علیل

جلوہ افروزی یک بدر دیے ہے اسکو
شمع فانوس سمجھ خواہ چراغ قندیل

فکر بیہودہ مین کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لئے ذوق نکلنے کی سبیل

خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری
نہین مہتاب ہے یہ روشنی صبح رحیل

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقت معین کی طرف سے ہو نہ توصیل

وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے حیاتِ گذران
کہ پئے راہِ فنا کوئی نہ فرسخ ہے نہ میل

مشقِ اندوہ سے اک روز نہین تو بیکار
تیرے سفتہ مین نہین کوئی بھی روزِ تعطیل

غمِ عصیان ہے تو ہے رحمتِ غفار وسیع
فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزّاق کفیل

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائیگا چھوڑ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل

پھر بہارِ چمنِ عمر مین دلگیر ہے کیون
سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گلگشت قلیل

مژدۂ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگِ چمن
گل کی رنگین ہے قبا غنچہ کی رنگین مندیل

ہوئے آراستہ ہین آج بدل کر پوشاک
فضل سے باغ تلک باغ سے لے تا بہ نخیل

نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لبِ مست سے شوقِ تقبیل

گاہ ہے خم مین ہے گہ شیشہ مین کیا کیا پئے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خوان ہو تو آج اُس شہِ دریا دلکا
جسکے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہ والا نسب و پاک گہر
خسرو چرخ سریر و شہ خورشید اکلیل

ماہِ نو چشم زدن مین مہ کامل ہو جائے
نظر مہر مین ہے اُسکے وہ نورِ تکمیل

نورِ معنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا
اللہ اللہ رے زہے شکل شہنشاہ شکیل

مدح حاضر مین پڑھون مطلع روشن ایسا
مطلعِ شمس کو بھی جسکے ہو واجب تبجیل

بادشاہانِ سلف سے تجھے یون ہے تفضیل
جیسے قرآن کِس توریت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہ اولادِ تمر
جیسے موسےٰ شرف افزائے بنی اسرائیل

نور افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئین آنکھون سے نظر معنی اللہ جمیل

روئے نیکو یہ ہے مائل ترے خوئے نیکو
کہون کیونکر نہ کہ الحسنُ الٰی الحسنِ یمیل

ہے جو انسان کے قالب مین ترا نور ظہور
برجِ خاکی مین ہے خورشیدِ فلک کی تحویل

دانش آموز ہو گر تربیت عام تری
بید مجنون کو بنا دے ابھی انسان عقیل

جوہر تیغ اجل ایک ترے حکم کی نقل
تیر حکمی قضا حکم کی تیرے تعمیل

عہد مین تیرے جو ہو راہ تعدّی مسدود
کھلے فعل متعدّی سے نہ باب تفعیل

تشنۂ ذوق حلاوت ہون نہ کیونکر سر لب
تیری شیرین سخنی ہے اُنھین شربت کی سبیل

نکتہ چینون کے لئے نکتۂ برجستہ ترا
قابض طبع روان ہے روش دانۂ ہیل

جب ہون مرغان ہوا تیرے نشان بندوق
نسر طائر کو بھی تو سمجھے ایک اُڑتی ہوئی چیل

مہرۂ پشت عدو مین ترا تیر صف دوز
رشتۂ مہرۂ تسبیح کے مانند دخیل

طائر روح عدو کے لئے بہر پرواز
تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل

ق
وہ قیامت ہے تری فوج کہ شور محشر
دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑون کی صہیل

نالۂ بوک کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پانون
کوچۂ صور سے گذرے جو دم اسرافیل

ق
دون ترے گھوڑے کو کیونکر مین پری سے نسبت
نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل

گرم جولان وہ کہان ہو کہ رکھے ہے وسعت
نہ تو سیدان تصور نہ فضائے تخییل

عرصۂ معرکہ مین گر تجھے اے شاہ سوار
اس سبکسیر سے منظور ہو کار تعجیل

جائے یون جیسے ہوا سم بھی نہ پانی سے ہو تر
نہ ہو پروا اُسے ہے راہ مین تالاب کہ جھیل

ق
کوہ البرز کو سائے مین دبالے اپنے
ہے وہ اے شاہ فلک رتبہ تری رفعت فیل

حملہ آور ہو وہ جس دم تو بپے جان عدو
اُسکی خرطوم ہو دست کشش عزرائیل

تو جو محراب عماری مین ہو جلوہ نما
اُسکے دانتون پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل

خانۂ قوس مین خورشید جہانتاب آیا
دن ہین کوتاہ ہوا اور ہوئی رات طویل

نہین یہ جوش گل و لالہ نکل آیا ہے
دادخواہی کے لئے خاک سے خون ہابیل

عدل نے تیرے کیار دے زمین کو گلزار
آج تک عدل مین کوئی نہ رہا تیرا عدیل

واسطے دیدۂ بدبین کے ہے یہ عین صلاح
ہو تری نوک سنان سرمۂ کوری کی جو سیل

تیر برسائے عدو پر جو کیا نذرِ قضا
کم نہ فوارہ سے ہو تیر دن کی اُسکی قندیل

رہزن نطفۂ بدخواہ ہوا دل سے قضا
اُسکی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا احلیل

محکمہ مین ترے انصاف کے ہون ہاتھ قلم
دے اگر بھول کے بھی کوئی سر حرف کو جھیل

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
ہو گران خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل

عید ہر سال ہو فرخ تجھے باجاہ و جلال
ہون قوی پایہ ترے دوست بصد قدرِ جلیل

جو ضلالت سے ہون گمراہ وہ اے ظلِ خدا
ذلِ اقدام سے ہون خاکِ مذلت پہ ذلیل

## قصیدہ نمبر ۱۳

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسمان
کھائے اگر ہزار برس چکر آسمان

ہے بادۂ نشاط طرب سے لبالب آج
ایک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسمان

دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان مین
گر ہو تمام چشمِ تماشا گر آسمان

اترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے
سچ ہے زمین پہ پانوٗن رکھے کیونکر آسمان

افراطِ انبساط سے کیا ہے عجب اگر
مثلِ حباب جامہ سے ہو باہر آسمان

شادی کی اُسکی دھوم ہے آج آسمان تلک
تابع زمانہ جسکا ہے فرمان بر آسمان

فرزند شاہ یعنے جوان بختِ ذی وقار
تسلیم کو ہے جسکی جھکاتا سر آسمان

ہے اُسکی بارگاہ مین مانندِ چوبدار
حاضر عصائے کاہکشان لیکے آسمان

اس بیاہ کی نوید سے ہے اس قدر سرور
ہے پیر پر جوانون سے ہے بہتر آسمان

پھرتا ہے اہتمام مین شادی کے رات دن
مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسمان

فردِ حساب صرف سے اس بیاہ کے ہو کم
گو لاکھ جمع و خرچ کا ہو دفتر آسمان

تورون کی پخت مطبخ عالی مین اس قدر
ہے جسکا ایک تودۂ خاکستر آسمان

اُس روشنی کی چند دکھا دیجے پنچیان
نازان ہے آفتاب کے پنجہ پر آسمان

ابر بہار دود چراغان سے توبہ تو — ہون سات آسمان کی جگہ ستر آسمان

چشم قمر مین اور بھی ہو روشنی دوچند — کاجل لگائے اُسکے دھوئین سے گر آسمان

کر ڈالے پارہ پارہ فتیلون کے واسطے — مہتاب کو سمجھ کے کُہن چادر آسمان

یہ کہنہ و سیاہ وہ خوشرنگ و نو بہ نو — فائق ہو کیا سبو چہ ساچق پر آسمان

ٹھلیون مین ہین وہ نقل پڑے انکا عکس اگر — لے کہکشان کی مانگ مین موتی بھر آسمان

آرائش ایسی اور وہ گلہائے رنگ رنگ — اونٹے سا جنمین غنچۂ نیلوفر آسمان

بنوائے اُسمین پھول طلائی نقرئی — لے لیکے ماہ و مہر سے سیم و زر آسمان

نقارخانہ کی ہے چراغان سے وہ شکوہ — گویا ہے ایک زمین پہ پراز اختر آسمان

ق

کرتا ہے رقص تخت پہ نقارخانہ کی — شہنائی کی صدا کو جو سُن سُنکر آسمان

آوازۂ دمامۂ نوبت سے گونج اُٹھا — وہ جو سب آسمانون کے ہے اوپر آسمان

دولہا دلہن کی ہے یہ علامت سہاگ کی — آیا ہے ایک سہاگ پڑا بنکر آسمان

جائے عجب نہین ہے کہ عطر سہاگ کے — شیشہ کے شیشہ بھر کے لڑھا دے گر آسمان

یارب ہمیشہ دولہا دلہن مین ہے یہ سہاگ — جبتک کہ ہووے نیچے زمین اوپر آسمان

مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہین کہ ہے — نیلا سا ایک کاغذ بے مسطر آسمان

جو بُرج اُڑے ہے اُڑکے یہ ہوتا ہے وہ بلند — رکھ لے ہے سر پہ مثل گل احمر آسمان

کرتا رہا برات کی شب شام سے نثار — شبنم کی جائے صبح تلک گوہر آسمان

پہنچے براتیون کے نہ ہرگز ہجوم کو — انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسمان

عیش و طرب کو مژدہ کہ کرتا جہان مین ہے — زہرہ سے اب تسران مہ انور آسمان

ہنگام بزم عقد ستارون کے واسطے — کیا کیا سجے ہے اوج دخترنگ کے گھر آسمان

بدبین کے ہے نظر کے جلانے کے واسطے — انجم سپند آگ شفق مجمر آسمان

جسوقت سہرا باندھکے دولہا ہو اُسکی — کیا کیا بلائین لیتا تھا جھک جھک کے آسمان

کرتا تھا اِن یکاد کو دم پڑھ کے دمبدم — دولھا کے صبحدم رخِ روشن پر آسمان
ایسا نہیں جہان میں کوئی نخلِ آرزو — لایا ہو آج جس میں نہ برگ و بر آسمان
کرتا ہے شاخِ خشکِ تمنّا کو نخلِ سبز — در پردہ مثلِ پردہ بازی گر آسمان
شادی کا اُسکے نورِ بصر کے ہے اہتمام — کرتا ہے جسکا روز طوافِ در آسمان
وہ شاہِ نامور کہ بہادر شہ اُسکا نام — ہو حکم سے نہ اُسکے کبھی باہر آسمان
وہ آفتابی اُسکی خجل جس سے آفتاب — وہ چتر اُسکا جس سے نہ ہو ہمسر آسمان
مطلع پڑھوں حضور میں وہ میں جیسے کہے — مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسمان

تجھ سا زمین پہ دیکھے جو فرخ فر آسمان
قربان نہ کیون زمین کے ہو پھر پھر کر آسمان

طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع — کوکب ہمیشہ یار ترا یاور آسمان
نہ آسمان سے رتبہ ترا یون بلند تر — جس طرح کوہسار سے بالاتر آسمان
خطبہ کے واسطے ترے نامِ بلند کے — گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسمان
وہ بحرِ بیکران ہے تری ہمتِ وسیع — ہے بلبلا سا ایک کنارے پر آسمان
دریاے قہر تیرا جو طوفان بپا کرے — بہ جائے مثلِ کشتیِ بے لنگر آسمان
قد پر ترے وہ راست قباے علو و جاہ — زیبندہ جسکے واسطے بالا بر آسمان
تیری گہر فشانیِ دستِ کرم سے ہے — گویا کہ ایک دامن پر گوہر آسمان
چمکائے تیغِ تیز کو اقبال گر ترا — ہو مصقلہ ہلال تو صیقل گر آسمان
یون دل میں تیرے جلوۂ ذاتِ محیط حق — آجائے جیسے آئینہ کے اندر آسمان
سرعت میں تیرا رخشِ فلک سیر کیا شہاب — رفعت میں بھی ہے پیل جبل پیکر آسمان
شاہا عجب نہیں ترے شبدیز کے لیئے — بنوائے ماہِ نو سے رکاب زر آسمان
پہنچا نہ اُسکے کاوے کے انداز کو کبھی — کھاتا رہا زمین پہ سدا چکر آسمان

انجم ہین کیا شرر ترے نعلِ سمند کے
ہے بلکہ تیرا گردِ رہِ لشکر آسمان

مانا اگر بلندیٔ شان و شکوہ مین
ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسمان

پر اُسکے نقشِ پا کے مقابل بنا سکے
چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسمان

یہ ذوق کی دعا ہے کہ جبتک زمانہ مین
منسوب ہر ستارے سے ہووے ہر آسمان

بزمِ نشاط و عیش رہے تیرے گھر مین روز
لائے ہمیشہ تیری مرادین بر آسمان

ق

مارے جگر مین حاسدِ بدخواہ کے ترے
تارِ خطوطِ مہر سے سو نشتر آسمان

## اشعار در تاریخ دیوان نواب الٰہی بخش خان معروف

سبز رنگان کہ بباغ حسن اند
از کمر تا دہن نشان مو ہوم

چشم دارند بہ قتل عشاق
بجمال رخ آنہا معروف

رفت صیتِ سخنش از دہلی
واندران حال سخنہا میگفت

صد و یک مطلع رنگین آخر
شد چو تسبیح زمرد نامش

مُرد فیروزہ خون شد دل لعل
پیش آن گنج گہر نیست چو خاک

ذوق چون خواست و تاریخش را
اول از دانۂ خوش رنگ شمار

تازہ چون شاخ گل و لالہ و ورد
چون خط جوہری و جوہر فرد

چون حریفے کہ کند قصد نبرد
مدتے شد کہ دلش خوش میکرد

تا صفاہان و عراق و بادرد
ہمہ چون نالۂ موزون پر درد

گفت با نالۂ گرم و دم سرد
رونق و آب گہر رفت بگرد

کہربا چون یرقانی شدہ زرد
گنج خسرو کہ بود باد آورد

اندرین دفترِ معنی بدو فرد
کرد و آن عقدۂ مطلب وا کرد

زہے [illegible] انطباع خوش میکرد

باز باخامہ رنگین بنوشت
طرفہ تسبیح زسر دآورد

## قطعہ تاریخ تعمیر چاہ معرہ محمد شاہ سہارنپوری

سید باصفا محمد شاہ
ذوق تاریخ سال ہر دو بہم

کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
زد رقم ساخت کعبہ و زمزم

اشعار قصیدہ ناتمام

خسروا نیر اقبال کی تیرے خورشید
تاب کیا نجم سعادت سے ترے ہو ہمسر
دم تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چار دن
پرورش امن کے سایہ میں کیا کرتا ہے
قصر دولت سے ترے مرغ نظر ریختہ پر

کھائے ہے وقت شرف غرو شرف کی سوگند
منزل اوج پہ چمکے مہ تابان ہر چند
چار چند آپ کا ہو مرتبہ بلکہ صد چند
شیر نر بچۂ آہو کو بجائے فرزند
بام حشمت پہ ترے کاہکشان نصف کمند

## قصیدہ مسدس دعائیہ

سر پر آرائے گردون جب تلک سلطان خاور ہو
عطارد میر منشی زہرہ ناظر آسمان پر ہو

قمر دستور اعظم صدر اعلے سعد اکبر ہو
زحل میر عمارت ترک گردون میر لشکر ہو

سر ہفت آسمان جبتک کہ دور ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ ہفت کشور رہو

رہے نام سلیمان تا نگین حکمرانی سے
رہے دارا کو تا نام آوری تاج کیانی سے

رہے نام فریدون تا درفش کادیانی سے
سکندر تا ہو نامی سکہ کشور ستانی سے

ترا اے خسرو والا حشم عالم مسخر ہو
سر پر سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر مین پانی
زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی

روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہر دار مین نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ مین بحر و بر گہر ہو کان پر زر ہو

رکھین تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر مین
رہے نافہ مین مشک اذفر اور بو مشک اذفر مین

گل تر تا ہو گلدان مین تری ہو تا گل تر مین
صدف مین تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر مین

ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہان یکسر معطر ہو

طریق رہبری مین خضر ہو جبتک ہدایت فن
رہے ادریس تا قطع تعلق سے جنان مسکن

سہارا ہووے تا بحر غریق الیاس کا دامن
مسیحا کا ہو بالا خانہ تا خورشید سے روشن

چراغ عمر سے تیری جہان سارا منور ہو
فروغ اسلام کو ہو رونق دین پیمبر ہو

شفق گلگونہ ہو جب تک سحر کے روئے نیکو کو
ثریا نورتن تا کہکشان کے ہووے بازو کو

کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
کرے وسمہ سے تا قوس قزح سبز اپنے ابرو کو

لب پا نخوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سر بدخواہ فندق تیری انگشت سنان پر ہو

گلستان مین ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا

نیستان مین ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا

شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

رہے ناکام دینداروں کو احکام شریعت سے

خوشی تا حاجیون کو ہو گی کعبہ کی زیارت سے

رہے تا عابدوں کو شوق محراب عبادت سے
نماز اہل سنت تا ہو مسجد میں جماعت سے

ترا خطبہ میں ہو نام اور خطبہ زیب ممبر ہو
ترا حامی ابوبکر و عمر عثمان غنی و حیدر ہو

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین
زبان پر تا سخن ہو اور سخن میں معنی رنگین

قلمزن تا ہو مشک افشاں کاغذ خط سے مشک آگین
سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین

ترا مداح دائم خسروا ذوق سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خواں ہو دعاگو ہو ثناگر ہو

# اشعار متفرقات قصائد و قطعات و مخمسات وغیرہ

## قطعہ در مدح میرزا شاہرخ بہادر

میرزا شاہرخ بہادر نے
قصد صید افگنی کیا جدھر

خون نخچیر سے ہوا سارا
دامن دشت لالہ زار ارم

نہ بچا اُس شکار افگن سے
صید کوئی سوائے صید حرم

مرغ و سیمرغ اور غزال و پلنگ
ہوئے مسکن پذیر دشت عدم

ہے جگر گوشۂ بہادر شاہ
ہو بہادر نہ کیوں وہ نیک شیم

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم
اُسکے پر سامنے ہے مثل غنم

شیر گردوں بھی اُسکے لشکر میں
پائے ہرگز نہ قدر شیر علم

رہے مانند شیر قالین کے
اوج ہمت سے اُسکے زیر قدم

ہاتھ میں جب تفنگ لی اُس نے
ہمسر اژدہائے آتش دم

کئے شیر ژیان شکار کئی
اُس غضنفر شکار نے بہم

ہے بجا گر دلاوران جہان
کھائیں اُسکی دلاوری کی قسم

جبکہ اس جرأت و شجاعت کو
تا رہے یادگار عالم مین

چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم
وصفِ عالی صاحب عالم

لکھی اے ذوق مین نے یہ توصیف
مع تاریخ ثانی رستم ۱۲۶۲

لکھتے ہین کس کی تہنیت عید مدح خوان
آراستہ ہوا جو قلمدان آسمان

عہد مین تیرے نکالے دانت گر سینِ ستم
گر پڑے پانوٗن پہ تیرے ٹھہر کر سایہ داٗ
کام لے زنبور کا خامہ سے دست معدلت
آفتابی سے جو تو کہدے کہ اسکو روک مت

فصلِ گل آج ہے وہ سلطنت آئے طرب
کہ ملا باغ مین بلبل کو ہزاری منصب

ہے اگر لیلی سیاہی تو ورق عذر اعذار
ہوگیا خورشید مالا مال دوہین لوز سے
ہاتھ مین بندوق لے جسوقت تو ٹھہر نسکا
خط ترا شیرین ہے شاہا اور قلم شاخ نبات
دی جو تو نے دولتِ انوارِ دانش کی زکوات
شیر گردون کو ہو مشکل ہاتھ سے تیرے نجات

بر نہین پر ترا توسن وہ پری سان پران
ہو قوی دست ترے زور سے اسلام اگر
پاتا گرداب سے ہے گردہ نانِ آبی
سیر گہ جسکی ہے اک قاف سے لیکر تا قاف
کھینچے شمشیر سر کفر پہ پھر مرکز کاف
تیری بخشش سے جو دریا کا معین ہے کفاف

دستِ ہمت نے ترے کھوئی روپے کی یہ قدر
چٹکیون مین ہین اُڑاتے اُسے کیا کیا صرّاف

دیتا ہے تیری فوج مین نقارہ جب فلک
آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہلال

تا لشکر طائر ایک پرندہ نہ بچ سکے
منظور تجھ کو جب کہ شکار پرند ہو

## قصیدہ ناتمام

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے
ہر ورق کاغذ کا رشک گلشن کشمیر ہے

گر نہال وحشت کو شوق حنابندی نہین
ہاتھ کیون مہندی سے رنگتا برگ بید انجیر ہے

مدح حاضر مین سناوے مطلع روشن کہ ذوق
منتظر مشرق مین بیٹھا مہر پر تنویر ہے

نام کو اللہ اکبر کیا ترے تاثیر ہے
ہر اذان مین شامل اور داخل ہر تکبیر ہے

کرون رقم اگر تہنیت کا مین آہنگ
تو ہووے خامہ سے پیدا صدائے بربط و چنگ

ہے تیرا زور حمایت کہ پانون کو اپنے
کرے ہے شیر کی چربی سے مالش آہو لنگ

شہا ترے رخ روشن کو کس سے دون تشبیہ
کہ مہر و مہ کو گہن لازم آئینہ کو زنگ

کرون مین کیا ترے گلگون کا وصف چالاکی
اڑا ہی جاتا ہے وہ تو برنگ طائر رنگ

نہ پہنچے گرد کو اُسکے وہ پیک فکر رسا
کہ ہووے عرصہ نہ چرخ جسکی ایک شلنگ

چلے ہے یون کج و دا کج ادا و ناز کے ساتھ
کہ جیسے مست مئے ناز کوئی دلبر شنگ

وہ چلنے مین ہے تدرو اُڑنے مین شاہین
اُچھلنے مین ہے وہ آہو لپکنے مین ہے پلنگ

نہین پری وہ پری سے بھی ہے سوا پران
نہین وہ آدمی لیکن سب آدمی کے ڈھنگ

روان ہو گر وہ سبک سیر آب دریا پر
تو سم کبھی تر نہ ہو اُسکا چہ جائے زانو و تنگ

جو چھیڑے اُسکو تو سیدا ئین اور کہین اُسکے
بزیر نعل سم آکر شرر فشان ہو سنگ

شرار سنگ نظر سے نہان نہ ہونے پائے
ڈپٹ کے اور وہ پھیر آئے سیکڑون فرسنگ

| | |
|---|---|
| اگر ہو تجکو شہا اُسکے خانۂ زین مین | تمام عرصۂ گیتی کی سیر کا آہنگ |
| تو اس ارادہ کے آنے مین دل تلک ہو دیر | اور اسکے جا کے پھر آنے مین کچھ نہ ہو درنگ |
| ہین وہ نعلین جسروا ترے سر اورنگ گل | جن پہ کھاتا ہے چمن مین تختۂ اورنگ گل |
| کرے ہے مہر علیؑ دل کو صاف پر انوار | طلوع شمس پہ موقوف ہے وجود نہار |
| علیؑ سے کیونکہ ہو نزدیک شکر کفار | علیؑ ہے شکل علے اور علے ہے حرف جار |

## مخمس در مدح

| | |
|---|---|
| خسروا چرخ کے سر گنبد دوّار ہلال | خو ولب عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلال |
| حاضر خدمت عالی ہے بہرکار ہلال | گرز بردار ہے خورشید کماندار ہلال |

آسمان تیکے سپر علیا ہے تلوار ہلال

| | |
|---|---|
| دست ہمت ترا خورشید سے ہے بالاتر | تری بخشش سے ہے نیسان عرق شرم مین تر |
| آئین تیرے در دولت پہ گدایانہ اگر | اپنے کاسہ مین بھرے چرخ وہین لعل و گہر |

اور کشتی مین بھرے درہم و دینار ہلال

| | |
|---|---|
| ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ | عید ہر سال ہو فرخ تجھے با حشمت و جاہ |
| تیری دولت سے ہون خورسند ترے دولتخواہ | اور جو حاسد ہین ترے واسطے اُنکے ہر ماہ |

چرخ پر تیز کرے خنجر خونخوار ہلال

## قصیدۂ ناتمام در منقبت

| | |
|---|---|
| لکھون جو مین کوئی مضمون ظلم چرخ برین | تو کربلا کی زمین ہو مری غزل کی زمین |

یہ حال ہے مرا ضعف دماغ سے کہ مجھے — صداے صور قیامت ہے ہر مگس کی طنین
زمانہ عربدہ پرداز و بخت بد ناساز — ستارہ بر سر پرخاش و چرخ بر سر کین

عجب نہیں ہے کہ راہب خطِ چلیپا سے
بنا دے تیرے طویلہ کے واسطے حرز زین

## رباعیات مدح

شاہا تجھے با دولت و بخت فیروز — فرخ ہو سدا جہان میں جشنِ نوروز
ہووے شرف اندوز ترے طالع سے — ہر سال حمل میں مہر عالم افروز

خورشید سے کیونکر جہان میں نوروز — اور تجھ سے جہان روز مسرت اندوز
ہے تجھکو زمانہ میں شرف دوازدہ ماہ — اور ہے مہر جہانتاب کو یکماہ یکروز

کہتا ہے یہ فیروزیِ رنگِ نوروز — تو ہو صف اعدا پہ مظفر فیروز
ہو دشمن سرکش کے لئے سہم الموت — اے شاہ عدو کش ترا تیرِ دل دوز

دعا ہے ذوق کی ہو خلعت ولیعہدی — مبارک آپ کو با آفتابی و کرسی
یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ — بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

## اشعار قصیدہ

آگے تیری طبعِ موزون کے ہے اک فصل عیش — یہ جو کرتے ہیں عروضی فاعلاتن فاعلات
لطف سے تیرے نہ کیونکر اک جہان سرسبز ہو — ذات ہے تیری شہا سرچشمۂ آبحیات

## اشعار قصیدہ ہفتدہ زبان

جبکہ سرطان واسد مہر کا ٹھہرا مسکن
آب وا یلولہ ہوئے نشوونمائے گلشن

جوش روئیدگی سبزہ پہ یاد آئی ہے
آیت اَنبَتَہُ اللّٰہُ نَبَاتاً حَسَناً

جسطرح شعلہ کا عالم ہو بفانوس خیال
خوف سے یون ترے لرزاں ہے عدو زیر کفن

شاہا بہ عمر و دولت و اقبال و عز و جاہ
فرخ یہ تجھکو سالگرہ ہو ہزار سال

بلکہ خدا کرے تری عمر اس قدر دراز
ہون جسمین بے شمار گرہ بے شمار سال

کوہ اور آندھی مین ہین گر آتش و آب خاک و باد
چل نہ سکین گے آج پر آتش و آب و خاک و باد

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یون باز
چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب خاک و باد



